تجلیاتِ صفدر

جلد سوم

مناظرِ اسلام ترجمانِ اہلسنّت وکیلِ احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ

ترتیب تسہیل وتصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

مکتبہ امدادیہ

ملتان۔ پاکستان۔ فون: ۵۴۴۹۶۵

تجلیاتِ صفدر

جلد سوم

تالیف

مناظرِ اسلام، وکیل اہل السنّت والجماعت

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

عنوانات وترتیب وتصحیح

مولانا نعیم احمد

اُستاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

نام کتاب: تجلیات صفدر (جلد سوم)

مصنف : مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

مرتب : مولانا نعیم احمد صاحب

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

کمپوزر : حافظ محمد نعمان حامدؔ

تاریخ اشاعت:

ناشر : مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان، پاکستان

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

مکتبۃ العلم، اردو بازار لاہور

اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

فہرست تجلیاتِ صفدر

(جلد سوم)

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	**سنیت دعاء سبحانک اللھم**	۲۵
	☆ دعاء اول: اللھم باعد بینی الخ	۲۵
	☆ دعاء دوم: الحمدللّٰہ حمدًا کثیرًا الخ	۲۶
	☆ دعاء سوم	۲۷
	☆ دعاء چہارم: وجهت وجهی الخ	۲۸
	☆ تحقیق	۳۰
	☆ خلاصۂ کلام	۳۱
	☆ رفع یدین اور عملِ حضرت علیؓ	۳۳
	☆ دعاء پنجم: سبحانک اللھم. احادیث کی روشنی میں	۳۵
	☆ سبحانک اللھم اور تعامل خلفائے راشدین	۳۹
	☆ خلاصۂ کلام	۴۶
	☆ غیر مقلدین کا مسلک	۴۸
	☆ ازالۂ اوہام متفرقہ	۴۹
۲	**تحقیق مسئلہ قراءت خلف الامام**	۵۲
	☆ مسئلہ قراءت خلف الامام قرآن کریم کی روشنی میں	۵۷
	☆ اس آیت کی تفسیر صحابہ کرامؓ سے	۵۷
	☆ آیت مذکورہ کی تفسیر رئیس المفسرین ابن عباسؓ سے	۵۹
	☆ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر حضرت مقداد بن اسودؓ سے	۶۰
	☆ مذکورہ آیت کی تفسیر تابعین عظامؒ سے	۶۱

	☆ آیت مذکورہ کی تفسیر حضرت مجاہدؒ سے	۶۱
	☆ حضرت سعید بن مسیبؒ سعید بن جبیرؒ اور حسن بصریؒ سے	۶۲
	☆ حضرت عبید بن عمیرؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ سے	۶۲
	☆ حضرت ضحاکؒ، ابراہیم نخعیؒ، قتادہؒ، شعبیؒ، سدیؒ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے	۶۲
	☆ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے	۶۳
	☆ غیر مقلدین کی ایک مضحکہ خیز حرکت	۶۴
	☆ مسئلہ قراءت خلف الامام احادیث نبویہ کی روشنی میں	۶۸
	☆ پہلی حدیث	۶۸
	☆ دوسری حدیث	۷۱
	☆ تیسری حدیث اور چوتھی حدیث	۷۲
	☆ پانچویں، چھٹی اور ساتویں حدیث	۷۳
	☆ آٹھویں اور نویں حدیث	۷۴
	☆ قابل غور نکتہ	۷۵
	☆ دسویں حدیث	۷۷
	☆ گیارھویں حدیث	۷۸
	☆ بارھویں حدیث	۷۹
	☆ تیرھویں حدیث	۸۲
	☆ چودھویں اور پندرھویں حدیث	۸۳
	☆ مسئلہ قرأت خلف الامام جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے فتووں کی روشنی میں	۸۴
	☆ فتوٰی حضرت زید بن ثابتؓ وفتوٰی حضرت ابن عمرؓ	۸۶
	☆ فتوٰی حضرت جابر بن عبداللہؓ	۸۷
	☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو فتوے	۸۸
	☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتوٰی	۸۸
	☆ فتوٰی حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۸۹

	☆ حضرت عمر بن الخطاب ؓ کا فتویٰ	۹۰
	☆ حضرت سعد ؓ بن ابی وقاص ؓ کا فتویٰ	۹۰
	☆ فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ و زید بن ثابت ؓ و جابر بن عبداللہ ؓ	۹۰
	☆ فتویٰ حضرات خلفاء راشدین ؓ	۹۱
	☆ ستر بدری صحابہ کرام ؓ کا فتویٰ	۹۱
	☆ مسئلہ قراءۃ خلف الامام تابعین عظام کے فتووں کی روشنی میں	۹۱
	☆ حضرت ابراہیم نخعی ؒ کا فتویٰ	۹۱
	☆ سعید بن جبیر، سعید بن مسیب ؒ، محمد بن سیرین ؒ اور علقمہ کا فتویٰ	۹۲
	☆ حضرت اسود بن یزید ؒ، عمرو بن میمون ؒ اور ضحاک ؒ کا فتویٰ	۹۳
	☆ حضرت عروہ بن زبیر ؒ، سفیان بن عیینہ ؒ اور سفیان ثوری ؒ کا فتویٰ	۹۴
	☆ امام عبداللہ بن وہب ؒ، اوزاعی ؒ اور ابن مبارک ؒ کا فتویٰ	۹۵
	☆ امام زہری ؒ اور امام اسحاق ؒ کا فتویٰ	۹۶
	☆ امام لیث بن سعد ؒ	۹۷
	☆ حضرات ائمہ مجتہدین ؒ	۹۷
	☆ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا مسلک	۹۷
	☆ تفسیر ستاری کے مؤلف کی غلط بیانی اور دروغ گوئی	۹۷
	☆ امام مالک ؒ کا مسلک	۱۰۱
	☆ امام شافعی ؒ کا مسلک	۱۰۲
	☆ امام احمد بن حنبل ؒ کا مسلک	۱۰۳
	☆ محبوب سبحانی، پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا فتویٰ	۱۰۵
	☆ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ کا فتویٰ	۱۰۵
۳	**تحقیق مسئلہ آمین**	۱۰۸
	☆ غیر مقلدوں کی سب سے بڑی کمزوری	۱۰۹
	☆ مسلک اہل سنت والجماعت	۱۱۰

	☆ غیر مقلدین کا مسلک	۱۱۰
	☆ باب اول	۱۱۱
	☆ فصل اول: آمین کا تلفظ اور معنی	۱۱۱
	☆ فصل دوم	۱۱۱
	☆ فصل سوم: آمین دعا ہے	۱۱۲
	☆ فصل چہارم: دعا و ذکر میں اصل خفاء ہے	۱۱۳
	☆ دلیل اول	۱۱۳
	☆ دلیل دوم	۱۱۴
	☆ تیسری دلیل	۱۱۴
	☆ چوتھی دلیل	۱۱۴
	☆ پانچویں دلیل	۱۱۴
	☆ چھٹی دلیل	۱۱۵
	☆ ساتویں دلیل	۱۱۵
	☆ آٹھویں دلیل	۱۱۵
	☆ خلاصہ دلیل	۱۱۶
	☆ فائدہ اول	۱۱۷
	☆ فائدہ دوم	۱۱۷
	☆ باب دوم: اخفاء آمین احادیث کی روشنی میں	۱۱۷
	☆ حدیث اول	۱۱۸
	☆ حدیث دوم	۱۱۸
	☆ حدیث سوم	۱۱۸
	☆ فرشتوں کی آمین	۱۱۹
	☆ اہل سنت والجماعت کو بشارت	۱۱۹
	☆ غیر مقلدوں کی نامرادی	۱۲۰

	☆ حدیث چہارم	۱۲۰
	☆ حدیث پنجم	۱۲۲
	☆ ایک شبہ کا ازالہ	۱۲۳
	☆ حدیث ششم	۱۲۴
	☆ حدیث ہفتم	۱۲۴
	☆ حدیث ہشتم	۱۲۴
	☆ حدیث نہم	۱۲۵
	☆ حدیث دہم	۱۲۵
	☆ استدلال	۱۲۶
	☆ خلفائے راشدین	۱۲۶
	☆ ایک حقیقت	۱۲۷
	☆ باب سوم	۱۲۹
	☆ پہلا حصہ	۱۳۱
	☆ دوسرا پہلو	۱۳۱
	☆ ایک ضروری نوٹ	۱۳۱
	☆ تیسرا پہلو: مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ	۱۳۲
	☆ دعویٰ کا چوتھا حصہ امام کا آمین بالجہر کہنا	۱۳۸
	☆ ایک ضروری وضاحت	۱۳۹
	☆ حضرت وائل کی حدیث	۱۴۱
	☆ دوسرا طریق	۱۴۲
	☆ پہلا اور دوسرا راوی	۱۴۳
	☆ حضرت وائل بن حجرؓ کا اپنا فیصلہ	۱۴۴
	☆ بحث حدیث ابی ہریرۃؓ	۱۴۵
	☆ حدیث ام حصینؓ	۱۴۶

	☆ غیر مقلدوں کا آخری حربہ	۱۴۹
	☆ حسد کے معنی	۱۵۰
۴	**نمازِ تراویح**	۱۵۲
	☆ فصل اول: تراویح کے متعلق رسولِ پاک ﷺ کے ارشادات	۱۵۲
	☆ فصل دوم: آنحضرت ﷺ کا عملِ مبارک	۱۵۴
	☆ فصل سوم: جماعتِ تراویح	۱۶۳
	☆ فصل چہارم: بیس رکعت تراویح حدیثِ مرفوع سے	۱۶۹
	☆ مواظبت خلفاء بھی سُنّت مؤکدہ ہے	۱۸۶
	☆ تراویح عہدِ فاروقی وعثمانیؓ	۱۹۰
	☆ حضرت علیؓ کا حکم، اصحاب علیؓ وابن مسعودؓ	۱۹۳
	☆ اجماعِ اُمت	۲۰۱
	☆ التہجد فی رمضان	۲۰۸
	☆ آٹھ رکعت تراویح حدیث جابرؓ	۲۲۰
	☆ آٹھ رکعت تراویح اور عہدِ فاروقیؓ	۲۳۳
	☆ مذہبِ حنفی اور آٹھ رکعت تراویح	۲۴۰
۵	**نمازِ تراویح**	۲۵۴
	☆ آنحضرت ﷺ کا رَمَضان	۲۴۵
	☆ آپ ﷺ کا آخری عشرہ	۲۵۵
	☆ باجماعت تراویح	۲۵۵
	☆ دورِ رسالت	۲۵۷
	☆ دور فاروقیؓ وعثمانیؓ	۲۵۷
	☆ دور علی المرتضیٰؓ	۲۵۷
	☆ بصرہ	۲۵۹
	☆ اجماعِ اُمت	۲۵۹

	☆ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ	۲۵۹
	☆ آٹھ رکعت تراویح کا حکم	۲۶۰
۶	**مسنون نماز تراویح**	۲۶۲
	☆ حضور ﷺ کا طرزِ عمل	۲۶۲
	☆ ایک المیہ	۲۶۳
	☆ عمل بالحدیث	۲۶۴
	☆ بیس تراویح	۲۶۶
	☆ امرِ فاروقی	۲۶۶
	☆ دورِ فاروقی	۲۶۷
	☆ عہدِ عثمانیؓ	۲۶۸
	☆ دورِ مرتضویؓ	۲۶۸
	☆ جمہور صحابہ کرامؓ	۲۶۹
	☆ تابعینِ کرام رحمہم اللہ	۲۷۰
	☆ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ	۲۷۱
	☆ آٹھ رکعت	۲۷۲
	☆ چند مغالطے	۲۷۲
۷	**صلوٰۃ التراویح ..... ایک تحقیقی جائزہ**	۲۷۴
	☆ البانی	۲۷۴
	☆ اصل حقیقت	۲۷۵
	☆ صلوٰۃ النبی ﷺ	۲۷۶
	☆ نمازِ تراویح	۲۷۷
	☆ جماعت تراویح	۲۷۷
	☆ سنت کی تعریف	۲۸۰
	☆ نمازِ تہجد	۲۸۱

	☆ تعداد رکعات	۲۸۲
	☆ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا	۲۸۳
	☆ حدیث جابر رضی اللہ عنہ	۲۸۳
	☆ بیس تراویح کا حکم	۲۸۵
	☆ مثال استغفار	۲۸۶
	☆ مثال درود شریف	۲۸۶
	☆ دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ	۲۸۶
	☆ معیار رد و قبول	۲۸۹
	☆ اجماع	۲۹۰
	☆ حق اختلاف	۲۹۱
	☆ اتباع سنت	۲۹۲
	☆ آخری بات!	۲۹۲
۸	**تحقیق مسئلہ تراویح**	۲۹۳
	☆ پیش لفظ	۲۹۳
	☆ قلابازیاں	۲۹۵
	☆ اعجوبہ	۲۹۵
	☆ اعجوبے در اعجوبے	۲۹۵
	☆ ابتدائیہ	۲۹۷
	☆ سنت کی تعریف	۳۰۲
	☆ تطبیق	۳۰۵
	☆ آنحضرت ﷺ کا رمضان المبارک	۳۰۵
	☆ بیس رکعات تراویح کی احادیث	۳۰۶
	☆ فرق	۳۱۰
	☆ راوی کا حال	۳۱۱

	☆ دور فاروقیؓ و عثمانیؓ	۳۱۴
	☆ دورِ مرتضویؓ	۳۲۱
	☆ دیگر صحابہ کرام اور تابعین کا تعامل	۳۲۴
	☆ ائمہ اربعہؒ	۳۲۸
	☆ اجماعِ اُمت	۳۲۸
	☆ ضروری تنبیہ	۳۳۰
	☆ غیر مقلدین کے مستدل کے جوابات	۳۳۱
	☆ غیر مقلدین اور مخالفت نبوی	۳۳۶
	☆ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور وحید الزمان کی شہادت	۳۳۹
	☆ نصیحت	۳۳۹
۹	**مرد اور عورت کی نماز میں فرق**	۳۴۳
	☆ ابتدائیہ	۳۴۳
	☆ عورتوں کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنا مع اعتراض و جواب	۳۵۵
۱۰	**گاؤں میں نمازِ جمعہ کی تحقیق**	۳۶۰
	☆ جواثی میں جمعہ	۳۶۳
	☆ کیا مدینہ منورہ شہر تھا؟	۳۶۹
	☆ ایک اور بہانہ	۳۷۱
	☆ جمعہ بعد عید	۳۷۳
۱۱	**تحقیق مسئلہ تقلید**	۳۷۵
	☆ سوال نمبر۱: تحقیق کا لغوی و شرعی معنی	۳۷۵
	☆ تقلید جائز اور ناجائز	۳۷۶
	☆ کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟	۳۷۶
	☆ کن کی تقلید کی جائے؟	۳۷۶
	☆ کون تقلید کرے؟	۳۷۷

	☆ غیر مقلد کی تعریف	۳۷۷
	☆ سوال دوم: کیا لفظ تقلید کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے؟	۳۷۹
	☆ سوال سوم: کیا قرآن میں ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم ہے؟	۳۷۹
	☆ سوال چہارم: چاروں اماموں سے قبل کے لوگ کس کے مقلد تھے؟	۳۸۱
	☆ سوال پنجم: کیا ائمہ اربعہ کے بعد کوئی مجتہد ہوسکتا ہے؟	۳۸۳
	☆ سوال ششم: ایک امام کی تقلید کے وجوب کے دلائل وحکم	۳۸۳
	☆ سوال ہفتم: صاحبین نے امام صاحب سے اختلاف کیوں کیا؟	۳۸۴
	☆ سوال ہشتم: کسی امام نے اپنی تقلید کا حکم دیا؟	۳۸۴
	☆ سوال نہم: جو ائمہ اربعہ میں سے کسی سے تقلید نہ کرے اس کا حکم؟	۳۸۴
	☆ سوال دہم: کیا مسئلہ تقلید پر اردو زبان میں کوئی کتاب ہے؟	۳۸۵
۱۲	**دیباچہ انتصار الحق فی اکساد اباطیل معیار الحق**	۳۸۶
	☆ معیار الحق	۳۹۰
	☆ انتصار الحق	۳۹۱
	☆ مسئلہ تقلید	۳۹۲
	☆ قسم اول	۳۹۲
	☆ نوٹ ضروری	۳۹۳
	☆ قسم دوم	۳۹۳
	☆ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ	۳۹۴
	☆ قسم سوم	۳۹۴
	☆ قسم چہارم	۳۹۴
	☆ لطیفہ	۹۵
	☆ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے	۳۹۶
	☆ مولانا محمد حسین بٹالوی کی شہادت	۳۹۶
	☆ قاضی عبد الاحد خان پوری کی شہادت	۳۹۷

	☆ مسئلہ تقلید	۳۹۸
	☆ طریقۂ امتحان	۳۹۹
	☆ دوسرا طریقۂ امتحان	۴۰۰
	☆ تیسرا طریقۂ امتحان	۴۰۰
	☆ ان کی تقلید	۴۰۱
	☆ اسماء الرجال	۴۰۱
	☆ ایک دھوکہ	۴۰۲
۱۳	**غیرمقلدین کے تقلید سے متعلق پچاس سوالات کے جوابات**	۴۰۴
	☆ سوال نمبر (۱)	۴۰۴
	☆ تقلید کی تعریف	۴۰۵
	☆ سوال نمبر (۲)	۴۰۵
	☆ سوال نمبر (۳) کیا تقلید شخصی، اصطلاحی حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانے سے تھی؟	۴۰۵
	☆ سوال نمبر (۴)	۴۰۶
	☆ سوال نمبر (۵)	۴۰۶
	☆ دائرہ اجتہاد و تقلید	۴۰۷
	☆ تمہید	۴۰۸
	☆ تقلید	۴۰۹
	☆ سوال نمبر (۶)	۴۰۹
	☆ سوال نمبر (۷) چاروں ائمہ سے پہلے تقلید جاری تھی؟	۴۱۰
	☆ سوال نمبر (۸) ائمہ اربعہ سے قبل کس کی تقلید تھی؟	۴۱۰
	☆ سوال نمبر (۹)	۴۱۱
	☆ سوال نمبر (۱۰)	۴۱۲
	☆ سوال نمبر (۱۱)	۴۱۲
	☆ سوال نمبر (۱۲)	۴۱۳

	☆ سوال نمبر (۱۳)	۴۱۴
	☆ سوال نمبر (۱۴)	۴۱۴
	☆ سوال نمبر (۱۵)	۴۱۵
	☆ غیر مقلدین سے ہمارا سوال	۴۱۵
	☆ سوال نمبر (۱۶)	۴۱۵
	☆ سوال نمبر (۱۷)	۴۱۶
	☆ سوال نمبر (۱۸)	۴۱۷
	☆ سوال نمبر (۱۹)	۴۱۸
	☆ سوال نمبر (۲۰)	۴۱۹
	☆ سوال نمبر (۲۱)	۴۲۰
	☆ سوال نمبر (۲۲)	۴۲۰
	☆ سوال نمبر (۲۳)	۴۲۱
	☆ سوال نمبر (۲۴)	۴۲۱
	☆ سوال نمبر (۲۵)	۴۲۲
	☆ سوال نمبر (۲۶)	۴۲۲
	☆ سوال نمبر (۲۷)	۴۲۳
	☆ سوال نمبر (۲۸)	۴۲۳
	☆ سوال نمبر (۲۹)	۴۲۴
	☆ سوال نمبر (۳۰)	۴۲۵
	☆ سوال نمبر (۳۱)	۴۲۵
	☆ سوال نمبر (۳۲)	۴۲۷
	☆ سوال نمبر (۳۳)	۴۲۷
	☆ سوال نمبر (۳۴)	۴۲۸
	☆ سوال نمبر (۳۵)	۴۲۸

	☆ سوال نمبر (۳۶)	۴۳۰
	☆ سوال نمبر (۳۷)	۴۳۰
	☆ سوال نمبر (۳۸)	۴۳۱
	☆ سوال نمبر (۳۹)	۴۳۱
	☆ سوال نمبر (۴۰)	۴۳۱
	☆ سوال نمبر (۴۱)	۴۳۲
	☆ سوال نمبر (۴۲)	۴۳۳
	☆ سوال نمبر (۴۳)	۴۳۳
	☆ سوال نمبر (۴۴)	۴۳۴
	☆ سوال نمبر (۴۵)	۴۳۵
	☆ سوال نمبر (۴۶)	۴۳۶
	☆ سوال نمبر (۴۷)	۴۳۶
	☆ سوال نمبر (۴۸)	۴۳۷
	☆ سوال نمبر (۴۹)	۴۳۸
	☆ سوال نمبر (۵۰)	۴۳۸
۱۴	**تقلید پر مناظرہ کوہاٹ کی چند جھلکیاں**	۴۴۰
	☆ تمہید	۴۴۰
	☆ مناظرہ کا اثر	۴۴۱
	☆ مناظرہ سے فرار کا طریقہ	۴۴۲
	☆ ڈھٹائی کی حد	۴۴۲
	☆ دوسرا مناظرہ	۴۴۳
	☆ شرائطِ مناظرہ مابین اہل سنت والجماعت وغیر مقلدین	۴۴۴
	☆ موضوع بحث من جانب اہل سنت والجماعت	۴۴۶
	☆ ہمارا مسلک	۴۴۷

	☆ دلائل کی وضاحت	۴۵۰
	☆ غیر مقلدین کا دعویٰ کہ تقلید شخصی شرک ہے	۴۵۲
	☆ اُلٹی گنگا	۴۵۳
	☆ اہل سنت مناظر	۴۵۳
	☆ غیر مقلد کی پہلی دلیل اور اس کا جواب	۴۵۳
	☆ اہل سنت والجماعت کی پہلی دلیل	۴۵۴
	☆ غیر مقلد مناظر کا واویلا	۴۵۶
	☆ لفظی چکر	۴۵۶
	☆ ایک اور بدحواسی	۴۵۷
	☆ اہل سنت کی ایک اور دلیل	۴۵۷
	☆ قرآن کی تحریف معنوی	۴۵۹
	☆ ائمہ اور تقلید	۴۵۹
	☆ ترجمہ میں پریشانی	۴۶۰
	☆ تقلید کی تعریف میں ایک اور چکر	۴۶۱
	☆ حوالے کا مطالبہ اور منہ کی کھانا	۴۶۳
	☆ غیر مقلدین کی آخری دلیل	۴۶۳
	☆ ضمنی باتیں	۴۶۵
	☆ دوسری بات	۴۶۵
۱۵	**غیرمقلدین کا آپریشن اور ضرورت تقلید**	۴۶۸
	☆ اہل حدیث غیر مسلم	۴۶۹
	☆ آج تک چیلنج قبول نہیں ہوا	۴۶۹
	☆ تفسیر قرآن کا نام کوک شاستر	۴۷۰
	☆ اہل حدیث جھوٹے ہیں	۴۷۰
	☆ اختراع اہل حدیث	۴۷۰

	☆ منکرینِ فقہ	۴۷۱
	☆ استنباط، اجتہاد اور تقلید	۴۷۲
	☆ زمانہ خیر القرون گروہ در گروہ	۴۷۳
	☆ حجر پرستی شرک مگر ابن حجر پرستی توحید	۴۷۴
	☆ غیر مقلدیت منصب رسالت پر	۴۷۴
	☆ مقلد پٹے والا اور غیر مقلد بے پٹا کتا بن بیٹھا	۴۷۵
	☆ تقلید کیا ہے؟	۴۷۶
	☆ حسنِ ظن پر تلاوت	۴۷۷
	☆ غیر مقلدوں کا تقلیدی حج	۴۷۷
	☆ غیر مقلدوں کا تقلیدی جنازہ اور بلا جنازہ میت کو قبر میں پھینک آنا	۴۷۷
	☆ غیر مقلد عورت کی اپنے غلام سے صحبت	۴۷۸
	☆ روزہ رکھنے کی بجائے فدیہ دے دینا	۴۷۸
	☆ قرآن کا حال	۴۷۹
	☆ دنیا کا سب سے پہلا گناہ	۴۷۹
	☆ کیا صحابہ کرامؓ مشرک ہو گئے؟	۴۷۹
	☆ سیدنا صدیق اکبرؓ سے تقلید کا ثبوت	۴۸۰
	☆ حضرت عمرؓ سے تقلید کا ثبوت	۴۸۱
	☆ حضرت عثمانؓ سے تقلید کا ثبوت	۴۸۱
	☆ دورِ صحابہؓ میں ایک بھی غیر مقلد نہیں تھا	۴۸۲
	☆ غیر مقلدین خود چھپ کر تقلید کرتے ہیں، کیونکہ بغیر تقلید گزارا نہیں	۴۸۲
	☆ نبی پاک ﷺ پر جھوٹ اور عوام سے فراڈ	۴۸۷
	☆ طبقات غیر مقلدین	۴۹۰
	☆ غیر مقلد وکیل کا بیان	۴۹۱
	☆ نوٹ	۴۹۳

۱۶	**غیرمقلدین کی کہانی، اُن کی زبانی اور تقلید بارے اُن کی آراء**	۴۹۵
	☆ سوال (ا) اہلحدیث گروہ کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟	۴۹۵
	☆ عمل بالحدیث کے بارے ان کی اپنی شہادت	۴۹۶
	☆ ہمارے سب چھوٹے بڑے سرکار انگریز کے خیر خواہ ہیں	۴۹۷
	☆ کافروں سے جہاد حرام اور مسلمانوں میں فساد افتراق فرض	۴۹۸
	☆ ملکہ وکٹوریہ ملکہ معظمہ ہے	۴۹۹
	☆ انگریزی گورنمنٹ ہم پر خدا کی رحمت ہے	۵۰۰
	☆ میاں صاحب کی علمی خیانت	۵۰۱
	☆ غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی اور انکارِ حدیث کے حیلے	۵۰۱
	☆ حکومتِ برطانیہ کی طرف سے انعام	۵۰۲
	☆ پیرزال قحبہ کو طلاق	۵۰۳
	☆ اتباع است، نہ تقلید است	۵۰۴
	☆ غیر مقلد بے لگام ہو جاتا ہے	۵۰۶
	☆ تقلید شخصی مباح ہے	۵۰۸
	☆ امام اعظمؒ کی ہی تقلید واجب ہے	۵۱۰
	☆ دورِ صحابہؓ میں تقلید	۵۱۱
	☆ تابعین و تبع تابعین کے دور میں تقلید شخصی کا وجود	۵۱۲
	☆ ملکہ وکٹوریہ اہل کتاب تھی	۵۱۴
	☆ تقلید بدعت است	۵۱۵
	☆ تقلید بدعت سے بچاتی ہے	۵۱۵
	☆ غیر مقلدیت اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی	۵۱۶
	☆ تقلید فتنوں کا سرچشمہ ہے	۵۱۷
	☆ ایک مناظرہ کی جھلک	۵۱۹
	☆ کثیفہ	۵۲۰

	☆ فرقہ اہل حدیث کی علمی وعملی پوزیشن	۵۲۵
	☆ نصیحت	۵۲۶
۱۷	**امام شعرانیؒ اور تقلید**	۵۳۰
	☆ اُمتیوں کی آراء	۵۳۱
	☆ تنقید سدید	۵۳۱
	☆ تقلید	۵۳۲
	☆ امام شعرانیؒ	۵۳۲
	☆ مقام شعرانیؒ	۵۳۳
	☆ کیا دیکھا؟	۵۳۴
	☆ مقلد امام شافعیؒ	۵۳۸
	☆ قابل غور بات	۵۳۸
	☆ ہائے پریشانی	۵۳۹
	☆ رائے	۵۴۰
	☆ عبرت اوّل	۵۴۲
	☆ عبرتِ دوم	۵۴۲
	☆ بدعت	۵۴۳
	☆ مجتہدین اور تقلید	۵۴۳
	☆ عالم کامل	۵۴۵
	☆ مقام مجتہدین	۵۴۶
	☆ جامعیت	۵۴۶
	☆ ولی اور تقلید	۵۴۸
	☆ مجتہدین اور مقلدین	۵۵۰
	☆ لازم	۵۵۱
	☆ بڑی لغزش	۵۵۲

	☆ مثال اول	۵۵۲
	☆ مثال دوم	۵۵۳
	☆ نصیحت	۵۵۳
	☆ قیاس ابلیس	۵۵۳
	☆ مذہب امام	۵۵۴
	☆ مزید وضاحت	۵۵۶
	☆ شوریٰ	۵۵۷
	☆ مقام امام عالی مقام	۵۵۷
	☆ نوٹ	۵۶۰
	☆ عوام اور تقلید	۵۶۰
	☆ تقلید شخصی کا فائدہ	۵۶۱
	☆ مجتہد واسطہ فی التفہیم	۵۶۲
	☆ تقلید شخصی	۵۶۳
	☆ نوٹ	۵۶۳
	☆ اصحابِ سنن	۵۶۴
	☆ فرمان امام احمدؒ	۵۶۴
	☆ مسند امام اعظمؒ	۵۶۴
	☆ نوٹ	۵۶۶
	☆ امام سبکی کی نصیحت	۵۶۶
	☆ سند اور تعامل	۵۶۷
	☆ امام طبریؒ	۵۶۹
	☆ ایک علمی مسئلہ	۵۷۰
	☆ علامہ سیوطیؒ	۵۷۱
	☆ شیخ عزالدین بن جماعہؒ	۵۷۱

	☆ ابنِ حزم کا تجزیہ	۵۷۲
	☆ کشف	۵۷۴
۱۸	**تقلید کی برکات اور ترک تقلید کے نقصانات**	۵۷۵
	☆ تقلید کے فوائد و برکات	۵۷۵
	☆ تمام علوم وفنون کی تعلیم کا سلسلہ تقلید کی برکت سے جاری ہے	۵۷۵
	☆ دنیا میں صحت کا نظام بھی تقلید کی برکت سے قائم ہے	۵۷۶
	☆ دنیا کے تمام ادارے تقلید کی برکت سے چل رہے ہیں	۵۷۷
	☆ ہر گھر کا سکون تقلید کی برکت سے قائم ہے	۵۷۷
	☆ خاندانوں کی نسبی صحت کا دارومدار بھی تقلید سدید پر ہے	۵۷۸
	☆ خلفائے راشدین کی خلافت کا انعقاد بھی تقلید ہی کی بدولت ممکن ہوا	۵۷۹
	☆ خلافت صدیقیؓ	۵۷۹
	☆ خلافت فاروقیؓ	۵۸۰
	☆ خلافت عثمانیؓ	۵۸۱
	☆ تقلید شخصی کے بغیر احادیثِ نبویہؐ پر عمل کرنا خارج از امکان ہے	۵۸۲
	☆ علم اسماء الرجال کا دارومدار بھی تقلید سدید پر ہے	۵۸۵
	☆ اُمت مسلمہ کا ایک حرف پر اجماع بھی تقلید شخصی کی بدولت ممکن ہوا	۵۸۶
	☆ تقلید اتحاد و اتفاق کے لئے فضا سازگار کرتی ہے	۵۸۷
	☆ عہد صدیقی میں جمع قرآن کا واقعہ بھی تقلید ہی کی بدولت وقوع میں آیا	۵۸۸
	☆ قرآن وسنت کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ تقلید ہے	۵۸۸
	☆ تقلید صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے ادب واحترام کا سب سے بڑا ذریعہ ہے	۵۸۹
	☆ ترکِ تقلید کے نقصانات ومفاسد	۵۹۰
	☆ فساد نمبر 1	۵۹۰
	☆ ترکِ تقلید کے خمیر میں افتراق وانتشار اور فتنہ وفساد ہے	۵۹۱
	☆ غیر مقلدین کا اندرونی اختلاف وخلفشار	۵۹۵

	☆ فسادنمبر 2: کفر وارتداد، فسادنمبر 3: لادینیت والحاد	۵۹۸
	☆ فسادنمبر 4: فسق وفجور، فسادنمبر 5: نفاق	۵۹۸
	☆ مشہور غیر مقلد عالم مولانا قاضی عبدالاحد خانپوری کی تائید	۵۹۹
	☆ فسادنمبر 6: فتنۂ نیچریت	۶۰۲
	☆ فسادنمبر 7: فتنۂ انکارحدیث	۶۰۲
	☆ فسادنمبر 8: فتنۂ مرزائیت	۶۰۶
	☆ غیر مقلدین کی مرزائیت نوازی	۶۰۹
	☆ غیر مقلدوں کا مرزائن سے نکاح جائز ہے	۶۱۰
	☆ غیر مقلدوں کے مذہب میں مرزائیوں کی اقتداء میں نماز جائز ہے	۶۱۰
	☆ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا مرزائیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا	۶۱۰
	☆ فسادنمبر 9: تجدد واباحیت پسندی	۶۱۳
	☆ فسادنمبر 10: اجماع کی مخالفت	۶۱۴
	☆ مخالفت اجماع کی پہلی مثال	۶۱۴
	☆ مخالفتِ اجماع کی دوسری مثال	۶۱۶
	☆ مخالفت اجماع کی تیسری مثال	۶۱۸
	☆ فسادنمبر 11: صحابہ کرامؓ، ائمہ عظام اور سلف صالحین سے اعتماد کا اُٹھ جانا	۶۱۹
	☆ غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان کا ارشادِ گرامی	۶۲۰
	☆ صحابہؓ کی گستاخی	۶۲۱
	☆ مولانا داؤد غزنویؒ	۶۲۱
	☆ جماعتِ اہل حدیث کو امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بددعا لے بیٹھی ہے	۶۲۲
	☆ اصاغر غیر مقلدین کی اپنے اکابر کے بارے بدزبانی کی چند حیاسوز جھلکیاں	۶۲۲
	☆ مولوی عبدالستار دھلوی	۶۲۵
	☆ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی	۶۲۶
	☆ فسادنمبر 13: غیر مقلدین اور روافض	۶۲۷

	☆ غیر مقلدین چھوٹے رافضی ہیں	۶۲۹
	☆ غیر مقلدین کے ہاں متعہ جائز ہے	۶۳۰
	☆ اہل حدیث شیعہ علیؓ ہیں	۶۳۰
	☆ قیاس اور مذاہب اربعہ کے انکار میں روافض اور غیر مقلدین ہم رنگ ہیں	۶۳۰
	☆ فرقہ غیر مقلدین کا بانی عبدالحق بنارسی ہے	۶۳۳
	☆ ترکِ تقلید کا فساد نمبر 14: حدیث شریف سے بغاوت	۶۳۵
	☆ حدیث سے بغاوت کی مثال نمبر۱	۶۳۶
	☆ مثال نمبر۲۔ مثال نمبر۳۔ مثال نمبر۴	۶۳۷
	☆ مثال نمبر۵۔ مثال نمبر۶	۶۳۸
	☆ مثال نمبر۷۔ مثال نمبر۸	۶۳۹
	☆ فساد نمبر 15: انکارِ قرآن	۶۳۹
	☆ ترکِ تقلید میں سہولتِ نفس کا داعیہ کارفرما ہے	۶۴۱
	☆ غیر مقلدین سے چند سوالات	۶۵۱

جزء القراءۃ و جزء رفع الیدین مترجم

امام بخاریؒ کے دو رسالوں جزء القراءۃ اور جزء رفع الیدین کا ترجمہ اور ان پر محدثانہ، ناقدانہ اور محققانہ بحث مناظرِ اسلام، ترجمانِ اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے قلم سے

ناشر: **مکتبہ امدادیہ** ملتان

عرضِ مرتب

تجلیاتِ صفدر کی یہ تیسری جلد آنجناب کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اپنی بساط کے مطابق ''تجلیاتِ صفدر'' کو نئے پیرائے میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں، اور الحمدللہ کافی حد تک اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ جس کا اندازہ یقیناً قارئین کو ہوگا۔ اب اس تیسری جلد میں نماز کے درج ذیل اہم مسائل ''سنیت سبحانک اللھم''، ''مسئلہ قراءۃ خلف الامام''، ''تحقیق مسئلہ آمین''، ''نمازِ تراویح''، ''مرد و عورت کی نماز میں فرق''، ''گاؤں میں نمازِ جمعہ'' اور اس کے ساتھ ساتھ ضرورتِ تقلید پر حضرت اوکاڑوی مرحوم کے جملہ مضامین کو یک جا جمع کر دیا گیا ہے، جس سے قاری پر تقلید کی اہمیت و ضرورت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کی تصحیح میں حتی المقدور پوری کوشش کی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود جہاں غلطی محسوس کریں مجھ مرتب کو یا ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان کو ضرور مطلع کریں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

نعیم احمد

سبحانک اللھم الخ کا نماز میں مسنون ہونا

الحمد لِلّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ ولا نبوۃ بعدہ۔ اما بعد

میرے ایک عزیز دوست نے باغوائے غیر مقلدین یہ شوروغوغا برپا کردیا کہ حنفی نماز میں جو ثنا (سبحانک اللھم الخ) پڑھتے ہیں اِس کی حدیث ضعیف ہے اور اِس کا کوئی کامل ثبوت نہیں، اِس کی بجائے دوسری دعائیں نہایت صحیح اور قوی احادیث سے ثابت ہیں مگر حنفی صرف اپنے امام کے مذہب کی وجہ سے اُن کا انکار کرتے ہیں اور جب انکار بن نہیں پڑتا تو بلا دلیل کہہ دیتے ہیں کہ یہ دعائیں نوافل میں پڑھنے کی ہیں نہ کہ فرائض میں، اِس وجہ سے اِس عاجز ہیچمداں نے کتب احادیث وفقہ کی ورق گردانی کی اور بعض مشہور دعاؤں کو یکجا جمع کردیا اور اُن کی محدثانہ تحقیق اور فقیہانہ احکام کو تحریراً عرض کردیا اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔

دعا اول:۔

عن ابی ھریرۃ ؓ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یسکت بین التکبیر وبین القراءۃِ اسکاتۃ قال احسبہ قال ھنیئۃً فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ اسکاتک بین التکبیر والقراءۃِ ما تقول قال اقول

اللھم باعدبینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماءِ والثلجِ والبردِ (ہم سے ابوہریرہؓ نے حدیث بیان کی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان تھوڑی دیر چپ رہتے تھے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ اس تکبیر اور قراءت کے درمیان کی خاموشی کے دوران کیا پڑھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پڑھتا ہوں۔ **اللھم باعدبینی وبین خطایای الخ** (بخاری ص ۱۰۳، ج ۱. مسلم ص ۲۱۹، ج ۱، ابوداؤد ص ۷۹، ج ۱، نسائی ص ۹۰، ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۹)

علامہ حلبیؒ اِس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں وھو اصح من الکل ومتفق علیہ ومع ذالک انہ لم یقل بسنیتہ عیناً احد من الائمۃِ الاربعۃ (کبیری ص ۲۹۵) یعنی چاروں اماموں میں سے کوئی امام بھی خاص اس دعا کے سنت ہونے کا قائل نہیں اگرچہ سند نہایت صحیح ہے۔

دعادوم:-

اخرج مسلم (ص ۲۱۹، ج ۱) ونسائی (ص ۹۱ ج ۱) و (ابوداؤد ص ۱۱۸ ج ۱) عن طریق حماد عن قتادہ وثابت وحمید عن انسؓ اِن رجلاً جاءَ ودخل الصف وقد حفزہ النفس وقال الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ فلما قضیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوٰتہ قال ایکم المتکلم بالکلماتِ فارم القوم فقال ایکم المُتکلم بھا فانہ لم یقل بأساً فقال رجل "جئت وقد حفزنی النفس فقلتھا فقال لقد رأیتُ اثنی عشر ملکاً یبتدرونھا ایھم یرفعھا (ایک شخص نماز میں اِس حالت میں شریک ہوا کہ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اس نے کہا" اللّٰہ اکبر الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاًفیہ "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا" یہ کلمات کس نے

کہے تھے؟ اور اس نے کوئی نامناسب بات نہیں کی" پس وہ شخص بولا یا رسول اللہ! میں جب آیا تو میری سانس پھولی ہوئی تھی پس وہ کلمات میں نے کہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا جو ان کلمات کو عرش پر لیجانے کے لئے ان کی طرف لپک رہے تھے) اِس حدیث میں کوئی موقعہ ہی متعین نہیں اِسی لئے آئمہ اربعہ میں سے کوئی امام اِس دعا کو نماز کی سنتوں میں ذکر نہیں کرتا۔

دعا سوم:۔

اخرج مسلم (ص ۲۲۰، ج ۱) عن ابن عمرؓ قال بینما نحن نصلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ قال رجل" فی القوم الله اکبر کبیراً والحمد لله کثیراً وسبحان الله بکرةً واصیلاً فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم من القائل کلمة کذا وکذا قال رجل من القوم انا یارسول الله قال عجبتُ لها فتحت لها ابواب السماءِ وقال ابن عمرؓ فما ترکتهن منذ سمعت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ذالک.

(یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی نے یہ دعاء پڑھی **الله اکبر کبیرا والحمد لله کثیرا وسبحان الله بکرة واصیلا** تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات کہنے والا کون تھا تو اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان پر تعجب کیا کہ ان کلمات کے کہنے پر آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب سے یہ بات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے کبھی ان کلمات کو ترک نہیں کیا۔) **وقال ابو داؤد حدثنا عمرو بن مرزوق انا شعبة عن عمرو بن مرة عن عاصم العنزی عن ابن جبیر بن مطعم عن ابیه انه رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی صلوة قال عمرو لا ادری ای صلوٰة هی فقال الله اکبر کبیرا الله اکبر کبیرا الله اکبر کبیرا الحمد لله کثیرا الحمد**

للّٰه کثیرا وسبحان اللّٰه بکرة واصیلاً ثلاثااعوذ باللّٰه من الشیطان من نفثه ونفخه وهمزه قال نفثه الشعرونفخه الکبروهمزه المؤنة (جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نماز میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ اللہ اکبر کبیرا (تین مرتبہ) الحمد للہ کثیرا (تین مرتبہ) سبحان اللہ بکرة واصیلا (تین مرتبہ) اعوذ باللّٰه من الشیطن الرجیم من نفخه ونفثه وهمزه) حدثنا مسدد ثنا یحییٰ عن مسعرٍ عن عمرو بن مرة عن رجلٍ عن نافع بن جبیر عن ابیه قال سمعتُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول فی التطوع ذکر نحوه‘ (پھر حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضورؐ کو نفل نماز میں یہ پڑھتے ہوئے سنا۔) (ابوداؤد ص ۱۱۸ ج ۱) قلت فیه رجل لم یسم وهو عاصم العنزی المذکور اولاً اِس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا نفل نماز میں تھی۔

دعاء چہارم:

حدیث علیؓ:- اخرج الترمذی فی باب ما جاءَ عند افتتاح الصلوٰة باللیل (ص ۱۸۰، ج ۲) حدثنا الحسن بن علی الخلال نا سلیمان بن داؤد الهاشمی ناعبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن موسیٰ بن عقبة عن عبداللّٰه بن الفضل عن عبدالرحمٰن الاعرج عن عبیداللّٰه بن ابی رافع عن علی بن ابی طالبؓ عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه کان اذا قام الی الصلوٰةِ المکتوبةِ رفع یدیه حذو منکبیه ویصنع ذالک اذاقضی قراءته واراد ان یرکع ویصنعه اذا رفع راسه من الرکوع ولا یرفع یدیه فی شئٍ من صلوته وهو قاعد فاذا قام من السجدتین رفع یدیه کذالک فکبر ویقول حین یفتتح الصلوٰة بعد التکبیر وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰتِ والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لِلّٰه ربِ العالمین لا شریک له وبذالک امرت وانا من المسلمین اللهم انت

الملک لا الہ الا انت سبحانک انت ربی وانا عبدک ظلمتُ نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنبی جمیعاً انہ لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت لبیک وسعدیک وانابک والیک ولا منجا منک ولا ملجاء الاالیک استغفرک واتوب الیک ثم یقرأ فاذا رکع کان کلامہ فی رکوعہ ان یقول اللھم رکعتُ وبک آمنتُ ولک اسلمتُ وانت ربی خشع سمعی وبصری ومُخی وعظمی للّٰہ ِرب العالمین فاذا رفع راسہ من الرکوعِ قال سمع اللّٰہ لمن حمدہ ثم یتبعھا اللھم ربنا لک الحمد ملاء السمٰوٰتِ والارضِ وملاء ماشئت من شئٍ بعد فاذا سجد قال فی سجودہ اللھم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمتُ وانت ربی سجد وجھی للذی خَلَقَہٗ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللّٰہ احسن الخالقین ویقول عند انصرافہ من الصلوٰۃِ اللھم اغفرلی ما قدمتُ وما اخرت وما اسررتُ وما اعلنتُ وانت الٰھی لا الہ الا انت (حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھاتے اسی طرح رکوع کے بعد کھڑے ہوکر بھی کرتے، اس کے علاوہ تشہد اور سجدوں وغیرہ کے دوران ہاتھ نہ اُٹھاتے (رفع یدین نہ کرتے) پھر دو رکعتیں پڑھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو بھی رفع یدین کرتے اور جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھتے ''وجھت وجھی'' سے ''اتوب الیک'' پھر قرأت کرتے اور رکوع میں جا کر یہ دعا پڑھتے ''**اللھم لک رکعت**'' سے ''**رب العلمین**'' تک پھر رکوع سے سر اُٹھاتے وقت ''**سمع اللہ لمن حمدہ، اللھم ربنالک الحمد من شئ بعد**'' تک دعا پڑھتے پھر سجدے میں جاتے تو'' **اللھم لک سجدت**'' سے ''**احسن الخالقین**'' تک پڑھتے پھر نماز ختم

کرنے لگتے تو ''اللھم اغفرلی'' سے آخر تک دعا پڑھتے۔ ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علیٰ ھذاالحدیث عند الشافعیؒ وبعض اصحابنا وقال بعض اھل العلم مِن اھل الکوفۃِ وغیرھم یقول ھذا فی صلوٰۃِ التطوع ولا یقولہ فی المکتوبۃِ سمعت ابا اسماعیل یعنی الترمذی یقول سمعت سلیمان بن داؤد الھاشمی یقول وذکر ھذاالحدیث فقال ھذا عندنا مثل حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ (انتھیٰ کلام الترمذیؒ)

واخرج ابوداؤد فی باب مایستفتح بہ الصلوٰۃ من الدعاء (ص ۱۱۸ ج ۱) بھذا السند مثلہ'۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں وفیہ استحباب الاستفتاحِ بما فی ھذاالحدیث الا ان یکون اماماً لقومٍ لا یؤثرون التطویل (نووی شرح صحیح مسلم ص ۲۶۳، ج ۱) اِس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ اِس دعا کو فرائض میں پڑھنے کے قائل ہیں، باقی رہا یہ کہ شوافع کے نزدیک یہ دعا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا مستحب تو امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ یہ دعا مستحب ہے اور وہ بھی اِس شرط کے ساتھ مقتدی اتنی لمبی دُعا سے تنگ نہ ہوں ورنہ مقتدیوں کی رعایت مقدم ہوگی اور اِس کو ترک ہی کرنا پڑے گا۔

یہ یاد رہے کہ شوافع جو اِس کے استحباب کے قائل ہیں اُن کے استدلال کا دارومدار لفظ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ پر ہے لیکن علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ غیر محفوظ ہے (آثار السنن ص ۹۲)

تحقیق:-

اِس حدیث کو امام مسلمؒ نے باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعاءہ باللیل ص ۲۶۳، ج ۱ اور امام ترمذیؒ نے باب مذکور ص ۱۸۰، ج ۲ پر دو سندوں سے اِس حدیث کو ذکر کیا ہے، مگر اُن میں نہ یہ لفظ ہے نہ رفع یدین کا ذکر ہے، سند اول یوسف بن الماجشون عن ابی عن عبدالرحمٰن الاعرج الخ دوسری سند عبدالعزیز بن

ابی سلمۃ عن عمہ الماجشون عن الاعرج الخ اور یہ دوسری سند ابوداؤد ص ۱۱۷، ج ۱ نسائی ص ۹۱، ج ۱ نے بھی روایت کی ہے، اُن میں سے کسی میں لفظ مکتوبہ اور رفع یدین کا نہیں ہے بلکہ امام مسلمؒ کی ایک روایت میں تو صلوٰۃ اللیل کی تصریح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر بلوغ المرام مترجم ص ۴۷ پر فرماتے ہیں وفی روایۃ لہ (مسلم) اِن ذالک فی صلوٰۃ اللیل اور عون الودود شرح ابوداؤد میں ہے وامّا مسلم فقیّد بصلوٰۃ اللیل وزاد لفظ من جوف اللیل (ص ۷٦، ج ۱) ان تین سندوں کے علاوہ بیہقی نے باب افتتاح الصلوٰۃ بالتکبیر میں حضرت علیؓ کی اس حدیث کو ایک چوتھی سند سے روایت کیا ہے اور وہ سند یہ ہے ابن جریح عن موسیٰ بن عقبہ عن عبداللہ بن الفضل عن عبدالرحمٰن الاعرج عن عبیداللہ بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب (الحدیث) اِس میں بھی نہ تو رفع یدین کا ذکر ہے نہ مکتوبہ کا لفظ واخرج النسائی قال اخبرنا یحییٰ بن عثمان الحمصی حدثنا ابن حمیر قال حدثنا شعیب بن حمزۃ عن محمد بن المنکدر وذکر آخر قبلہ عن عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج عن محمد بن مسلمۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا قام یصلّی تطوعاً قال اللّٰہ اکبر وجہت وجہی الحدیث (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں وجہت وجہی الخ دعاء پڑھتے تھے) (ص ۹۱، ج ۱) واخبرنا یحییٰ بن عثمان الحمصی حدثنا ابو حیوٰۃ حدثنا شعیب عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث مختصراً (ص ۱۰۵، ج ۱)

خلاصہ کلام:-

یہ حدیث تین صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے:

(۱) جابر بن عبداللہؓ۔ ان کی حدیث میں نہ مکتوبہ کا لفظ ہے اور نہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۲) محمد بن مسلمہؓ۔ ان کی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں اور مکتوبہ (فرض) کی

بجائے تطوعاً (نفل) کا لفظ ہے۔

(۳) علی بن ابی طالبؓ سے یہ حدیث چار سندوں سے مروی ہے جن میں سے تین سندوں میں نہ تو رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ مکتوبہ کا لفظ، بلکہ صحیح مسلم شریف کی صحیح ترین روایت کے مطابق اُس میں جوف اللیل اور صلوٰۃ اللیل کا ذکر ہے اور محدثین کے نزدیک یہی صحیح ہے اِسی لئے امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ نے تصریحاً اِن کو صلوٰۃ اللیل کے باب میں نقل کیا ہے اِس لئے ضروری ہوا کہ ہم اُس چوتھی سند کی تحقیق کریں جو حضرت علیؓ کی تین صحیح سندوں اور دو صحابہ کرام کے خلاف ہے۔

اس چوتھی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ہے یہ دونوں باتیں اِسی نے زیادہ کی ہیں (عبدالرحمٰن کے بارے میں ھیثمی نقل کرتے ہیں کہ امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر میں اسی طرح ہے)

(۱) امام بخاریؒ (۲) امام مالکؒ (۳) امام ترمذیؒ کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہے چنانچہ امام ترمذیؒ باب المسح علی الخفین میں حدیث مغیرہ بن شعبہ کے تحت نقل فرماتے ہیں **قال محمد (بخاری) وکان مالک یشیر لعبدالرحمٰن بن ابی زناد (ص ۴۱، ج ۱) قال احمد بن حنبلؒ مضطرب الحدیث قال ابو حاتم لا یحتج بہ وقال عمرو بن علی ترکہ ابن مھدی (تھذیب التھذیب)** اِن چھ حضرات کے نزدیک تو یہ پہلے ہی ضعیف تھا اِس پر آفت یہ بنی کہ آخری عمر میں اُس کا حافظہ بالکل خراب ہو گیا تھا **ھو صدوق تغیّر حفظہ لمّا قدم بغداد وکان فقیھاً من السابعۃِ (تقریب)** اِس سے معلوم ہوا کہ جب سے آخری عمر میں وہ بغداد میں قیام پذیر ہوا اُس کی کوئی روایت صحیح نہیں اور اِس حدیث میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے روایت کرنے والا سلیمان بن داوٗد الھاشمی ہے یہ بغدادی ہے (تقریب) (لہٰذا یہ حدیث بغداد میں روایت کردہ ہے) تو یہ سند بالاتفاق ضعیف ہوئی، پس اِس میں یہ دونوں باتیں یعنی مکتوبہ کا لفظ اور رفع یدین کا ذکر جو دوسرے نہایت معتبر راویوں کے خلاف ہے مردود و منکر ہوا پس ثابت ہو گیا کہ یہ دعا نوافل

میں پڑھ سکتا ہے مکتوبہ والی روایت بالکل صحیح نہیں۔

رفع یدین:۔

ہمارے غیر مقلد دوست اِس حدیث کو رفع یدین کے سنت ہونے کے ثبوت میں بھی ذکر کیا کرتے ہیں مگر تحقیق بالا سے معلوم ہوگیا کہ اِس حدیث میں رفع یدین کا ذکر کرنے میں ابن ابی الزناد منفرد ہے اور اُس کی وہ روایات سب ضعیف ہیں جو اُس نے بغداد میں بیان کیں۔

(۱) اخرج الدار قطنی فی کتاب العلل من طریق عبدالرحیم بن سلیمان عن ابی بکر بن عبداللّٰہ النھشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن علی بن ابی طالبؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ الّتی یفتتح بہ الصلوٰۃ ثم لا یرفعھما فی شیٔ من الصلوٰۃ (یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے)(درایہ) عبدالرحیم بن سلیمان صحاح ستہ کا اجماعی شیخ اور ثقہ ہے (تقریب) اور ابوبکر صدوق رُمی بالارجاءِ من السابعۃ (تقریب) علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام احمد۔ یحیٰ بن سعید القطان اور عجلی سے اُس کا ثقہ ہونا نقل کر کے آخری فیصلہ یہ لکھا ہے ھو حسن الحدیث ہے پس یہ حدیث جو کہ حسن ہے ابن ابی الزناد کی حدیث کے خلاف ہے اور حضرت علیؓ کا عمل بھی اِسی کے موافق ہو رہا ہے۔

عمل حضرت علیؓ:۔

(۲) اخرج ابو بکر بن ابی شیبہ قال حدثنا وکیع عن ابی بکر بن عبداللّٰہ بن قطاف النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاؓ کان یرفع یدیہ اذاافتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود واخرج محمد بن الحسن فی الموطا اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ قال رأیت

علی بن ابی طالب رفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ المکتوبۃ و لم یرفعھما فیما سوی ذالک. (یعنی حضرت علیؓ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے اور پھر کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے)

النہشلی :-

علامہ ابن ترکمانی جوہر النقی میں فرماتے ہیں **والنھشلی اخرج لہ مسلم والترمذی والنسائی وغیرھم ووثقہ احمد بن حنبل و ابن معین وقال ابو حاتم شیخ صالح یکتب حدیثہ ذکرہ، ابن ابی حاتم وقال الذھبی فی کتابہ رجل صالح تکلم فیہ ابن حبان بلاوجہ** (یعنی مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ نے نھشلی کی احادیث کو لیا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور امام ابن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔ اور ابو حاتم فرماتے ہیں کہ نھشلی نیک شیخ ہے اس کی حدیث لکھی جائے۔ اور علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ نھشلی نیک آدمی ہے۔ اور ابن حبان نے اس پر بلا وجہ تکلم کیا ہے۔ **(آثار السنن ص ۱۳۷)**

محمد بن ابان بن صالح :-

قال احمد لم یکن ممن یکذب وقال ابن ابی حاتم سألت ابی عنہ فقال لیس بالقوی یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ (لسان المیزان لابن حجرؒ)

بہر حال محمد بن ابان صالح للمتابعۃ ہے.

(۳) اخرج ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا وکیع وابو اُسامہ عن شعبۃ عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبداللّٰہ واصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوٰۃ ثم لا یعودون وسندہ، صحیح جلیل (الجوھر النقی ص ۱۳۹، ج ۱) تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابواسحاق نے حضرت علیؓ کے پیچھے جمعہ پڑھا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کا خطبہ سُنا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ ابواسحاق کی ملاقات حضرت علیؓ سے دو دفعہ ہوئی ہے ایک دفعہ جمعہ کے مجمع عام میں دوسری

دفعہ بھی اُن کے وعظ میں تو ابو اسحاق نے دیکھا کہ اُس سارے مجمع میں جس میں صحابہ اور تابعین تھے جو حضرت علیؓ کے مقتدی اور ابن مسعودؓ کے بھی ساتھی تھے ایک شخص بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

معزز ناظرین! اب فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے کہ صحیح حدیث مرفوع اور حضرت علیؓ کے عمل اور آپ کے تمام مقتدیوں اور ساتھیوں کے اجماع و اتفاق کے خلاف ابن ابی الزناد کی منکر روایت کیا وزن رکھتی ہے، اب دو ہی باتیں ہیں کہ یا تو اُس رفع یدین والی روایت کو بالکل بے اصل قرار دیا جائے یا منسوخ قرار دیا جائے کیونکہ حضرت علیؓ جیسے فدائی رسول کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ خود ایک محکم اور صحیح روایت بیان کر کے نہ خود اُس پر عمل کریں نہ اپنے مقتدیوں کو ترغیب دیں۔

الغرض اِس حدیث میں ضعف کے ساتھ احتمالِ نسخ بھی موجود ہے اور حضرت علیؓ اور صحابہؓ و تابعینؒ نے بالاتفاق اِس حدیث پر عمل ترک کر دیا تھا تو اب اِس کو سنت نہیں کہا جا سکتا۔

(۱) سبحانك اللّٰھم کے دلائل:۔

اخرج النسائی قال اخبرنا عبیداللّٰہ بن فضالہ بن ابراھیم نا عبدالرزاق حدثنا جعفر بن سلیمان عن علی بن علی عن ابی المتوکل عن ابی سعیدؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ قال سبحٰنک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک (۲) اخبرنا احمد بن سلیمان حدثنا زید بن الحباب ثنی جعفر بن سلیمان عن علی بن علی الخ مثلہ (ص ۹۱، ج ۱) (۳) واخرج ابن ماجۃ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ ثنا زید بن الحباب مثل النسائی بعینہ (ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں سبحانک اللّٰھم پڑھتے تھے) **(ص ۵۸) قال الھیثمی رواہ احمد ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص ۲۶۵، ج ۲)**

حدیث عائشہؓ :

(۴) اخرج الترمذی(ص ۶۲، ج ا) وابن ماجة (ص ۵۹) من طریق حارثة بن ابی رجال عن عمرة عن عائشة قالت کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة قال سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں سبحانک اللھم پڑھتے تھے) قال ابو عیسیٰ هذا حدیث لا نعرفه الا من هذاالوجه وحارثة قد تکلم فیه مِن قبل حفظه وابو الرجال اسمه محمد بن عبدالرحمٰن.

(۵) واخرج ابوداؤد حدثنا الحسین(ثقه) بن عیسیٰ ثنا طلق بن غنام (ثقه) ثنا عبدالسلام بن حرب الملائی(ثقه) عن بدیل (ثقه) بن میسره عن ابی الجوزاء عن عائشةؓ قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا استفتح الصلوة قال سبحٰنک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں سبحانک اللھم پڑھتے تھے) قال ابو داؤد هذاالحدیث لیس بالمشهور عن عبدالسلام بن حرب لم یروه الا طلق بن غنام وقدروی قصة الصلوٰة عن بدیل جماعة لم یذکروا فیه شیأً من هذا(ص ۱۱۹، ج ا) قلت طلق بن غنام اخرج عنه البخاری فی الصحیح وعبدالسلام بن حرب اخرج له الشیخانِ و وثقه ابن حبان وابو حاتم وقدصحح الحاکم هذا الحدیث واوردله شاهد وقال الحافظ اسناد رجاله ثقات" (کذافی عون الودود ص ۷۸)قال الطیبی والتورپشتی رواه ابو داؤد فی جامعه وهو اسناد حسن" رجاله مرضیون (کذاعلی هامش الترمذی ص ۶۲) الغرض اِس حدیث کے تمام راوی نہایت ثقہ ہیں، رہا پہلی سند کے متعلق ترمذی کا یہ فرمانا کہ حارثہ کا حافظ بعض کے

نزدیک اچھا نہ تھا اور حارثہ کے سوا اِس حدیث کو کوئی اور شخص روایت نہیں کرتا تو یہ غلط ہے کیونکہ ابوداؤد کی صحیح سند میں دوسرے طریق سے اور حاکم نے ایک تیسرے طریق سے بھی اِس کو روایت کیا ہے اور اصول حدیث کا مسلمہ اصول ہے کہ ایسے راوی جس کے حافظہ میں غلطی ہو اگر کوئی متابع یا شاھد ہو تو دونوں سندیں صحیح ہوتی ہیں لہٰذا ابوداؤد اور ترمذی کی دونوں سندیں صحیح ہوئیں وھو المقصود والحمد للّٰہ علی ذالک۔

حدیث انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

(٦) **الطریق الاول** :- اخرج الطبرانی فی کتاب المفرد فی الدعا حدثنا محمود بن محمد الواسطی ثنا زکریا بن یحییٰ رحمویه ثنا الفضل بن موسیٰ الشیبانی عن حمید الطویل عن انس بن مالک قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذااستفتح الصلوة قال سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم افتتاحِ صلوۃ میں سبحانک اللّٰھم پڑھتے تھے) قال الحافظ ابن حجر اسناده' جیّد (الدرایه ص ٧٠) الغرض اِس سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(٧) دوسری سند:- اخرج الدار قطنی فی سننه فی باب ما یقال بعد تکبیرة الافتتاح (ص ١١٧) حدثنا ابو محمد بن صاعد ثنا الحسین بن علی بن الاسود ثنا محمد بن الصلت ثنا ابو خالد الاحمر عن حمید عن انسؓ قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذاافتتح الصلوٰة کبّر ثم رفع یدیه حتیٰ یحاذی با بهامیه اُذنیه ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہتے اور کانوں تک ہاتھ اُٹھاتے اور پھر سبحانک اللّٰھم پڑھتے) ثم قال اسناده' کلهم ثقات (زیلعی ص ٣٢٠، ج ١) وقال الهیثمی رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ص ١٠٧، ج ٢)

قلتُ تکلم بعض الناس فی الحسین بن علی من قبل حفظه وهو مدفوع بالمتابعة الجيّدة و الشاهد .

(۸) الطریق الثانی:- اخرج الطبرانی فی کتابه المفرد فی الدعا حدثنا ابو عقیل انس بن مسلم الخولانی ثنا ابو الاصبغ عبدالعزیز بن یحییٰ ثنا مخلد بن یزید عن عائذ بن شریح عن انس بن مالکؓ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا استفتح الصلوٰة یکبّر ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک (یعنی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کے بعد سبحانک اللّٰھم دعاء پڑھتے) (زیلعی ص ۳۲۱، ج ۱) قلت عائذ بن شریح ضعیف وتابعه حمید فی الطریق الاول فهذا الطریق ایضاً صالح للاستشهاد الغرض حدیث انسؓ مجموعی اسانید کے اعتبار سے نہایت صحیح ہے۔

حدیث ابن مسعودؓ صاحب مطهرة والسواک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۹) اخرج الطبرانی فی معجمه حدثنا محمد بن عبداللّٰه الحضرمی ثنا ابو کریب ثنا فردوس الاشعری ثنا مسعود بن سلیمان قال سمعت الحکم یحدث عن ابی الاحوص عن عبداللّٰه (ابن مسعود) قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا استفتح الصلوة قال سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (یعنی حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم افتتاحِ صلوۃ میں سبحانک اللّٰھم پڑھتے)

(زیلعی ص ۳۲۲، ج ۱)

(۱۰) حدیث واثلهؓ:- اخرج الطبرانی بطریق مکحول عن واثلةؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقول اذا افتتح الصلوة سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک (یعنی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو سبحانک اللّٰھم پڑھتے) (زیلعی ص ۳۲۳، ج۱)

حدیث حکم بن عمیر الثمالی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم:

(۱۱) اخرج الطبرانی قال حدثنا محمد بن ادریس المصیصی والحسین بن اسحاق التستری قالا ثنا احمد بن النعمان الفراء المصیصی ثنا یحییٰ بن لیلیٰ الاسلمی عن موسیٰ بن حبیب عن الحکم بن عمیر الثمالی قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعلّمنا اذاقُمتم الی الصلوٰۃ فارفعوا ایدیکم ولا تخالف آذانکم ثم قولوا اللّٰہ اکبر سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا الہ غیرک الحدیث (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم نماز دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتو ہاتھوں کو اُٹھاؤ اور سبحانک اللھم وبحمدک الخ پڑھو) (زیلعی ص ۳۲۳، ج۱) قال الھیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ یحییٰ بن لیلیٰ الاسلمی وھو ضعیف (مجمع الزوائد ص ۱۰۲ ج۲)

تعاملِ خلفائے راشدین

(۱۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

اخرج امام محمدؒ فی کتاب الآثار اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان ناساً من اھل البصرۃ اتوا عند عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ لم یأتوہ الا لیسألوہ عن افتتاح الصلوۃ قال فقام عمر بن الخطاب فافتتح الصلوۃ وھم خلفہ ثم جَھَرَ فقال سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدُّک ولا الہ غیرک قال بعد وبھذا نأخذ فی افتتاح الصلوٰۃ ولکن لا نری ان یجھر بذالک الامام ولا من خلفہ وانما جھر بذالک عمرؓ لیعلّمھم

ما سألوه عنه (یعنی بصرہ سے لوگ حضرت عمرؓ کے پاس صرف نماز کی افتتاحی دعاء پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے تعلیم دینے کی غرض سے اُونچی آواز میں سبحانک اللّٰھم پڑھی لیکن یادرکھیں کہ یہ اونچی آواز سے پڑھنا محض تعلیم کے لئے تھا مسنون نہیں)

(۱۳) اخرج مسلم (ص ۱۷۲، ج ۱) حدثنامحمد بن المهران الرازی قال نا الولید بن مسلم قال نا الاوزاعی عن عبدة ان عمر بن الخطاب کان یجهر بهؤلاءِ الکلماتِ یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک (یعنی حضرت عمرؓ بعض اوقات تعلیم دینے کے لئے **سبحانک اللّٰهم** اونچی آواز سے پڑھتے تھے) **قال المنذری وعبدة لا یعرف له سماع عن عمرؓ وانما سمع من ابنه عبداللّٰه ویقال انه رأی عمر رؤیة انتهیٰ وقال صاحب التنقیح انما اخرجه مسلم فی صحیحه لانه سمعه من غیره.**

(۱۴) اخرج الحاکم فی المستدرک فی باب دعاء افتتاح الصلوة عن الاعمش عن الاسود عن عمر بن الخطابؓ انه کان یقوله وصححه، (ص ۲۳۵، ج ۱).

(۱۵) اخرج الدار قطنی (ص ۱۱۳) والطحاوی (ص ۱۱۷، ج ۱) من طریق ابراهیم النخعی عن الاسود عن عمر بن الخطابؓ انه کان اذاافتتح الصلوٰة قال سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک (یعنی حضرت عمرؓ نماز شروع کرتے وقت **سبحانک اللهم الخ** دعا پڑھتے تھے) **قلت قال النیموی اسناده، صحیح (آثار السنن ص ۹۲)**

(۱۶) اخرج الدار قطنی فی کتاب العلل عن اسماعیل بن ابی عیاش عن عبدالملک بن حمید ابن ابی عبید عن ابی اسحاق السبیعی عن الاسود عن عمربن الخطاب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مثله، (حضرت عمرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سبحانک اللھم پڑھتے تھے) وقال الشافعیؒ فی رسالة اصول الفقه (ص ۳۸) فکان الذی نذھب الیه ان عمرؓ لا یعلم الناس علی المنبر بین ظھرا نی اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا ما علمه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یقیناً حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو وہی دعاء سکھایا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سکھائی تھی) (بغیة الالمعی ص ۳۲۲)

(۱۷) ذکر الجصاص عن عمرؓ ان ھذہِ الآیة یعنی فسبح بحمد ربک حین تقوم انه قول المصلی عند افتتاح الصلوٰة سبحانک اللھم وبحمدک ذکرہ‘ الضحاک عن عمرؓ (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ سورة ق اور سورت طور میں مذکور فسبح بحمدک ربک حین تقوم سے مراد نماز کے شروع میں نمازی کا سبحانک اللھم کہنا ہی ہے) (احکام القرآن) قال الشیخ ابن الھمام ولما ثبت عن فعل الصحابة کعمر وغیرہ الافتتاح بعدہ‘ علیه الصلوٰة والسلام بسبحانک اللھم مع الجھر به لقصد تعلیم الناس لیقتدوا ویأنسوا کان دلیلاً علٰی انه الذی کان علیه صلی اللّٰه علیه وسلم آخر الامر (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کبار صحابہ مثل عمرؓ وغیرہ کا سبحانک اللھم سے نماز شروع کرنا اور تعلیم کی غرض سے اونچا پڑھنا تا کہ لوگ یہ دعاء پڑھیں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری معمول سبحانک اللھم پڑھنے کا تھا) (فتح القدیر) اور صاحب بحر الرائق نے دعا نمبر دوم کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے اِن ذالک کان فی اوّل الامر ویدل علیه ان عمرؓ حین جھر جھر بالثناءِ فقط لیقتدی الناس به ویتعلموا منه فھو ظاھر فی انه الذی کان آخر الامر فی الفرائض کذافی الزجاجة (یعنی دوسری دعائیں ابتداء اسلام میں تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے جو دعاء اونچی آواز سے پڑھی وہ سبحانک اللھم ہی ہے اور یہ اس بات کی واضح

دلیل ہے کہ فرائض میں آخری امر سبحانک اللھم پر ہی آ ٹھہرا) (ص ۲۳۸، ج ۱)

الحاصل :۔

حضرت عمرؓ کے فرمان کے مطابق یہی ثنا قرآن سے ثابت ہے اور امر خداوندی کا امتثال ہے اور یہی دعا حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے نزدیک ثابت تھی اور اِسی دعا کو برسرِ عام انہوں نے لوگوں کو سکھایا، کسی ایک صحابی نے بھی اِس پر انکار نہ فرمایا تو گویا اِس ثنا پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جامع القرآن:

(۱۸) **عن ابی وائل قال کان عثمانؓ اذاافتتح الصلوٰۃ یقول سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا الہ غیرک یُسمعنا ذالک رواہ الدار قطنی (زجاجۃ المصابیح ص ۲۳۶، ج ۱)**

(۱۹) **اخرج الطحاوی وسعید بن منصور عن ابی بکر صدیقؓ مثلہ'.**

(۲۰) **اخرج الطحاوی عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ مثلہ'** (یعنی حضرت عثمانؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ **سبحانک اللھم** پڑھتے تھے نماز کے شروع میں اور عثمان مقتدیوں کو سناتے بھی تھے)

(۲۱) **اخرج الامام محمد بن الحسن فی کتاب الآثار حدثنا ابو حنیفۃ قال ثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی قال اربع یخفیھن الامام التعوّذ وبسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم وسبحانک اللھم وآمین ثم قال الامام محمد وبھذا نأخذ وھو قول ابی حنیفۃ** (ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں میں امام اخفاء کرے تعوذ، بسم اللّٰہ، **سبحانک اللھم** اور آمین میں)

(۲۲) **واخرج عبدالرزاق بن ھمام اخبرنا الثوری عن منصور عن ابراھیم نحوہ'**

(۲۳) **واخرج عبدالرزاق حدثنا حماد عن معمر نحوہ'**

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں **واما اکثر اھل العلم فقالوا انما یروی عن**

النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه کان یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک وهکذا روی عن عمر بن الخطاب وعبداللّٰہ بن مسعود والعمل علیٰ هذا عنداکثر اهل العلم من التابعین وغیرهم (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم یہی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ نماز کے شروع میں سبحانک اللهم ہی پڑھا کرتے تھے اور تابعین وغیرہ میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے) (ص ۶۲، ج ۱)

شیخ عبدالغنی مجددیؒ فرماتے ہیں اعلم انه قد ورد فی الاحادیث الصحیحة الادعیة والاذکار فی استفتاح الصلوٰة ومذهب ابی حنیفة ومحمد الاقتصار علیٰ قوله سبحانک اللهم وبحمدک الخ وکذالک عند احمد ومالک فی ظاهر مذهبهما وعند ابی یوسف یجمع بین سبحانک اللهم والتوجیه وهو قوله وجهت وجهی الخ وما روی ذالک فهو محمول علی التهجد بل النوافل مطلقاً وقال بعضهم محمول علی الابتداء کذافی اللمعات (شیخ عبدالغنی فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث میں نماز کے افتتاح میں مختلف دعائیں مروی ہیں ۔ لیکن ابوحنیفہ، امام محمد اور امام مالک و امام احمد کے ظاہر مذہب میں یہ ہے کہ سبحانک اللهم پر اکتفا کیا جائے ۔ جب کہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سبحانک اللهم اور وجهت الخ کو جمع کیا جائے ۔ لیکن یہ جمع کرنا بعض کے ہاں تہجد پر محمول ہے اور بعض کے ہاں ابتداء اسلام پر محمول ہے) (انجاح الحاجه علیٰ ابن ماجه ص ۵۹)قال العلی القاری فی المرقات والتورپشتی والطیبی قد ذهب الیه (سبحانک اللهم) الاجلّة من علماءِ الحدیث کسفیان الثوری واحمد بن حنبل واسحاق بن راهویه (یعنی بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً سفیان ثوری، امام احمد، اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے کہ نماز کے شروع میں سبحانک

اللھم پڑھی جائے) (کذا فی الزجاجه ص ۲۳۸، ج ۱) قال الحلبی بعدذکر الادعیة وعند ابی حنیفة ومحمد ذالک کله محمول علی التهجد والتطوع فان الامرفیه واسع ویؤیده' ما ثبت فی صحیح ابی عوانة وسنن النسائی انه علیه السلام اذا قام یصلّی تطوعاً قال اللّٰه اکبر وجهتُ الخ فیکون مفسرا لما فی غیره بخلاف سبحانک اللهم فان ماذکرناه یبین انه الامر المستقر علیه فی الفرائض (یعنی سبحانک اللھم کے علاوہ جوادعیہ ہیں وہ تہجد اورنوافل پر محمول ہیں کیونکہ تہجد اور نوافل میں وسعت ہوتی ہے اور صحیح ابوعوانہ اور سنن نسائی میں مذکور یہ روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں وجھت وجھی الخ پڑھتے تھے بھی ہماری اس بات کی مؤید ہے اور دوسری روایات کے لئے مفسر ہے۔ جب کہ فرائض میں سبحانک اللهم پڑھنا امر مستقر ہے)(غنية المستملی ص ۲۹٦)

اِس سے معلوم ہوا کہ سبحانک اللهم الخ کے علاوہ جو دعائیں احادیث میں آئی ہیں اُن کو نوافل میں پڑھ سکتا ہے مگر یاد رہے کہ نوافل میں بھی سبحانک اللهم کے بعد وہ دعا پڑھنا اصح ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ اور ردالمحتار میں ہے۔

وفی ردالمحتار والمرقاتِ وما ورد محمول علی النافِلة بعد الثناءِ فی الاصح لحدیث البیهقی کان علیه السلام اذاافتتح الصلوٰة قال سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک وجهت وجهی الخ کذافی زجاجة المصابیح (ص ۲۴۰، ج ۱) اور جیسا کہ احادیث ذیل میں ہے۔

حدیث ابی سعید الخدریؓ:۔

اخرج ابوداؤد(ص ۷۸، ج ۱) والترمذی(ص ٦۲، ج ۱)من طریق علی بن علی عن ابی المتوکل عن ابی سعید الخدریؓ قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا قام الی الصلوٰة باللیل کبّر ثم یقول

سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا اله غیرک ثم یقول اللّٰه اکبر کبیرا ثم یقول اعوذ باللّٰه السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من همزه ونفخه ونفثه، اِس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ نماز تہجد میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی اور دعا پڑھنا چاہتے تو **سبحانک اللهم** کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

اخرج البیهقی فی باب من روی الجمع بینهما اخبرنا ابو الحسن بن عبدان انبأ نا احمد بن عبیدالصفار ثنا ابن ناجیة ثنا ابراهیم بن یعقوب الجوز جانی ثنا عبدالسلام بن محمد الحمصی ثنا بشربن شعیب بن ابی حمزة ان اباه حدثه ان محمد بن المنکدر اخبره ان جابر بن عبداللّٰه اخبره ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا استفتح الصلوٰة قال سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک وجهت وجهی الخ قال البیهقی فی المعرفة وقدروی فی الجمع بینهما عن محمد بن المنکدر مرة عن ابن عمرؓ ومرة عن جابر ولیس بالقوی (زیلعی ص ۳۱۹، ج ۱)

اخرج الطبرانی فی معجمه حدثنا الحسین بن اسحاق التستری عن عبدالوهاب بن فلیح المکی ثنا المعانی بن عمران عن عبداللّٰه بن عامر الاسلمی عن محمد بن المنکدر عن عبداللّٰه بن عمرؓ قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذاافتتح الصلوٰة قال وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰتِ والارض حنیفاً مسلماً وما انا من المشرکین سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العالمین لا شریک له وبذالک امرت وانا من المسلمین قال الهیثمی فیه عبداللّٰه بن عامر الاسلمی وهو ضعیف”

(مجمع الزوائد ص ۱۰۷، ج ۲) (زیلعی ص ۳۱۹، ج ۱)

اخرج اسحاق بن راھو یه عن اللیث بن سعد عن سعید بن یزید عن الاعرج عن عبیداللہ بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه کان یجمع فی اول صلوته بین سبحانک اللهم وبحمدک وبین وجهت وجهی الی آخرهاقال اسحاق والجمع بینهما احب الیَّ (زیلعی ص ۳۱۹، ج ۱) اسحاق نے اِس حدیث کی تخریج کی ہے اور اِس کے مطابق مذہب بھی اختیار فرمایا ہے تو اسحاق بن راھویہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہوئی، ابو حاتم کا محض گمان کی بنا پر اِس کو بے اصل کہنا دعوٰی بے دلیل ہے۔

ان چاروں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اور دعا ثنا کے علاوہ پڑھنی ہو تو سبحانک اللہ کے بعد پڑھے وہ بھی نوافل میں۔

خلاصہ کلام:

مندرجہ بالا روایاتِ حدیث وفقہ سے امورِ ذیل ثابت ہوئے:

(۱) اسلام کے ابتدائی دور میں ثنا کی جگہ کوئی خاص دعا متعین نہ تھی اِس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں عموماً اور اگر کوئی مکتوبہ کی روایت صحیح ہو تو فرائض میں احیاناً (کبھی کبھی) دیگر دعائیں پڑھ لیتے تھے آخر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا **فسبح بحمد ربک حین تقوم** تو ثنا **سبحانک اللھم** متعین ہوگئی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صِرف اِسی ثنا کے پڑھنے کا حُکم دیا، اِس کے علاوہ کسی اور دعا کے پڑھنے کا حُکم نہیں دیا اور یہی ثنا سنتِ مشہورہ سے ثابت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اِن سب دعاؤں میں سے کونسی دعا منتخب کی جائے اور اُسے سنت قرار دیا جائے تو احناف نے خود کوئی انتخاب نہیں کیا بلکہ خُدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ اور تمام صحابہؓ وتابعین کے انتخاب پر راضی ہوگئے کیونکہ خُدا نے بھی **فسبح بحمد ربک حین تقوم** میں اِس دعا کو منتخب فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی **سبحانک اللھم الخ** کے سوا کسی دوسری دعا کے

پڑھنے کا حکم نہیں دیا، صرف اِسی پر مواظبت فرمائی، کسی اور دعا پر مواظبت ثابت نہیں اور خلفائے راشدین نے اپنے زمانہ میں بر سرِ عام علی الاعلان صرف یہ دعا لوگوں کو تعلیم فرمائی اور کسی نے اِس پر اعتراض نہ کیا۔

پس ثنا (**سبحانک اللھم و بحمدک الخ**) بامرِ الٰہی۔ وحکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ومواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ومواظبت خلفائے راشدین باجماع صحابہ کرامؓ سنت مؤکدہ ہے، اِس کے علاوہ جتنی دعائیں ہیں اُن میں سے کسی ایک کا بھی نہ خُدا نے حکم دیا نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر مواظبت فرمائی نہ آپ کے خلفاء راشدینؓ نے بلکہ کسی ایک صحابی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن دعاؤں میں کسی دعا کو سنت سمجھ کر نہیں پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ اُن کا جواز ثابت ہوگا مگر دوسری طرف اُن میں نسخ کا احتمال بھی نہایت قوی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ دعائیں نزولِ آیت **فسبح بحمد ربک حین تقوم** سے پہلے کی ہوں اور صحابہ کرامؓ کا اُن دعاؤں کو بالکل ترک فرمادینا بھی نسخ کی طرف مشیر ہے پس فرائض میں تو ان دعاؤں میں سے کسی کو سنت سمجھ کر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اُن پر مواظبت ثابت نہیں پس وہ سنت نہ ہوئیں، اِدھر **سبحانک اللھم** پر قولی فعلی مواظبت ثابت ہے پس اس کا تارک سنت مؤکدہ کا تارک ہوگا۔ اور فرائض میں ثنا اور دعاؤں کو جمع کرنا بھی مکروہ ہوگا کیونکہ تطویلِ اذکار فرائض میں مکروہ ہے اِس لئے کہ مقتدی اِس کے متحمل نہیں ہوسکتے، ان میں مریض، بوڑھے، مسافر، صاحب حاجت ہوتے ہیں، ہاں نوافل میں **سبحانک اللھم** کے بعد اگر اِن دعاؤں میں سے کسی دعا کو پڑھ لے تو جائز ہے۔

پس حنفیہ کا مسلک تمام روایات کو جمع کر لیتا ہے، کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اِس باب میں احناف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ثنا کا سنت مؤکدہ ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے، دوسری دعاؤں کا سنت مؤکدہ نہ ہونا بھی ثابت ہو گیا، اُن کا جواز نوافل میں احادیث سے ثابت ہوا اور پھر نوافل میں جمع کرنا بھی احادیث سے ثابت ہو گیا۔ **والحمد**

للہ علیٰ ذالک۔

غیر مقلدین کا مسلک:

اللھم باعد بینی الخ: ہمارے غیر مقلد دوست اِس دعا کو سنت مؤکدہ خیال کر کے پڑھتے ہیں۔ یہ اُن کی سخت غلطی ہے کیونکہ (۱) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اِس دعا کے پڑھنے کا حکم نہیں دیا (۲) نہ فعلی طور پر اِس پر مواظبت فرمائی (۳) تمام صحابہ کرامؓ میں سے سوائے ابوھریرۃؓ کے کسی اور صحابی کو اِس دعا کا عِلم تک نہ تھا (۴) خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ میں سے کوئی ایک صحابی بھی اِس کو نہ پڑھتا تھا اور نہ اُنہوں نے اپنے شاگردوں کو کبھی اس کی تعلیم دی (۵) اِس پر احتمال نسخ کا بھی ہے کیونکہ **فسبح بحمد ربک حین تقوم** کے خلاف ہے پس یہ کسی طرح سنت نہیں ہو سکتی۔

الغرض غیر مقلد ایک غلطی تو یہ کر رہے ہیں کہ غیر سنت کو بلکہ محتملِ نسخ کو سنت سمجھ رہے ہیں حالانکہ میں کبیری کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں کہ آئمہ اربعہ میں سے کوئی ایک امام بھی اِس کے سنت ہونے کا قائل نہیں ہے۔

دوسری غلطی یہ کر رہے ہیں کہ سبحانک اللھم جو کہ سنت مؤکدہ ہے اُس کو چھوڑ رکھا ہے۔

وجلّ ثناءُک لا یمنع من زیادته وان سکت عنه لا یؤمر به لانه لم یذکر فی الاحادیث المشهورة وقد روی عن ابن عباسؓ من قوله فی حدیث ذکرہ ابن ابی شیبه وابن مردویه فی کتابِ الدعاء ورواہ الحافظ ابن شجاع فی کتاب الفردوس عن ابن مسعودؓ ان من احب الکلام الی اللّٰہ عزوجل ان یقول العبد سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک تعالیٰ جدّک وجلّ ثناءُک ولا الہ غیرک وابغض الکلام الی اللّٰہ تعالیٰ یقول الرجل لرجلٍ اتق اللّٰہ فیقول علیک نفسک (یعنی جل ثناءک کے الفاظ مشہور احادیث میں تو مروی نہیں لیکن ابن عباسؓ سے ابن ابی شیبہ میں اور ابن مردویہ کی کتاب الدعاء میں اور ابن مسعودؓ سے کتاب الفردوس میں یہ لفظ (جل ثناءک) مروی ہے اس لئے

پڑھنے والے کو منع نہ کیا جائے اور نہ پڑھنے والے کو حکم نہ دیا جائے) (کبیری ص ۲۹۵)

غیر مقلدین کے اوہام کا ازالہ

وہم اوّل:

غیر مقلدین دھوکہ دیتے ہیں کہ اللھم باعد بینی الخ سند کے اعتبار سے سب سے قوی ہے کیونکہ وہ صحیح بخاری شریف میں ہے جو کتاب اللہ کے بعد سب کتابوں سے صحیح ہے اس لئے اِس کا پڑھنا افضل اور سنت ہے۔

تحقیق:

سبحانک اللھم الخ کے پڑھنے کا حکم قرآن کی آیت **فسبح بحمد ربک حین تقوم الآیۃ** سے ثابت ہے جو یقیناً بخاری شریف سے بدرجہا صحیح ہے پھر بخاری شریف میں نہ اِس دعا کے پڑھنے کا حکم ہے نہ وہاں اِس دعا کا سنت ہونا لکھا ہے نہ افضل ہونا، یہ سب کچھ ایجاد بندہ اور بخاری شریف پر افترا ہے۔ بخاری شریف میں کسی چیز کا صِرف مذکور ہونا اُس فعل کے سنت ہونے کی دلیل نہیں جب تک مواظبت ثابت نہ ہو۔

(۱) مثلاً بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوڑی پر تشریف لائے **فبال قائماً** پس کھڑے کھڑے پیشاب کیا، اب کوئی جاہل یہ کہنے لگے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا صحیح بخاری شریف میں نہایت صحیح سند سے مذکور ہے اِس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے اور افضل ہے تو کون اِس کو تسلیم کرے گا، اُس شخص کو یہی سمجھایا جائے گا کہ سنت بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی ہے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اگر چہ بخاری سے ثابت ہے مگر سنت نہیں، زیادہ سے زیادہ کسی خاص حالت میں اِس کا جواز نکل سکتا ہے نہ کہ سنت ہونا۔

(۲) یا مثلاً بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی حضرت امامہ کو اُٹھا کر نماز پڑھی، (۳) ادھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ اور خانہ کعبہ کی طرف پشت کر کے قضائے

حاجت فرما رہے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ شور کرے کہ بچی کو اُٹھا کر نماز پڑھنا اور بیت اللہ کی طرف منہ یا پشت کر کے قضائے حاجت کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ بخاری سے ثابت ہے اِس لئے اِس سنت کو زندہ کرنا سو شہید کا ثواب ہے تو یہ اُس کی اپنی غلطی ہے، بخاری میں اُن کا سنت ہونا مذکور نہیں، اِسی طرح بخاری میں صِرف اتنا ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموش رہتے تھے، ابوھریرہؓ نے پوچھا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں، آپ نے بتادیا کہ **اللھم باعدبینی الخ** ساری عمر میں ابوھریرہؓ کے سوا آپ نے کسی شخص کو یہ دعا نہ بتائی نہ کسی اور صحابی کو معلوم تھی، یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اِس دعا کو پڑھا ہو جب نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ پڑھنا ثابت، نہ عام صحابہ کو سکھانا ثابت نہ اِس کا حکم دینا ثابت نہ صحابہؓ کا اِس دعا کو نماز میں پڑھنا ثابت تو صرف بخاری میں مذکور ہونے سے اِس کا سنت ہونا کیسے ثابت ہو گیا، الغرض یہ صحیح ہے کہ یہ دعا بخاری میں ہے مگر یہ صحیح نہیں کہ اِس کا پڑھنا سنت ہے اور یہ مسئلہ تو آئمہ اربعہ کا اتفاقی ہے کہ یہ دعا سنت نہیں چنانچہ علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں **وھو اصح من الکلّ۔ ومتفق علیه ومع ذالک انه لم یقل بسنته عیناً احد" من الائمة الاربعة** (یعنی ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس دعاء (**اللھم باعد بینی**) کے سنت ہونے کا قائل نہیں) (**غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۲۹۵**) ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جس قدر اِس حدیث کی سند قوی ہے اُسی قدر اِس میں احتمال نسخ کا بھی قوی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ آیت **فسبح بحمد ربک حین تقوم** سے قبل ہو اور تمام صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدین کا اِس کو چھوڑ دینا بھی نہایت قوی دلیل اِس کے نسخ کی ہے یہی وجہ ہے چاروں اماموں میں سے بعض نے اگرچہ دوسری دعاؤں کو سنت کہا ہے مگر اِس دعا کو کسی امام نے اور صحابی نے سنت نہیں کہا، اِن سب کا متفق ہو کر اِس دعا کو سنت نہ کہنا احتمالِ نسخ کو نہایت قوی کر دیتا ہے کیونکہ دوسری دعاؤں کو تو پھر بھی کسی نہ کسی امام نے سنت کہا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اُن میں بعض کے نزدیک احتمال نسخ ہے بعض کے نزدیک نہیں، الغرض اُن میں احتمال

نسخ مختلف فیہ اور اِس (**اللھم باعدبینی الخ**) میں احتمال نسخ وعدم سنیت متفق علیہ افسوس ہے کہ ہمارے غیر مقلد احباب نے سند کی قوت پر تو نگاہ ڈالی مگر یہ نہ دیکھا کہ اُس میں احتمال نسخ اور عدم سنیت اُس سے بھی زیادہ قوی ہے۔ الحاصل اِس دعا کا سنت ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں **من ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرھان.**

وہم دوم :- غیر مقلدین کہتے ہیں کہ **سبحانک اللھم الخ** کی حدیث ضعیف ہے اِس لئے اُس سے سنیت ثابت نہیں ہو سکتی۔

تحقیق :-

سبحانک اللھم الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے جیسے کئی ایک صحابہ کرامؓ کی روایات سے ثابت ہے جن میں سے بعض یقیناً صحیح ہیں، بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں، سو ہمارا اصل استدلال صحاح وحسان سے ہے نہ کہ محض ضعاف سے، یہ کہنا کہ سب سندیں ضعیف ہیں بالکل جُھوٹ ہے، پھر خلفائے راشدین سے بھی نہایت صحیح اور پُختہ سندوں سے اِس کا ثبوت ہے اِدھر قرآن پاک میں بھی اِس کا حکم موجود ہے۔ بعض سندوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے سب سندوں کو ضعیف کہنا ایسا ہی مغالطہ ہے جیسا کوئی شخص (منکرِ حدیث) کہے کہ چونکہ بعض حدیثیں ضعیف اور موضوع ہیں اِس لئے سب حدیثیں نا قابل عمل اور ضعیف ہیں یا مثلاً کوئی کہے کہ بعض سِکّے کھوٹے ہوتے ہیں اِس لئے دنیا میں کوئی سِکہ کھرا نہیں یا مثلاً بعض لوگ چور جھوٹے دغا باز اور حرام کار، حرام خور اور حرامی ہیں اِس لئے دنیا کے سب لوگ چور، جھوٹے، دغا باز، حرام کار، حرام خور اور حرامی ہیں یا مثلاً بعض لوگ نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرتے ہیں لہٰذا ہر مدعی نبوت جُھوٹا ہے۔ اگر یہ (قیاس) صحیح نہیں ہے تو پھر کسی ایک سند کے ضعف سے سب کو ضعیف کہہ دینا کس قدر غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور سنت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور دین کو اور احادیث کو اس طرح سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے جس طرح صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدینؓ نے سمجھا اور دین مدوّن کروانے والے ائمہ مجتہدین کی محبت نصیب فرمائے۔

تحقیق مسئلہ قرأت خلف الامام

ناظرین باتمکین! موجودہ دور فتنوں کا دور ہے۔ نت نئے فتنے ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ ایک فتنہ مٹنے نہیں پاتا کہ دوسرا فتنہ سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس پرفتن دور میں لادینیت اور لامذہبیت کے طوفان اٹھ رہے ہیں۔ زندقہ کے سیلاب امنڈ رہے ہیں، اسلامی قوانین کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ الحاد کا عفریت برہنہ ہو کر ناچ رہا ہے۔ کفر کی طاقتیں اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں۔ اسلام کے اساسی عقائد پر کلہاڑا چلایا جا رہا ہے۔ الحاد کی گھنگور اور مہیب گھٹائیں ملک کے آفاق پر چھا رہی ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ ملک میں بے حیائی، بے شرمی، عیاشی، فحاشی، بدمعاشی افتراء پردازی، کذب بیانی، بدعہدی، بدمعاملگی، بددیانتی، قتل وغارت، لوٹ مار، جفاکاری اور ستم شعاری جیسے مہلک امراض معاشرہ کی بنیادوں کو منہدم کر رہے ہیں اور معاشرہ کی خوبیوں اور اچھائیوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

اس لئے اس پرآشوب دور میں اتحاد کی جتنی ضرورت واہمیت ہے وہ اصحاب بصیرت اور ارباب دانش وبینش پر بخوبی عیاں ہے۔ عیاں راچہ بیاں۔ ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمانوں کے سب مکاتب فکر اپنے فروعی اختلافات کو مٹا کر اتحاد واتفاق کے جذبات کے تحت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر لادینی طاقتوں اور طاغوتی قوتوں کا تعاقب کر کے اتحاد کے گرز سے ان کا سر پاش پاش کر دیتے اور اتفاق کی قوت سے الحاد کے طوفان کا

رخ موڑ دیتے اور دہریت کے سیلابوں پر بند باندھ دیتے، مگر افسوس صد افسوس کہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا فرقہ جسے غیر مقلدین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، حالات کی نزاکت اور زمانہ کے تقاضوں کو سمجھنے سے یکسر قاصر ہے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ملک میں الحاد پھیلتا جا رہا ہے۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ پاکستان میں شجرِ اسلام پر خشت باری ہو رہی ہے۔ منکرین حدیث ملک میں دندنا رہے ہیں۔ برائیاں نشوونما پا رہی ہیں۔ مکروفریب کا بازار گرم ہے، اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی تقریروں اور تحریروں میں ملحدوں، زندیقوں اور منکرین حدیث کی تردید کی بجائے احناف پر خوب برستے ہیں، ان کا خاکہ اڑاتے اور انہیں اپنے سب وشتم کا ہدف بناتے ہیں۔ فروعی مسائل کو ہوا دینا اور پرامن فضا میں زہر گھولنا ان کا رات دن کا محبوب مشغلہ ہے۔ ان کے مقررین کی شعلہ فشانیاں اور ان کے اہل قلم کی جولانیاں احناف کی مخالفت اور ان کی تحقیر وتوہین اور تذلیل وتضحیک کے لئے وقف ہیں۔

کئی مقامات پر اس فرقہ نے بڑا ادھم مچا رکھا بلکہ شورمحشر برپا کر رکھا ہے۔ اس مکتب فکر کے سالانہ اجتماعات میں نہایت اشتعال انگیز اور شوقیانہ انداز سے فروعی مسائل بیان کئے جاتے ہیں اور کھلم کھلا علی الاعلان اور برملا کہا جاتا ہے کہ جو لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے ان کی نمازیں بے کار و باطل اور کالعدم ہیں اور یہ لوگ ساری عمر بے نماز رہتے ہیں۔ بیس بیس ہزار روپے کے کھلے اور انعامی چیلنج دیئے جاتے ہیں۔ خوب تعلیاں کی جاتی ہیں اور شیخیاں بکھاری جاتی ہیں اور عوام کو باور کرایا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک حدیث بھی نہیں۔ ہمارے اسلاف واکابر نے انہیں کبھی منہ نہیں لگایا، ان کو کبھی قابل اعتناء اور لائق التفات نہیں سمجھا کیونکہ ان کے پیش نظر ہمیشہ تعمیری پروگرام رہے ہیں۔

ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ اور اپنے اکابر واسلاف کے طریق کار کے پیش نظر ان کی اشتعال انگیزیوں اور سوقیانہ پروپیگنڈے کو بڑے صبر وسکون اور تحمل و بردباری سے برداشت کرتے رہے۔ لیکن جب ہم نے دیکھا کہ ہماری شرافت کو کمزوری پر

محمول کیا جا رہا ہے۔ علاوہ بریں غیر مقلدین کے علماء کی تقاریر و خطبات سننے والے عوام نے ہم سے بار بار استفسار کیا کہ کیا واقعی احناف احادیث سے تہی دامن ہیں، کیا ان کے پاس امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے میں ایک حدیث بھی نہیں تو بادل نخواستہ اس موضوع پر قلم اٹھانا پڑا اور ان کے بلند بانگ دعاوی اور مکروہ پروپیگنڈہ کی حقیقت کو طشت از بام اور الم نشرح کرنے کے لئے یہ رسالہ ترتیب دیا گیا، چونکہ احقر کی یہ پہلی تالیفی کاوش ہے اس لئے اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ اس کے طرز واستدلال میں کوئی سقم اور خامی محسوس فرماویں تو اس پر متنبہ فرما کر مشکور ہوں۔

خاکپائے اکابر بشیر احمد قادری
مدرس مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی
۱۵ نومبر ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم حق تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، وہ قرآن کریم جس سے گلستانِ ایمان میں رنگ و بو، بوستانِ اسلام میں تر و تازگی اور رونق ہے۔ جس سے باغ عالم کی بہاروں میں نکھار ہے۔ جس سے چمنستانِ کائنات میں نور اور روشنی ضیا اور سنا ہے، جس کے حسن کی تابانیوں، جس کے جمال کی درخشانیوں اور جس کے کمال کی فراوانیوں کے سامنے گزشتہ آسمانی کتب ماند پڑ گئیں، جس نیر تاباں، جس آفتاب درخشاں اور جس سراج منیر کے ضوء فگن ہوتے ہی بزم ہدایت کی روشن شمعیں اور محفل رشد کی فروزاں قندیلیں بجھ گئیں جس نے سابقہ کتب سماویہ اور صحف ربانیہ پر خط تنسیخ کھینچ دیا۔

جو حقائق و دقائق کا خزینہ، علوم و معارف کا دفینہ اور حکم و اسرار کا گنجینہ ہے جو خاتم الکتب ہے اور خاتم الانبیاء سید الاولین والآخرین امام المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر نازل کی گئی۔ جس کی تنزیل کے بعد وحی و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، جو کامل ضابطہ حیات ہے، جو مکمل دستور اور مدلل منشور ہے، جو ہمہ گیر مطالب، انقلاب انگیز

مضامین اور حیرت خیز تعلیمات وہدایات پر حاوی اور مشتمل ہے۔

اگر اربوں رائٹر کھربوں سال تک رات اور دن بلا انقطاع پے در پے اور مسلسل اس کی صفت وثنا اور مدح وتوصیف سطحِ قرطاس پر ثبت کرتے رہیں تو پھر بھی اس کے حسن و جمال کے کھربویں حصہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ جھلک بھی پیش کرنے سے یکسر قاصر اور یک قلم عاجز رہیں گے۔

جب اس کے کمال وجلال اور حسن وجمال کا یہ عالم ہے تو بتائیے پھر مجھ جیسا حقیر، فقیر، ناچیز ہیچ مدان، کج مج زبان، قصیر البنان اور ضعیف البیان انسان کیا کرے اس کی شان بیان۔

چونکہ قرآن کریم کلام ربانی اور صحیفۂ آسمانی ہے۔ ادلۂ اربعہ میں اس کا مقام سب سے اونچا اور بلند و برتر ہے۔ اصولِ اربعہ میں قرآن کریم کو اولیت، افضلیت اور ارجحیّت حاصل ہے اور یہ ہمارے باہمی اختلافات، اندرونی افتراقات اور مناقشات کا ناطق اور دوٹوک فیصلہ دے سکتا ہے اس لئے مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کے لئے خواہ وہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں یہ لازم اور واجب ہے کہ جب ان میں کسی مسئلہ کے بارے اختلاف رونما ہو، باہمی آویزش اور کشمکش واقع ہو، کسی مسئلہ کے سلسلہ میں افتراق کا شکار ہو کر شیر وشکر ہونے کے بجائے باہم دست وگریباں ہوں، ان کا شیرازہ بکھرتا اور اتحاد پارہ پارہ ہوتا نظر آئے تو ادھر ادھر تا نکنے، جھانکنے اور بھٹکنے کے بجائے سب سے پہلے وہ اس کلام ازلی وابدی کی طرف رجوع کریں۔ اس متنازع فیہ مسئلہ کو قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔ اس بارے میں قرآن کریم سے ہدایات کے طالب ہوں۔ اگر قرآن کریم میں اس مسئلہ کا حل مل جائے تو اس کے مطابق اپنے اعتقادات وخیالات کو ڈھالنا، اس پر عمل پیرا ہونا، اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے لئے راہِ عمل متعین کرنا اور اپنے اعمال وکردار کی اساس قرآنی انوار کی ضیا پاشیوں کی ضوء میں استوار کرنا مسلمانوں کے لئے ہر فرض سے بڑا فرض ہے کیونکہ قرآن کریم کا فیصلہ خالق کائنات کا فیصلہ ہے۔ اُس کے فیصلہ کے بعد کسی مسلمان کے لئے اس سے انحراف،

اعراض، روگردانی، سرتابی اور انکار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے "ومن ابتغی الهدی فی غیره اضله اللّٰه و هو حبل اللّٰه المتین و هو الذکر الحکیم و هو الصراط المستقیم ...... ومن عمل به اجروا من دعا الیه هدی الی صراط مستقیم" (ترمذی شریف ج۱ ص۱۱۔ مشکوۃ شریف ج۱ ص۱۸۶)

جو شخص (قرآن کو چھوڑ کر) اس کے غیر میں ہدایت کا متلاشی ہو تو وہ گمراہ ہو جائے گا (گمراہی و ضلالت کی تاریک وادیوں میں بھٹکتا پھرے گا) یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے جو شخص (اس کی تعلیمات اور اصولوں پر گامزن اور) عمل پیرا ہو وہ اجر دیا جائے گا۔ "جس شخص نے اس کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جس نے لوگوں کو اس کی ہدایات و تعلیمات کی طرف دعوت دی وہ سیدھی راہ کی ہدایت دیا گیا"

بہر حال مسلمان کے لئے سعادت اور خوش بختی یہی ہے کہ وہ اپنے معتقدات و نظریات اور افکار و آراء کو قرآن کریم کی تعلیمات و ہدایات کے ماتحت کر دے اور اس کے ہر ہر اشارہ پر ہزار جان سے نچھاور ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔

حضرات آیئے! اب ہم اس متنازع فیہ مسئلہ (امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے) کو قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم سے ہدایات کے طالب ہوں۔

جب ہم اس سلسلہ میں قرآن کریم سے استفسار کرتے ہیں تو قرآن کریم اس سلسلہ میں ہمیں نہایت واضح اور ناطق فیصلہ دیتا ہے، صاف اور کھلی ہدایات سے نوازتا ہے۔

قرآن کریم کا ناطق اور دوٹوک فیصلہ ملاحظہ فرمایئے:

مسئلہ قرأت خلف الامام قرآن کریم کی روشنی میں

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلكم ترحمون (پ۹، سورۃ اعراف)

اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو تا کہ تم پر (حق تعالیٰ) کی رحمتیں نازل ہوں۔

جمہور سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ نے مسئلہ قرأت خلف الامام کو واضح، واشگاف اور آشکارا فرمایا ہے اور اس کے بارے میں صاف اور ناطق حکم صادر فرمایا ہے یعنی امام اور مقتدی دونوں کا کام اور وظیفہ الگ الگ متعین فرمایا ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے (امام قرأت کرے) تو مقتدیوں کا وظیفہ صرف اور صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ قرآن کریم کی طرف کان لگائیں اور خاموش رہیں۔ امام کا کام قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ توجہ کرنا ہے۔

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر اور تشریح میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات عالیہ اور اقوال مبارکہ پیش کر دیں کہ اس مقدس جماعت نے اس آیت کریمہ کا کیا مطلب سمجھا ہے۔

اس آیت کی تفسیر صحابہ کرام ؓ سے

یوں تو سبھی صحابہ کرام ؓ آسمان ہدایت کے روشن ستارے بلکہ چندے آفتاب ماہتاب تھے۔ ہر ایک اپنی جگہ مینارہ نور تھا۔ ہر ایک تقویٰ کا پیکر، تدیّن کا پہاڑ اور علم و فضل کا پُتلا تھا۔ لیکن بعض صحابہ کرام ؓ دوسرے صحابہ کرام ؓ سے علم و فضل، فقہی بصیرت، دانش و بینش، اور فہم و فراست میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ منجملہ ان کے عبداللہ بن مسعود ؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کو بعض ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ صحابہ کرام ؓ میں سے کوئی دوسرا ان کا شریک و سہیم نہ تھا۔

قرآن کریم کے معلمین میں یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ممتاز اور فائق و برتر تھے۔ معلمینِ قرآن میں ان کا نمبر سب سے پہلا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: قال النبی ﷺ استقرؤا القرآن من اربعة: من عبد الله بن مسعود و سالم مولى ابی حذيفة و ابی بن كعب و معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم (بخاری شریف ج ۱، ص ۵۳۱۔ ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۲۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم (صحابہ کرام) قرآن کریم ان چار حضرات سے سیکھو۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ ابی حذیفہ سے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے۔

حافظ الدنیا حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

و ان البداية بالرجل فی الذكر علی غيره فی امر يشترك فيه مع غيره يدل علی تقدمه فيه یعنی جو خوبی چند آدمیوں میں پائی جائے اس سلسلہ میں جس کا نام سب سے پہلے لیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خوبی اس میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معلمینِ قرآن کریم میں چونکہ سب سے پہلا نام حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اس لئے میں ان سے شدید محبت کرنے لگا ہوں۔ اور یہ میرے خاص محبوبوں میں سے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

قال النبی ﷺ تمسكوا بعهد ابن ام عبد، (ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۹۳)
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہدایت اور حکم کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

مسلم شریف ج ۲، ص ۲۹۳ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: عن عبد الله قال و الذی لا اله غيره ما من كتاب الله سورة الا انا اعلم حيث نزلت و ما من آية الا انا اعلم فيما انزلت و لا اعلم

احدا ھو اعلم بکتاب للّٰہ منی تبلغہ الا بل لر کبت الیہ۔

کہ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی دوسرا الٰہ نہیں قرآن کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شان نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقعہ پر اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے۔ اور میں اپنے سے بڑا کتاب اللہ کا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ اگر (اس وقت یعنی دور صحابہؓ میں) مجھ سے بڑا کوئی عالم ہوتا جس تک پہنچنا ممکن ہوتا تو میں اس کی طرف رجوع کر کے استفادہ کرتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو اس درجہ اور شان اور اس مرتبہ اور مقام کے حامل ہیں اور جو اپنی بعض غیر معمولی خصوصیات کی بنا پر بعض امتیازات کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں ان سے اس آیت کریمہ کے بارے میں درج ذیل روایت منقول ہے۔

صلی ابن مسعودؓ فسمع اناساً یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفھموا اما آن لکم ان تعقلوا و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون (تفسیر ابن جریر ج۹، ص۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (ایک دفعہ) نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو انہوں نے امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ بوجھ اور عقل و خرد سے کام لو، جب قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر رئیس المفسرین وحبر الامہ حضرت ابن عباسؓ سے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں بہت اونچے درجہ کے مفسر مانے گئے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ کے بعد تفسیر میں ان کا درجہ اور مقام تھا حضور ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

"اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل" (مسند احمد ج۱، ص۳۲۸۔ ابن کثیر ج۱، ص۳) اے اللہ ان (عبداللہ بن عباسؓ) کو دین کی سمجھ عطا فرما اور قرآن کریم کی

ویل اور تفسیر میں مہارت عطا فرما۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

ضمنی الیہ رسول اللہ ﷺ قال اللھم علمہ الحکمۃ (ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۲۳) کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ کر فرمایا کہ اے اللہ! اسے دین کی سمجھ اور دانائی عطا فرما۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی، عظیم المرتبت مفسر اور بے نظیر محدث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قال عبد اللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نعم ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ (تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے بہترین ترجمان، مفسر اور شارح ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو مذکورہ فضائل و مناقب اور مآثر و مفاخر کے حامل ہیں اور جو تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں وہ اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون یعنی فی الصلوۃ المفروضۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۸۔ تفسیر ابن جریر ج ۹، ص ۱۰۳۔ کتاب القراۃ ص ۸۸۔ روح المعانی ج ۹، ص ۱۵۰)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا کا شانِ نزول فرضی نماز ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے:

و ذکر البغوی عن المقداد انہ سمع ناسا یقرؤن مع الامام فلما

انصرف قال اما آن لکم ان تفقهوا و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا کما امرکم الله (تفسیر مظہری ج ۳، ص ۵۰۷)

امام بغویؒ نے حضرت مقداد بن اسود ؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو امام کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ نے ان لوگوں کو (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم عقل و دانش سے کام لو۔ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر تابعینؒ عظام سے

تابعین عظام میں سب سے بڑے مفسر حضرت مجاہد بن جبیرؒ ہیں۔ یہ اپنے دور میں فن تفسیر کے سب سے بڑے امام تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا حضرت مجاہدؒ کے بارے میں یہ قول مشہور ہے۔

کان سفیان الثوری یقول اذا جاءك التفسیر عن مجاهد فحسبك به (تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۵) حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت مجاہد کی تفسیر تمہارے پاس پہنچ جائے تو پھر کسی اور تفسیر کی حاجت نہیں۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ: عرضت المصحف علی ابن عباس ؓ ثلث عرضات من فاتحته الی خاتمه اوقفه عند کل آیة و اسأله عنها۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۴) میں نے قرآن کریم اول سے لے کر آخر تک تین دفعہ رئیس المفسرین حضرت ابن عباس ؓ پر پیش کیا۔ قرآن کریم کی ہر ہر آیت کریمہ پر حضرت ابن عباس ؓ کو ٹھہراتا اور ان سے اس کے بارے میں سوال کرتا۔

آیت مذکورہ کی تفسیر حضرت مجاہدؒ سے:

عن مجاهد فی قوله و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا فی الصلوٰة (تفسیر ابن جریر ج ۹، ص ۱۰۳۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۸۱۔ کتاب القرأۃ ص ۱۰)

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ و اذا قرئ القرآن کا شان نزول نماز ہے۔

حضرت سعیدؒ بن مسیب سے:

عن سعید بن المسیب و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا قال فی الصلوۃ (تفسیر ابن جریر ج ۹، ص ۱۰۳۔ کتاب القرأۃ ص ۹۱) حضرت سعیدؒ بن مسیب فرماتے ہیں کہ و اذا قرئ القرآن کا شان نزول نماز ہے۔

حضرت سعیدؒ بن جبیر تابعی سے:

عن سعید بن جبیر و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا فی الصلوۃ المکتوبۃ (تفسیر ابن جریر ج ۹، ص ۱۰۳۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۸۱)

حضرت سعید بن جبیر تابعی فرماتے ہیں کہ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا فرضی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسنؒ بصری تابعی سے:

عن الحسن فاستمعوا له و انصتوا قال فی الصلوۃ (کتاب القرأۃ ص ۹۱)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عبید بن عمیرؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ سے:

قال عبید بن عمیر و عطاء بن ابی رباح انما ذلك فی الصلوۃ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا (تفسیر ابن جریر ج ۹، ص ۱۰۳) حضرت عبید بن عمیر تابعی اور حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی فرماتے ہیں کہ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا کا شان نزول نماز ہے۔

حضرت ضحاکؒ، ابراہیم نخعیؒ، قتادہؒ، شعبیؒ، سدیؒ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ سے:

قال الضحاك و ابراهیم النخعی و قتادة و الشعبی و السدی و عبد

الرحمن بن زید بن اسلم ان المراد بذلک فی الصلوۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۸۱)

حضرت ضحاکؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت شعبیؒ، حضرت سدیؒ اور حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا قول مذکورہ آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

و ذکر ابن حنبل الاجماع علی انها نزلت فی الصلوۃ و ذکر الاجماع علی انها لا تجب القرأۃ علی الماموم حال الجهر (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲، ص ۱۶۸)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔ نیز اس پر بھی علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ جب امام جہر سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأت واجب نہیں۔

ایک دوسرے مقام پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں۔

و قول الجمهور هو الصحیح فان اللّٰه سبحانه و تعالٰی قال و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون۔ قال احمدؒ اجمع الناس علی انها نزلت فی الصلوۃ (فتاویٰ کبریٰ ج ۲، ص ۱۶۸)

جمہور کا قول ہی صحیح اور درست ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تاکہ تم پر حق تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش نازل ہو۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ دوسرے جلیل القدر مفسرین مثلاً صاحب تفسیر کشاف ج ۱، ص ۵۲۳ میں، علامہ بیضاوی ص ۳۰۸ میں، صاحب معالم التنزیل میں اور ابو السعود ج ۴، ص ۵۰۳ میں، صاحب تفسیر مظہری ج ۳، ص ۵۰۷ میں اور صاحب روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۱

میں یہی زیب قرطاس فرما رہے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے۔

ناظرین کرام! آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے لے کر علامہ آلوسی صاحب روح المعانی تک کی تفاسیر کی عبارات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول صرف نماز ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ سے یہ بات نقل کی جا چکی ہے کہ اس بات پر تمام اہل اسلام کا اجماع اور اتفاق ہے کہ اس کا شان نزول فقط نماز ہے۔ اور یہ اجماع نقل کرنے والے کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں بلکہ امام اہل سنت اور پیشوائے ملت یکے از ائمہ مجتہدین امام احمد بن حنبلؒ ہیں اور آپ یہ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا شاذ اور خلاف اجماع ہے۔ ان وزنی دلائل اور معقول براہین کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اس بات پر اڑا رہے کہ اس کا شان نزول خطبہ ہے یا یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو سمجھئے کہ وہ تعصب کی خارزار وادی میں بھٹک رہا ہے اور غلو کے سنسان بیابان اور بے آب و گیاہ صحراء کی طرف لپک رہا ہے اور حق کے دامن کو ہاتھ سے جھٹک رہا ہے۔

غیر مقلدین کی ایک مضحکہ خیز حرکت:

غیر مقلدین کی ایک مضحکہ خیز حرکت یہ ہے کہ ان کو جہاں اپنے مطلب کی بات ملے گی خواہ وہ کتنی ہی ضعیف اور کمزور، کتنی ہی لغو اور بیکار اور کتنی ہی پادر ہوا اور پھسپھسی کیوں نہ ہو اس کو سینے سے لگائیں گے، گلے کا ہار بنائیں گے، اس سے تمسک کریں گے اور اس کو مضبوطی سے تھامیں گے۔

لیکن جو بات اُن کے مطلب اور مقصد، ان کے مذہب اور مشرب اور ان کی منشا اور رائے کے خلاف ہو خواہ وہ بات صحابہ کرامؓ تابعین عظامؒ، تبع تابعین فخام اور ائمہ ذی المجد والاحتشام سے ثابت ہو اس کو پس پشت ڈال دیں گے اس سے صرفِ نظر اور

اعراض کریں گے۔ اس میں بے جا تاویلات، رکیک توجیہات اور بیہودہ تاویلات کا دروازہ کھولیں گے۔ حقائق سے اغماض کریں گے۔ واقعات کو جھٹلائیں گے۔ صحیح احادیث سے چشم پوشی کریں گے۔ ضعیف احادیث سے استدلال کریں گے خواہ اس میں **محمد** بن اسحاق جیسے کذاب اور دجال راوی ہی کیوں نہ ہوں۔

غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اور یہ ناروا رویہ درج ذیل سطور سے پوری طرح واضح اور بے نقاب ہو جائے گا، بس ذرا چشم بصیرت کو وا کریں اور حقیقت بین نگاہوں سے درج ذیل معروضات کا مطالعہ فرمائیں۔

دیکھئے آیت مذکورہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اس کا شان نزول نماز ہے۔ تابعین فرماتے ہیں اس کا شان نزول نماز ہے، تبع تابعین فرماتے ہیں اس کا شان نزول نماز ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اس پر جمہور سلف وخلف کا اجماع نقل کرتے ہیں، ان وزنی دلائل وبراہین اور قوی بیّنات وحجج کا تقاضا تو یہ تھا کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین فخام وتبع تابعین ذی شان رحمہم اللہ کی بات مان لی جاتی لیکن وہ غیر مقلد ہی کیا جو صحیح بات مان لے۔ چنانچہ غیر مقلدین نے یہ کیا کہ ان سب تفسیرات کو پس پشت ڈال کر سب سے اعراض کر کے ایک مفسر کی مرجوح تفسیر کو گلے لگایا، گلے کا ہار بنایا، اسے آنکھوں سے لگایا، دل میں بٹھایا، دماغ میں جمایا، اس بارے میں تشدد کر کے دشمنوں کو ہنسایا، دوستوں کو رلایا، مسلمانوں کو ستایا، سادہ لوح مسلمانوں کو بہکایا، ورغلایا۔

وہ مرجوح تفسیر یہ ہے کہ آیت کریمہ کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم پوری توجہ اور خاموشی سے سنیں اور شور وغل نہ مچائیں۔

باوجودیکہ یہ تفسیر نہایت مرجوح بلکہ غلط اور باطل ہے لیکن چونکہ بظاہر ان کے مطلب ومقصد اور مسلک ومشرب کے موافق تھی اس لئے قبول کر لی گئی۔

جمہور سلف وخلف کی صحیح ترین تفسیر چونکہ ان کے مطلب ومشرب کے خلاف تھی اس لئے وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی گئی بلکہ پائے استحقار سے ٹھکرا دی گئی۔ **(نعوذ باللہ من ذلک)**

اسے کہتے ہیں مطلب پرستی، خودغرضی، بحر تعصب میں غوطہ زنی اور دریائے غلو میں غواصی۔

جب انسان اندھے بہرے تعصب میں مبتلا ہو جاتا ہے، تشدد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتا ہے اور غلو کو شعار ودثار تو وہ حقائق بینی کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ واقعات دیکھنے کی قابلیت سے محروم ہو جاتا ہے جس کے طاغوت آشیاں دماغ کو تعصب کی کدورتوں نے گدلا کر رکھا ہو تو وہ حقائق دیکھے تو کیونکر، واقعات پرکھے تو کیسے؟

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مذکورہ آیت کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی کئی وجوہ سے بالکل غلط اور باطل ہے۔

(۱) اس لئے کہ مذکورہ سطور میں احادیث صحیحہ، اجماع امت اور مفسرین کرام کی تصریحات سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔

باایں ہمہ یہ کہنا کہ یہ آیت کریمہ کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تفسیر بالرائے، بدعت سیئہ اور آیت کریمہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی بے جا جسارت اور ناروا وناپسندیدہ حرکت سے محفوظ فرماوے۔ آمین۔

(۲) اس لئے کہ قرآن کریم میں کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جس کی تعمیل صرف کفار پر واجب ہو اور مسلمانوں کے لئے اس پر عمل پیرا ہونا ممنوع ومحظور ہو۔

(۳) اگر فریق ثانی کی یہ الٹی منطق صحیح تسلیم کرلی جائے تو نہ معلوم ان کا قرآن کریم کے ان عمومی احکام کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا جو بظاہر ایک کافر اور مشرک قوم کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر حق تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا به شیئا و بالوالدین احسانا و لا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم و ایاهم، و لا تقربوا الفواحش ما ظهر منها و ما بطن و لا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ذلکم وصّکم به لعلکم تعقلون (پ۸رکوع۶)

ترجمہ: ''اے نبی کریم آپ فرمادیجئے کہ تم آؤ میں سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے، ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو، اور بے حیائی کے قریب نہ پھٹکو جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر، تم کو یہ حکم دیا گیا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ''

کیا فریق ثانی کی منطق کی رو سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان احکام کے مخاطب صرف کافر اور مشرک ہیں، کفار و مشرکین کے لئے تو شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، قتل اولاد کا ارتکاب کرنا، فواحش و منکرات کے قریب جانا حرام اور گناہ ہے لیکن مسلمانوں کے لئے ان اعمال قبیحہ کا ارتکاب بالکل جائز اور مستحسن ہے۔ مومنوں کے لئے شرک کرنا اور قتل کرنا بالکل درست ہے۔

(۴) اگر بفرض محال یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ مذکورہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کفار و مشرکین کو تو قرآن کریم کی تلاوت کے وقت شور و غل مچانے سے منع کیا گیا ہے لیکن مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت خوب شور و غل کیا کریں...... کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین بیچ اس مسئلہ کے:

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا؟

(۵) نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت کریمہ کافروں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تب بھی اس کو کافروں میں منحصر سمجھنا اور مسلمانوں کو اس سے خارج کر دینا باطل ہے، حالانکہ اس کا شان نزول ہی مومنوں کی نماز ہے، مگر افسوس صد افسوس کہ فریق مخالف بڑی جرأت اور جسارت سے یہ بات کہتا ہے کہ اس آیت کا جو اولین مصداق ہے اس کو یہ آیت شامل نہیں بلکہ یہ صرف کفار و مشرکین کو شامل ہے۔ یاللعجب۔

(۶) اگر مان بھی لیا جائے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول کفار و مشرکین کا شور و

غل مچانا ہے تو گزارش ہے کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم اور آیت کو اس کے شان نزول اور خاص سبب پر منحصر کر دینا غلط اور باطل ہے۔ اس کو صرف سبب نزول میں محصور و مسدود سمجھنا ایک ایسی علمی غلطی ہے جس کا ارتکاب کوئی ادنیٰ طالب علم بھی نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم کی سینکڑوں ایسی آیات ہیں جو کسی خاص سبب کی وجہ سے نازل ہوئیں لیکن ان کا حکم چونکہ عام ہے اس لئے وہ اسی سبب پر محصور و مقصور اور بند و مسدود نہیں ہیں۔

دیکھئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لوگ حضور ﷺ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ رسول خدا ﷺ تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔ اس آیت کریمہ کا سبب گو خاص ہے لیکن حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ اس آیت مقدسہ کی رو سے جیسا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا بیٹا کہنا جائز نہیں، ایسا ہی زید، عمر، بکر اور خالد وغیرہ دیگر افراد و اشخاص کو بھی حضور ﷺ کا بیٹا کہنا جائز نہیں۔ جس طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم ہے کہ ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے بلایا جائے، اسی طرح ہر شخص اور ہر فرد کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے۔

کیا غیر مقلدین حضرات اس آیت کریمہ کا یہ مطلب لیں گے کہ صرف حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا کہنا منع ہے اور دوسرے افراد کو آنحضرت ﷺ کا بیٹا کہنا جائز ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام احادیث نبویہ کی روشنی میں

پہلی حدیث: (بطریق سلیمان تیمی)

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ ﷺ خطبنا فبین لنا سنتنا و علمنا صلوٰتنا فقال اقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا

و اذا قرأ فانصتوا و اذا قال غیر المغضوب علیهم و لا الضالین فقولوا امین (صحیح مسلم ص ۱۷۴ ج ۱، ابوداؤد شریف ص ۱۴۰ ج ۱، ابن ماجہ ص ۶۱، مسند ابوعوانہ ص ۱۳۳، ج ۲، بیہقی ص ۱۵۵ ج ۱، مشکوۃ شریف ص ۸۱، دار قطنی ص ۳۲۸ ج ۲)

ترجمہ: ”حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں (صحابہ کرامؓ کو) خطاب فرمایا پس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم و تلقین فرمائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (نماز شروع کرنے سے قبل) اپنی صفیں درست کرلو، پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو، اور جب امام غیر المغضوب علیهم و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

وجوہ استدلال:

(۱) ناظرین باتمکین! یہ حدیث صریح صحیح اور مرفوع ہے اور ہمارے دعویٰ پر واضح اور واشگاف دلیل ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور ﷺ نے بڑے اہتمام سے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور نماز میں امام اور مقتدیوں کے فرائض، وظائف اور ذمہ داریوں کو بڑی وضاحت اور صراحت اور بڑے واضح اور بیّن طریقے سے بیان فرمایا کہ اس میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ، التباس اور شک وشبہ باقی نہ رہا۔

آپ ﷺ نے اس حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کا فریضہ، وظیفہ اور ذمہ داری ہے۔ مقتدیوں کا کام اور وظیفہ صرف اور صرف خاموشی، توجہ اور انصات ہے۔

چونکہ یہ روایت مطلق ہے اس لئے سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے، لہذا اس حدیث کی رو سے مقتدیوں کے لئے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے پڑھنے کی مطلق گنجائش نہیں۔

حضور ﷺ کا مقصد اس حدیث سے امام اور مقتدی کے فرائض اور وظائف پر

روشنی ڈالنا ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام اور مقتدی کے فرائض بیان کرتے وقت امام کے فرائض تو بیان کر دیئے ہوں اور مقتدی کے فرائض ترک کر دیئے ہوں۔ کیونکہ اگر آپ ﷺ ایسا کریں تو تبلیغ احکام میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے اور نبی ﷺ سے ایسی کوتاہی ناممکن ہے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حضور ﷺ بیان احکام کے وقت مقتدی کے فریضہ کو تو بیان نہ فرمائیں بلکہ اس فریضہ کی ضد اور الٹ اور عکس بیان فرما دیں۔ مثلاً اس کے ذمہ امام کے پیچھے قرأت کرنا فرض ہو لیکن آپ مقتدی کو قرأت کا حکم دینے کی بجائے اس کو قرأت نہ کرنے کا امر فرمائیں۔

ایک اور انداز سے:

(۲) امام اور مقتدی کے لئے جو افعال و اعمال فرض تھے وہ حضور ﷺ نے بڑی تشریح اور توضیح سے بیان فرما دیئے۔ تکبیر تحریمہ دونوں کے لئے فرض تھی اس کی فرضیت اذا کبر فکبروا کے الفاظ سے بیان فرمائی، رکوع دونوں کے لئے فرض تھا اس کی وضاحت اذا رکع فارکعوا (جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو) سے فرمائی۔ سجدہ دونوں کے لئے فرض تھا تو اس کی تشریح کے لئے آپ ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے اذا سجد فاسجدوا (جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو) کا جملہ صادر ہوا۔

جب حضور ﷺ نے امام اور مقتدی کے مشترکہ فرائض بیان فرما دیئے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے قرأت (جو بقول غیر مقلدین مقتدی کے لئے فرض ہے) کی فرضیت کے بیان سے نہ صرف پہلوتہی فرمائی بلکہ اس کی جگہ اس کی ضد انصات کو ذکر فرمایا۔ اگر قرأت مقتدی کے لئے بھی فرض ہوتی تو حدیث شریف کے الفاظ یوں ہوتے اذا کبر فکبروا و اذا قرأ فاقرؤا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔ لیکن حدیث شریف میں اذا قرأ فاقرؤا کی بجائے اذا قرأ فانصتوا کے الفاظ ہیں۔ اگر امام کے پیچھے قرأت فرض تھی تو رکوع سجود وغیرہ کی طرح اس کی فرضیت کی تشریح کیوں نہیں کی گئی۔

ایک اور طرز سے:

(۳) اگر بالفرض اس حدیث میں و اذا قرأ فانصتوا کے لفظ نہ بھی مذکور و موجود ہوتے تب بھی یہ روایت اس پر دلالت کرتی کہ قرأت کرنا امام کا وظیفہ ہے نہ کہ مقتدیوں کا۔ ان الفاظ کے بغیر حدیث شریف کا مفہوم و مضمون اور مطلب یہ ہوتا:

جب تم نماز پڑھنا چاہو تو (پہلے) اپنی صفیں درست کر لو اور تم میں سے ایک شخص امامت کے فرائض انجام دے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام غیر المغضوب عليهم و لا الضالين پڑھے تو تم آمین کہو۔ اگر مقتدیوں پر سورۂ فاتحہ فرض ہوتی تو و اذا قال غير المغضوب عليهم و لا الضالين کے بجائے جمع کا صیغہ و اذا قلتم غير المغضوب عليهم و لا الضالين فقولوا آمين ہوتا۔ جیسا کہ فقولوا آمين میں قولوا جمع کا صیغہ ہے ایسے ہی یہاں بھی قلتم جمع کا صیغہ ہوتا۔

(صحیح مسلم ص ۱۷۶، ج ۱) کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اذا قال القارى غير المغضوب عليهم و لا الضالين فقال من خلفه آمين کہ جب پڑھنے والا غير المغضوب عليهم و لا الضالين کہے تو جو اس کے پیچھے ہیں وہ آمین کہیں۔ اس حدیث میں پڑھنے کی نسبت صرف امام کی طرف ہوئی ہے، یہ اس امر کی واضح اور بیّن دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا صرف امام کا فریضہ ہے۔ مقتدی کا کام صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے ہاں البتہ آمین کہنے میں مقتدی برابر کے شریک ہیں۔

دوسری حدیث:

عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول ﷺ انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا و اذا اقرأ فانصتوا و اذا قال غير المغضوب عليهم و لا الضالين فقولوا آمين و اذا ركع فاركعوا و اذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد (نسائی شریف ص ۱۰۷ ج ۱، ابن ماجہ شریف ص ۶۱، طحاوی شریف ص ۱۲۸، مشکوۃ شریف ص ۸۱ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ امام صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

یہ حدیث بھی واضح طور پر امام اور مقتدی دونوں کے فرائض اور وظائف کی تعیین کرتی ہے کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی اور انصات ہے۔

تیسری حدیث:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال النبی ﷺ من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ (ابن ماجہ شریف ص۶۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کو الگ پڑھنے اور علیحدہ قرأت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت اور امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اس حدیث شریف میں بھی سری اور جہری کی کوئی قید نہیں لہذا یہ بھی اپنے عموم پر ہونے کی وجہ سے ہر نماز کو شامل ہے۔

چوتھی حدیث:

عن انس رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ ثم اقبل علینا بوجھہ فقال اتقرؤن و الامام یقرأ فسکتوا فسألھم ثلثاً فقالوا انا نفعل قال فلا تفعلوا (طحاوی شریف ج۱ ص۱۰۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک نماز پڑھا کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ کیا تم امام کے پڑھتے وقت (امام کی اقتداء

میں) پڑھتے ہو۔ صحابہ کرام ؓ خاموش رہے۔ آپ نے تین دفعہ دریافت فرمایا تب صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضرت ہم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (آئندہ) ایسا مت کرنا۔

پانچویں حدیث:

عن عبد اللہ بن مسعود ؓ قال کانوا یقرؤن خلف النبی ﷺ فقال خلطتم علیّ القرآن (طحاوی شریف ج۱ ص۱۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب القرأۃ ص۱۴۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں قرأت کیا کرتے تھے، حضور ﷺ نے ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں نے (میرے پیچھے پڑھ کر) مجھ پر قرآن کریم کی قرأت خلط ملط کردی ہے۔

چھٹی حدیث:

عن الزہریؒ عن انس ؓ ان النبی ﷺ قال و اذا قرأ فانصتوا (کتاب القرأۃ ص۱۱۳)

ترجمہ: امام زہریؒ حضرت انس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔

اس روایت میں بھی امام اور مقتدی دونوں کے وظائف پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں خاموشی، سکوت اور انصات ہے اور امام کا فریضہ یہ ہے کہ وہ قرأت کرے، دونوں کے الگ الگ وظائف ہیں۔ ان میں اشتراک نہیں بلکہ تقسیم ہے۔

ساتویں حدیث:

عن جابر بن عبد اللہ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی خلف امام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ (طحاوی شریف ج۱ ص۱۰۶)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔ امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے۔ اسے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

آٹھویں حدیث:

عن جابر ؓ قال ان رجلا صلی خلف النبی ﷺ فی الظهر او العصر يعنی يقرأ فاومی اليه رجل فنهاه فابی فلما انصرف قال اتنهانی ان اقرأ خلف النبی ﷺ فتذاکرا حتی سمع النبی ﷺ فقال رسول الله ﷺ من صلی خلف امام فان قرأة الامام له قرأة (کتاب القرأة ص۱۲۶)

ترجمہ: حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ظہر یا عصر کی نماز میں حضور ﷺ کی اقتداء میں قرأت کی، اثناء نماز میں ایک شخص نے اس کو اشارۃً منع کیا لیکن وہ دوسرا شخص باز نہ آیا جب نماز سے فارغ ہو چکے تو قرأت کرنے والے شخص نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے حضور ﷺ کے پیچھے پڑھنے سے کیوں روکتے ہو؟ وہ دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضور ﷺ نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے، اُس کو الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

نویں حدیث:

عن ابی هريرة ؓ ان رسول الله ﷺ انصرف من صلوٰة جهر فيها بالقرأة فقال هل قرأ معی احد منكم آنفا فقال رجل نعم انا يا رسول الله قال: فقال رسول الله انی اقول مالی انازع القرآن فانتهی الناس عن القرأة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه رسول الله ﷺ (موطا امام مالک ص۲۹۔ نسائی شریف ج۱ ص۱۰۶۔ ابو داؤد شریف ج۱ ص۱۲۱۔ ترمذی شریف ج۱ ص۴۲۔ ابن ماجہ ص۶۱۔ کتاب القرأة ص۱۱۷)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جہری نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے (باوجودیکہ تمام صحابہ کرام ؓ موجود تھے) ان میں سے صرف ایک شخص بولا کہ جی ہاں یا رسول اللہ میں نے آپ کے ساتھ قرأت کی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کی قرأت میں جھگڑا کیوں کیا جا رہا ہے۔ منازعت اور کشمکش کیوں ہو رہی ہے، مجھ سے قرآن کریم کیوں چھینا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جہری نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے۔

یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے (ملاحظہ فرمایئے سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷، اور سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۳۰) جس میں تقریباً تمام صحابہ کرام ؓ موجود تھے لیکن ان میں حضور ﷺ کے پیچھے پڑھنے والا صرف ایک شخص تھا اس کو بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے پر ڈانٹا گیا۔

اگر امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہوتا تو اس فریضہ کے ادا کرنے والے کو نہ ڈانٹا جاتا بلکہ اس کی تحسین وتصویب کی جاتی۔

جو صحابہ کرام ؓ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نہیں پڑھ رہے تھے بقول غیر مقلدین چونکہ وہ فرض کے تارک تھے اس لئے چاہئے تھا کہ ان کو فرض کے ترک پر ڈانٹا جاتا اور ان سے کہا جاتا کہ چونکہ تم ایک فرض کے ترک کے مرتکب ہوئے ہو اس لئے تمہاری نماز نہیں ہوئی لہذا نماز کا اعادہ کرو۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ فرض کے تارکین کو تو کچھ نہیں کہا گیا اور فاتحہ پڑھنے والے شخص کو ڈانٹ پلائی گئی۔

غیر مقلدین سے ہمارا ایک سوال ہے از راہ کرم وہ اسے حل کر کے شکریہ کا موقع دیں کہ کیا فرض ادا کرنے والوں کو ڈانٹا جاتا ہے یا فرض ترک کرنے والوں کو؟

قابل غور نکتہ:

حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو اپنی اقتداء میں قرأت کرنے کا حکم فرمایا ہوگا یا

نہیں۔ اگر آپ نے اپنی اقتداء میں پڑھنے کا امر فرمایا تھا تو پھر حضور ﷺ کا اپنے ارشاد گرامی کی تعمیل کرنے والے کو ڈانٹنا چہ معنی دارد؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سرور کائنات ﷺ پہلے خود ہی ایک چیز کا حکم فرما دیں اور پھر اس کی تعمیل کرنے والے کو ڈانٹنا شروع کر دیں۔

نیز اگر آپ نے امام کی اقتداء میں پڑھنے کا امر فرمایا تھا تو کیا بات ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف ایک شخص اس حکم کی تعمیل کرتا ہے اور باقی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارشاد گرامی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو شمع نبوت کے پروانے اور آفتاب رسالت کے دیوانے تھے جو آپ کے ادنیٰ اشارہ پر ہزار جان سے نچھاور ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ ﷺ ان دیوانگان شمع رسالت کو حکم فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کیا کرو، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل پر آمادہ نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ جسارت ممکن ہے۔ بینوا توجروا۔

نیز یہ امر بھی قابل غور و لائق التفات اور خاص طور پر پیش نظر رکھنے کے لائق ہے کہ فریق ثانی کے مسلک کے مطابق حضور ﷺ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے پڑھنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اس کو مقتدیوں کے لئے فرض بھی قرار دیا۔ تو یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ جو چیز آپ ﷺ کی منازعت، خلجان اور تکدر کا باعث بنی اور جس فعل پر آپ ﷺ نے اظہار ناراضگی اور ناپسندیدگی فرمایا اور آپ ﷺ نے جس حرکت کو ناپسند فرماتے ہوئے اس پر سرزنش کی اور ڈانٹا اور پھر اسی ناپسندیدہ فعل اور باعث خلجان عمل کو فرض بھی قرار دے دیا۔

فریق ثانی کے مسلک و مشرب کا حاصل اور لب لباب یہ نکلا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے پڑھنے کو ناپسند بھی فرمایا ہے اور پسند بھی۔ اس سے منع بھی فرمایا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔۔

قرأت سے منازعت، مخالجت، مخاصمت اور کشمکش ہوتی بھی ہے اور نہیں بھی ہوتی

اور حضور ﷺ نے امام کے پیچھے پڑھنے کے فعل کو ناپسند اور باعث تکدر ہونے کے باوجود فرض قرار دیا۔ حَاشَا وَ کَلَّا رسول اللہ ﷺ کی شان عالی اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ بیک وقت دو متضاد باتوں کا حکم فرماویں۔ نیز صحابہ کرام ؓ کی شان اس سے بہت اونچی ہے کہ حضور ﷺ ان کے لئے ایک امر کو ضروری قرار دیں لیکن صحابہ ؓ اسے قابل اعتناء نہ سمجھیں بلکہ اس کی خلاف ورزی کا ارتکاب کریں۔

دسویں حدیث:

حضرت ابن عباس ؓ سے ابن ماجہ میں ایک لمبی حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ، لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ حضور ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ نے امامت کے فرائض حضرت صدیق اکبر ؓ کو تفویض فرمائے تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

ایک مرتبہ جب مرض میں قدرے تخفیف محسوس ہوئی تو حضور ﷺ دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نماز شروع کرا چکے تھے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام صفوں سے گزرتے ہوئے حضرت صدیق اکبر ؓ کے پہلو میں جا پہنچے اور حضرت صدیق اکبر ؓ پچھلی صف میں آ گئے۔ ان کی جگہ حضور ﷺ مصلیٰ پر تشریف فرما ہوئے اور بیٹھ کر نماز پڑھانا شروع کی اگلے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔

و اخذ رسول اللہ ﷺ من القرأۃ من حیث کان بلغ ابو بکر ؓ (ابن ماجہ شریف ص ۸۸) کہ حضور ﷺ نے قرأت وہیں سے شروع کی جہاں تک حضرت صدیق اکبر ؓ قرأت فرما چکے تھے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: فاستفتح النبی ﷺ من حیث انتھی ابو بکر ؓ من القرآن (سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۸۱) کہ پس حضور ﷺ نے قرآن کریم کے اس حصہ سے پڑھنا شروع کیا جہاں تک حضرت ابوبکر صدیق ؓ قرأت فرما چکے تھے۔

ایک تیسری روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں: فاستتم رسول اللہ ﷺ من حیث انتھی ابو بکر من القراٰۃ (طحاوی شریف ج۱ص۱۹۷) کہ حضور ﷺ نے وہاں سے قرأت پوری کی جہاں تک حضرت ابوبکرؓ قرأت کر چکے تھے۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ، ثبت اور حجت ہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی پوری سورۃ فاتحہ رہ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ رہ گیا تھا اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام شدید بیمار تھے۔ دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے تھے۔ آپ کے دھیرے دھیرے تشریف لانے میں معمول سے زیادہ وقت صرف ہوگیا اور حضرت صدیق اکبرؓ آپ کی تشریف آوری سے قبل نماز شروع فرما چکے تھے۔

ان حالات کے پیش نظر عقل وبصیرت اور انصاف و دیانت کا تقاضا تو یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ اگر مکمل طور پر نہ پڑھی گئی ہوگی تو اس کا اکثر حصہ تو یقیناً پڑھا جا چکا ہوگا۔ مگر باوجود اس کے حضور ﷺ کی نماز ہوگئی آپ نے اس کا اعادہ نہ فرمایا۔ اسے بیکار اور باطل قرار نہ دیا بلکہ اسے درست اور صحیح سمجھا۔ اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو حضور ﷺ کی یہ نماز نہ ہوتی آپ اسے باطل قرار دے کر اس کا اعادہ فرماتے۔ (یہ حضور ﷺ کی مرض الوفات کا واقعہ ہے اور عمر کے بالکل آخری لمحات کا ہے۔ مرتب)

گیارہویں حدیث:

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ (دارقطنی ج۱ص۳۴۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے امام کو پشت سیدھی کرنے سے پہلے رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا۔

اس حدیث شریف سے پوری وضاحت اور صراحت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے

کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا یعنی اس کی رکعت ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوگیا اس کے رکوع میں شریک ہونے سے پہلے امام فاتحہ پڑھ چکا ہوگا کیونکہ امام فاتحہ پڑھ کر ہی رکوع میں جاتا ہے۔ لیکن باوجودیکہ اس نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی یہ رکعت ہوگئی معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ اس شخص کی یہ رکعت نہ ہوتی۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ غیر مقلدین حضرات بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

بارہویں حدیث:

عن ابی بکرۃ ؓ انہ دخل المسجد و النبی ﷺ راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال النبی ﷺ زادك اللہ حرصا و لا تعد۔ (سنن کبریٰ ج۱، ص۱۰)

حضرت ابو بکرہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صف میں ملنے سے پہلے ہی وہ رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ صف میں مل گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی پر حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

یہ بات بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرہ ؓ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں شامل ہوگئے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی یہ رکعت ہوگئی۔ حضور ﷺ نے ان کی اس نماز کو کامل مکمل اور صحیح سمجھا اور ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں فرض اور رکن ہے تو حضرت ابو بکرہ ؓ کی یہ نماز کیسے درست ہوگئی اور ان کو دوبارہ پڑھنے کا کیوں نہ حکم دیا گیا۔

غیر مقلد حضرات کو بھی بدرجہ مجبوری بادل نخواستہ اس حدیث کو صحیح ماننا پڑا ہے اور اس بات کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت ہوجاتی ہے چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم

آبادی التعلیق المغنی علی الدار قطنی میں لکھتے ہیں۔

وفی ذلک دلالة علی ادراک الرکعة بادراک الرکوع و قد روی صریحاً عن ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر ؓ (التعلیق المغنی علی الدار قطنی ص ۳۴۷) اور اس (حدیث ابوبکرہ ؓ) میں اس بات پر دلالت ہے کہ امام کو رکوع میں پانے والا رکعت پالیتا ہے اور یہ مسئلہ حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر ؓ سے بھی صراحۃً روایت کیا گیا ہے۔

امام غرباء اہلحدیث ابو محمد مولوی عبدالستار صاحب تفسیر ستاری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بیشک شرعاً مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ احادیث نبویہ وتعامل صحابہ ؓ سے اس کا کافی ثبوت پایا جاتا ہے مگر اس سے عدم وجوب فاتحہ پر استدلال کرنا محض غلط و باطل ہے۔ قرأت فاتحہ کا وجوب حالت قیام میں ہے نہ حالت رکوع میں، جب حالت بدل گئی حکم بھی بدل گیا۔ (تفسیر ستاری ص ۳۶۷)

جواب: تفسیر ستاری کے مصنف کے اس جواب میں قطعاً کوئی وزن اور معقولیت نہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا جواب تو سراسر قیاس پر مبنی ہے۔ جس کے متعلق یہ حضرات گلا پھاڑ پھاڑ کر اور چیخ چیخ کر یہ نعرہ لگایا کرتے ہیں اول من قاس ابلیس کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ آگے یہ ان کی بلا جانے کہ ابلیس کا قیاس کس نوعیت کا تھا۔ اور قیاس مجتہد کسے کہتے ہیں؟

پھر یہ بھی خوب رہی کہ جب حالت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا۔ اول تو اس کو ثابت کرنا چاہئے تھا کہ رکوع کرنے سے کیا حالت بدل گئی؟ کیا نماز ختم ہوگئی یا نمازی بدل گیا۔

آخر یہ مسئلہ کس حدیث سے آپ نے معلوم کیا کہ رکوع کرنے سے نماز یا نمازی کی حالت بدل جاتی ہے۔ حضرت ابوبکرہ ؓ کی حدیث اور دوسری وہ احادیث جو رکوع پالینے سے رکعت پانے پر دلالت کرتی ہیں، سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر میں رکوع قیام کے حکم میں ہے کہ سجدہ پالینے سے رکعت نہیں ملتی اور رکوع پا

لینے سے رکعت مل جاتی ہے۔ جب رکوع بحکم قیام ہے تو رکوع سے حالت نہیں بدلی لہذا رکوع پالینے کی حالت میں رکوع میں قرأت فاتحہ فرض ہونی چاہئے۔

چنانچہ بعض صحابہ کرام ؓ اس طرف بھی گئے ہیں کہ رکوع میں فاتحہ پڑھ لینی چاہئے۔ کتاب القرأۃ بیہقی کی درج ذیل روایت ملاحظہ فرماویں۔

عن حسّان بن عطية عن ابی الدرداء ؓ قال لا تترك الفاتحة خلف الامام زاد ابن ابی الحواری و لو ان تقرأ و انت راكع، و فی رواية اخری عن ابی الدرداء ؓ قال لو ادركت الامام وهو راكع لَاَحْبَبْتُ ان اقرأ بفاتحة الكتاب (کتاب القرأۃ بیہقی ص ۵۲)

حسان ابن عطیہ حضرت ابو الدرداء ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ چھوڑو چاہے رکوع ہی میں پڑھ لو۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابو الدرداء ؓ نے فرمایا کہ اگر میں امام کو رکوع میں پاؤں تو اس کو پسند کروں گا کہ سورۃ فاتحہ رکوع ہی میں پڑھ لوں۔

اس اثر سے صاحب تفسیر ستاری کی بنائی ہوئی عمارت دھڑام سے پیوند زمین ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ رکوع سے حالت نہیں بدلی بلکہ رکوع میں قیام کی طرح قرأت فاتحہ ہو سکتی ہے، پس امام غرباء اہلحدیث کا یہ کہنا کہ جیسے شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی رکعت بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی ویسے ہی شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے، یہ احناف کے مسلک کے قوی، وزنی اور معقول ہونے کا اعتراف واقرار ہے۔ جب رکوع میں مقتدی کے ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور رکوع میں پڑھنا فرض نہیں حالانکہ رکوع بحکم قیام ہے تو معلوم ہوا کہ حالت قیام میں بھی مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت تصور کی جائے گی۔

حق بات یہ ہے کہ جو لوگ مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں ان کو یا تو داؤد بن علی ظاہری کی طرح اس بات کا قائل ہو جانا چاہئے کہ رکوع پالینے سے

رکعت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یا پھر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی طرح اس بات کے قائل ہو جائیں کہ امام کو رکوع میں پانے والا رکوع کی حالت ہی میں سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔ اگر غیر مقلد حضرات جمہور کی طرح اس بات کے قائل ہوں گے کہ رکوع پا لینے سے رکعت مل جاتی ہے اور رکوع میں فاتحہ پڑھنا فرض نہیں تو پھر وہ کسی طرح بھی مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض نہیں کہہ سکتے۔

رہا یہ **اعتراض** کہ حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے لئے قیام فرض ہے اور اس حالت میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صحابی کو قیام بھی نہیں ملا اور بغیر قیام کے ان کی وہ رکعت ہوگئی، پس معلوم ہوا کہ قیام بھی فرض نہیں ہے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک قیام ارکان صلوٰۃ میں سے ایک اہم رکن ہے۔

جواب: معترضین حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ارشاد فرمائیں کیا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ بھی کہی تھی یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ تکبیر کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ قیام کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ تکبیر تحریمہ بدوں قیام کے صحیح نہیں ہوتی۔ علامہ شوکانیؒ اور امام طحاویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ بغیر قیام کے صحیح نہیں ہوتی۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو ساری امت کے اجماع اور تعامل کے خلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ اس کے بغیر کسی کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوتی۔

تیرہویں حدیث:

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ كل صلوة لا يقرأ فيها بام الكتاب فهي خداج الا وراء الامام (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز

جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے مگر امام کی اقتداء میں جو نماز پڑھی جائے اس میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

چودہویں حدیث:

اخبرنا ابو سعد احمد بن محمد المالینی انا ابو احمد عبد اللّٰہ بن عدی الحافظ نا جعفر بن احمد الحجاج و جماعۃ قالوانا بحر بن نصر نا یحییٰ بن سلام نا مالک بن انس نا وھب بن کیسان قال سمعت جابر بن عبد اللّٰہ ؓ یقول سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من صلی صلوۃ لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فلم یصل الا وراء الامام (کتاب القرأۃ بیہقی ص۱۳۶)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو ابوسعد احمد بن محمد مالینی نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو احمد عبداللہ بن عدی الحافظ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے جعفر بن احمد حجاج نے اور ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن سلام نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مالک بن انس نے بیان فرمایا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے وھب بن کیسان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوگی مگر امام کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اس سے مستثنیٰ ہے یعنی وہ ہو جائے گی اور مقتدی کے لئے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

پندرہویں حدیث:

عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ کل صلوۃ لا یقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام (کتاب القرأۃ بیہقی ص۱۷۱)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جاوے۔

(اس میں امام کے پیچھے پڑھنے کی ضرورت نہیں، وہ امام کے پیچھے پڑھے بغیر ہی ہو جاوے گی)

اس روایت میں خلف الامام اور ام الکتاب کی قید خاص طور پر ملحوظ خاطر اور پیش نظر رکھنی چاہئے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس حدیث شریف میں حضور ﷺ نے تمام نمازوں میں خواہ وہ جہری ہوں یا سری سورۃ فاتحہ کی قرأت کو ضروری، لازم اور واجب قرار دیا ہے مگر مقتدی کی نماز کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور مقتدی کے لئے پڑھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

مبارکپوری صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات نے جہاں قرأت سے مازاد علی الفاتحہ کی تاویل کر کے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے، ان کی یہ تاویل بھی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں خاص طور پر ام الکتاب کی قید مذکور ہے جو ان کی مذکورہ تاویل کو غلط قرار دیتی ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام

جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتووں کی روشنی میں

جمہور سلف وخلف کی تفسیر کی روشنی میں قرآن کریم کا واضح، ناطق، اور واشگاف فیصلہ پیش کیا جا چکا ہے۔ نیز اس بارہ میں صحیح، صریح اور مرفوع احادیث بھی پیش کی جا چکی ہیں۔ اب احقر مناسب سمجھتا ہے کہ شمع نبوت کے پروانوں اور آفتاب رسالت کے دیوانوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و آثار، آراء وافکار اور فتاویٰ پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ ناظرین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آفتاب نبوت سے براہ راست اکتساب فیض کرنے والوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں کیا سمجھا ہے، اس بارے میں ان کے اقوال وفتاویٰ کیا ہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس سلسلہ میں جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

اکثریت احناف کی ہمنوا، ہم صدا اور مؤید ہے۔

نہ صرف یہ کہ ان سے امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت وارد ہے بلکہ پڑھنے والوں کے لئے دھمکیاں اور وعیدیں بھی منقول ہیں۔

☆ حضرت مسروقؒ جو بہت بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

قال وجدت علم اصحاب محمد ﷺ انتهى الى ستة: الى عمر و على و عبد الله و معاذ و ابى الدرداء و زيد بن ثابت ؓ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۲۵)

میں نے صحابہ کرام ؓ سے اکتساب فیض کرنے کے بعد دیکھا کہ ان سب کا علم چھ (بزرگ) صحابہ کرام ؓ کی طرف لوٹتا ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوالدرداء اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری دینی مسائل کی نشر و اشاعت اور ترویج کے لحاظ سے صحابہ کرام ؓ کو تین طبقات پر منقسم کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ایک طبقہ وہ ہے جس سے دینی مسائل کی نشر و اشاعت اور ترویج کم ہوئی ہے۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جو اس بارے میں متوسط رہا ہے۔ تیسرا وہ طبقہ ہے جس سے دینی مسائل و احکام کی نشر و اشاعت اور ترویج بہت زیادہ ہوئی ہے۔ مبارکپوری صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وكان المكثرون منهم سبعة عمر بن الخطاب و على بن ابى طالب و عبد الله بن مسعود و عائشة ام المؤمنين رضى الله عنها و زيد بن ثابت و عبد الله بن عباس و عبد الله بن عمر ؓ۔

ترجمہ: جن صحابہ کرام ؓ سے دین کی بہت زیادہ نشر و اشاعت ہوئی ہے ان میں سے یہ سات حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حسن اتفاق سے مذکورہ جلیل القدر و عظیم المرتبت صحابہ کرام ؓ کی اکثریت اس

بارہ میں (امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے سلسلہ میں) احناف کثر اللہ سوادھم کے ساتھ ہے فللہ الحمد علی ذلک۔ اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتوے ملاحظہ فرمائیں:

فتویٰ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ:

عن عطاء انه سأل زيد بن ثابت عن القرأة مع الامام فقال لا قرأة مع الامام في شيء من الصلوة (مسلم شریف ج ۱، ص ۲۱۵۔ نسائی شریف ج ۱، ص ۱۱۱۔ مسند ابوعوانہ ج ۲، ص ۲۰۷۔ طحاوی شریف ص ۱۰۸)

حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں (خواہ سری ہو یا جہری) کوئی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

مصنف ابن ابی شیبہ اور موطا امام محمد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ ان الفاظ سے منقول ہے۔ عن زيد بن ثابت قال من قرأ خلف الامام فلا صلٰوة له (موطا امام محمد ص ۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶ میں حضرت ابن ثوبان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بایں الفاظ نقل فرمایا ہے۔ عن ابن ثوبان عن زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ قال لا يقرأ خلف الامام ان جهر و ان خافت۔

حضرت ثوبان حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے امام بلند آواز سے پڑھتا ہو یا پست آواز سے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ اس امر کی واضح اور بیّن دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں کسی قسم کی قرأت کا کوئی حق نہیں۔

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة

الامام و اذا صلی وحدہ فلیقرأ و کان عبد اللہ بن عمر ؓ لا یقرأ خلف الامام (موطا امام مالک ص ۲۹، طحاوی شریف ص ۱۲۹، موطا امام محمد ص ۴۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا اور تنہا پڑھے تو اس کو پڑھنا چاہئے اور حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ امام کے پیچھے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر ؓ کا یہ اثر موطا امام محمد میں ان الفاظ سے روایت کیا گیا ہے۔

عن ابن عمر ؓ قال من صلی خلف الامام کفتہ قرأتہ (موطا امام محمد ص ۴۳)
حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

فتویٰ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ:

عن وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله ؓ یقول من صلی رکعةً لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (موطا امام محمد ص ۴۲) وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے سنا کہ جس شخص نے کوئی رکعت بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں)

اس اثر میں مبارک پوری صاحب کی یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ قرأت سے مراد جہر ہے کیونکہ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص کوئی رکعت پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ جہر سے نہ پڑھے اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے زور سے نہ پڑھے اس سے یہ لازم آئے گا کہ منفرد پر سورۂ فاتحہ زور سے پڑھنا واجب ہے حالانکہ اہل اسلام میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال انصت للقرآن فان فی الصلوۃ شغلا و سیکفیک ذلک الامام (طحاوی شریف ص ۱۰۷۔ موطا امام محمد ص ۹۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۔ ص ۳۷۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں (دوسرا) شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامر و نواہی اور وعدو وعید پر غور کرنا) اور تم کو (قرأت کے بارے میں) امام کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دوسرا فتویٰ:

لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا (طحاوی شریف ص ۱۰۷)
وہ شخص جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ:

امام عبدالرزاق اپنی مصنف میں داؤد بن قیس اور وہ محمد بن عجلان سے روایت کرتے ہیں۔ قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ (مصنف عبد الرزاق ج ۲، ص ۱۳۷۔ دار قطنی ج ۱، ص ۱۲۱۔ طحاوی ج ۱، ص ۱۰۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ فطرت (سنت) پر نہیں ہے۔ یعنی وہ سنت پر عامل نہیں بلکہ بدعت کا پیروکار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فتویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان الفاظ سے مروی ہے:

من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۶) جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس نے سنت کی خلاف ورزی اور مخالفت کی۔

مصنف عبدالرزاق اور کنز العمال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بایں الفاظ منقول ہے: عن علی رضی اللہ عنہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ (مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص

۱۲۹۔ کنز العمال ج ۸، ص ۱۸۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

عن ابی جمرۃ رضی اللہ عنہ قال سألت عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللہ عنہ اقرأ و الامام بین یدی قال لا (طحاوی شریف ج ۱، ص ۱۲۹) حضرت ابو جمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب امام میرے آگے قرأت کر رہا ہو تو کیا میں بھی قرأت کروں (پڑھوں) انہوں نے فرمایا نہیں۔

اس اثر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے صاف طور پر مقتدیوں کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دوسرا فتویٰ:

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا

ان ناسا یقرؤن فی الظھر و العصر فقال لو کان لی سبیل لقلعت السنتھم (طحاوی شریف ج ۱، ص ۱۲۱) کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں (امام کے پیچھے) قرأت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کہ اگر میرا بس چلے تو میں ان کی زبانیں (گدی سے) کھینچ لوں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ میں اگرچہ خلف الامام کی قید مذکور نہیں مگر معمولی غور و خوض، ادنیٰ سوچ و بچار، اور تھوڑے سے تفکر و تدبر کے بعد یہ بات بخوبی واضح، واشگاف اور روشن ہو جاتی ہے کہ امام اور منفرد کے لئے تو بالاتفاق پڑھنا ضروری ہے۔ امام اور منفرد کے بارے میں تو یہ شدید دھمکی ہو ہی نہیں سکتی لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ وعید شدید امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کے بارے میں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا (موطا امام محمد ص ۹۸ مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۱۳۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنے والوں کے منہ میں پتھر پڑ جائیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بایں الفاظ منقول ہے۔

عن نافع وانس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیك قرأته (الامام مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۶) حضرت نافع اور انس بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

عن سعد رضی اللہ عنہ قال وددت الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة (موطا امام محمد ص ۹۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری تمنا اور خواہش ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارے بھر جائیں۔

فتویٰ حضرت ابن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم:

عن عبید اللہ بن مقسم انه سأل عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم فقالوا لا یقرأ فی شیء من الصلوات (طحاوی شریف ص ۱۰۷)

عبید بن مقسمؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو ان سب حضرات نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی (سری ہو یا جہری) قرأت نہ کی جائے۔

فتویٰ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم:

اخبرنی موسیٰ بن عقبة ان رسول الله ﷺ و ابا بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۱۳۹)

امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

ستر (۷۰) بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فتویٰ

قال الشعبی ادرکت سبعین بدریا کلهم یمنعون المقتدی عن القرأة خلف الامام (روح المعانی ج ۹، ص ۱۵۲) حضرت شعبیؒ جو بہت بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا وہ سب کے سب امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام تابعین عظام کے فتووں کی روشنی میں:

ناظرین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و آثار پیش کیے جا چکے ہیں۔ اب تابعین عظام کے کچھ آثار و فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں تا کہ ناظرین کرام معلوم کر سکیں کہ خیر القرون کے درخشندہ ستاروں اور آسمان ہدایت کے روشن سیاروں تابعین عظام کا قرأت خلف الامام کے بارے میں مسلک کیا تھا۔ انہوں نے اس بارے میں قرآن و حدیث سے کیا سمجھا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ:

عن مغیرة عن ابراهیم انه کان یکره القرأة خلف الامام و کان یقول تکفیك قرأة الامام (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۷) حضرت مغیرہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ امام کے پیچھے پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور

فرماتے تھے کہ مقتدی کو امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر کا فتویٰ:

عن ابی بشر عن سعید بن جبیرؒ قال سألته عن القرأة خلف الامام قال لیس خلف الامام قرأة (**مصنف ابن ابی شیبہ ج۱، ص۳۷۷**) **حضرت ابو بشرؒ** فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت نہیں یعنی سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں میں قرأت نہیں۔

حضرت سعید بن مسیبؒ کا فتویٰ:

عن قتادة عن ابن المسیب قال انصت للامام (**کتاب القرأة ص۹۱**)

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ امام کی قرأت کے لئے خاموش رہو۔ یعنی امام کے پیچھے قرأت کی ضرورت نہیں۔

حضرت محمد بن سیرینؒ کا فتویٰ:

عن محمدؒ قال لا اعلم القرأة خلف الامام من السنة (**مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷، ج۱**) حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے پڑھنے کو سنت نہیں سمجھتا یعنی میرے نزدیک امام کے پیچھے پڑھنا سنت کی خلاف ورزی کرنا اور بدعت کا ارتکاب کرنا ہے۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ کا فتویٰ:

عن ابی اسحاق ان علقمة بن قیس قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملیٔ فوہ ترابا او رضفاً (**مصنف عبدالرزاق ج۲، ص۱۳۹۔ موطا امام محمد ص۴۵**) حضرت ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ میری تمنا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کا منہ مٹی یا گرم

پتھر سے بھر جائے۔

حضرت اسود بن یزیدؒ کا فتویٰ:

عبدالرزاق بن ہمام اپنے مصنف میں سفیان ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام اعمشؒ اور وہ ابراہیم نخعیؒ اور وہ اسود بن یزیدؒ سے: وہ فرماتے ہیں: قال: وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا (مصنف عبدالرزاق ج۲، ص۱۳۹) میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج۱، ص۳۷۶ میں حضرت اسود بن یزیدؒ سے یہ فتویٰ ان الفاظ سے مروی ہے۔ عن الاسود بن يزيد لان اعض على جمرة احب الى ان اقرأ خلف الامام امام کی پیچھے پڑھنے سے میرے لئے یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں منہ میں انگارہ رکھ لوں۔

حضرت عمرو بن میمونؒ کا فتویٰ:

عن اشعث عن مالك بن عمارة قال سئلت لا ادرى كم رجل من اصحاب عبد الله بن مسعود ؓ كلهم يقولون لا يقرأ خلف الامام منهم عمرو بن ميمون (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱، ص ۳۷۷) اشعث حضرت مالک بن عمارہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے بے شمار شاگردوں سے (امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں) سوال کیا ان سب نے (بالاتفاق) کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے وہ شاگرد جن سے میں نے اس بارہ میں سوال کیا ان میں سے حضرت عمرو بن میمونؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت ضحاکؒ کا فتویٰ:

مصنف ابن ابی شیبہ ج۱، ص۳۷۷ میں ہے۔ كان الضحاك ينهى عن القرأة

خلف الامام حضرت ضحاک تابعیؒ امامؒ کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر ؓ کا فتویٰ:

ہشام بن عروہ اپنے والد ماجد حضرت عروہ بن زبیر ؓ سے روایت فرماتے ہیں: انه كان يقرأ خلف الامام اذا لم يجهر فيه الامام۔

(موطا امام مالکؒ کتاب القرأۃ ص ۱۰۰)

کہ عروہ بن زبیر ؓ امام کے پیچھے صرف سری نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام تبع تابعین کے فتووں کی روشنی میں

حضرت سفیان بن عیینہؒ:

امام سفیان بن عیینہؒ جو تبع تابعین میں بڑا اونچا اور ممتاز مقام رکھتے تھے، وہ امام کے پیچھے مطلقاً (سری و جہری دونوں میں) قرأت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت ؓ کی مرفوع حدیث لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعدا کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث شریف "لمن يصلي وحده" (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۹) اس شخص کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھتا ہو۔ یعنی یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے کہ منفرد کے لئے پڑھنا ضروری ہے۔ مقتدی کے حق میں نہیں اس لئے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

امام سفیان بن عیینہؒ کے اس ارشاد (هذا لمن يصلي وحده) سے یہ بات بالکل عیاں اور الم نشرح ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے مطلقاً پڑھنا جائز نہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ:

حضرت سفیان ثوریؒ سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت

کے قائل نہ تھے چنانچہ مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال سفیان الثوری واصحاب الرأی لا یقرأ خلف الامام فیما جهر و اسر (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷) سفیان ثوریؒ اور اصحاب رائے کا مذہب یہ ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں نہ پڑھا جائے۔

امام عبداللہ بن وہبؒ:

رئیس المحققین، سید المحدثین، سند المفسرین امام العصر حضرت العلام جناب مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن وہبؒ کا مسلک بھی امام ابن عیینہؒ کی طرح یہ ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ (فصل الخطاب ص ۸۰)

امام اوزاعیؒ:

امام اوزاعیؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کی فرضیت کے قائل نہ تھے، صرف سری نمازوں میں قائل تھے وہ بھی استحبابی طور پر نہ کہ وجوباً۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں۔ ومذهب طائفة كالاوزاعي وغيره من الشاميين يقرأها استحبابا (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۶۷) امام اوزاعی اور ان کے علاوہ شام کے علماء کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا صرف مستحب ہے یعنی اگر نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جہری نمازوں میں پڑھنے سے روکتے تھے اور سری میں پڑھنے کی صرف اجازت دیتے تھے اور اس کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری جزء القراءۃ میں لکھتے ہیں:

قال ابو وائل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال انصت للامام و قال ابن المبارك ان هذا في الجهر و انما يقرأ خلف الامام فيما سكت الامام (جزء القراءۃ ص ۱۲)

ابو وائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے

خاموش رہا کرو۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنی چاہئے اور سری نمازوں میں پڑھ لینا چاہئے، وہ بھی وجوبی طور پر نہیں۔

مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

فان عبد اللّٰه بن مبارك لم يكن من القائلين بوجوب القرأة خلف الامام (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۵۷) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

امام زہریؒ:

حضرت امام زہریؒ جیسے حدیث کے عظیم امام بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری (مشہور غیر مقلد عالم) تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال الزهريؒ و مالكؒ و ابن المباركؒ و احمدؒ و اسحقؒ يقرأ فيما اسر الامام فيه و لا يقرأ فيما جهر به (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۵۰، مغنی ابن قدامہ ص ۱۰۹)

امام زہریؒ، امام مالکؒ، امام ابن مبارکؒ اور امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں مقتدی کو نہیں پڑھنا چاہئے اور سری نماز میں پڑھ لینا چاہئے۔

امام اسحٰقؒ:

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری نے مذکورہ بالا عبارت میں امام اسحاقؒ بن راہویہ کا بھی وہی مسلک بیان کیا ہے جو امام زہریؒ، امام مالکؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کا تھا کہ جہری نمازوں میں نہیں پڑھنا چاہئے۔

علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ اپنی مشہور نادر بے نظیر کتاب ''تفسیر روح المعانی'' میں لکھتے ہیں:

و ذهب قوم الى ان المأموم يقرأ اذا اسر الامام و لا يقرأ اذا جهر و هو

قول عروة بن زبیر و احمد و اسحق (روح المعانی ص ۱۵۱) علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی سری نمازوں میں پڑھے اور جہری میں نہ پڑھے۔ یہی قول ہے حضرت عروہ بن زبیر کا اور امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کا۔

امام لیث بن سعدؒ:

اہل مصر کے امام حضرت لیث بن سعدؒ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں۔

و هذا مالكؒ فی اهل الحجاز و هذا الثوریؒ فی اهل العراق و هذا الاوزاعیؒ فی اهل الشام و هذا لیث فی اهل مصر ماقالوا لرجل صلی و قرأ امامه و لم یقرأ هو صلوته باطلة (مغنی ابن قدامہ ص ۱۰۶ ج ۱)

یہ اہل حجاز کے امام مالکؒ ہیں اور یہ امام ثوریؒ ہیں جو اہل عراق کے امام ہیں اور یہ امام اوزاعی ہیں شام والوں کے امام اور یہ لیث بن سعد امام اہل مصر ہیں، ان ائمہ مذکورہ میں سے کسی نے بھی یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جب امام قرأت کر رہا ہو اور مقتدی نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل اور بیکار ہوتی ہے۔

حضرات ائمہ مجتہدینؒ اور قرأۃ خلف الامام

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک:

حضرت امام اعظمؒ امام کے پیچھے مطلقاً سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہ تھے نہ جہری میں اور نہ سری میں۔

تفسیر ستاری کے مؤلف کی غلط بیانی اور دروغ گوئی:

تفسیر ستاری کا مؤلف تفسیر ستاری کے ص ۳۵۶ پر لکھتا ہے۔

” آیئے ہم آپ کو بتلائیں کہ امام صاحب کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول

قدیم، دوسرا قول جدید، علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمدؒ کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنی چاہئے، ان کا قدیم (پرانا) قول ہے۔ امام صاحبؒ اور امام محمدؒ نے اپنے اس پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے لئے الحمد پڑھنے کو مستحسن اور مستحب قرار دیا ہے۔''

مؤلف مذکور کو امام محمدؒ کی تصانیف اور فقہاء احناف کی مشہور و معروف اور معتبر و متداول کتب سے تو یہ قول نہ مل سکا تو انہوں نے آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہوئے علامہ شعرانی شافعی کی کتاب میزان الکبریٰ کا سہارا ڈھونڈا۔ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' جب علماء احناف کی کتب اطراف عالم اور اکناف دنیا میں شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہیں، امام محمدؒ کی کتب ''موطا امام محمد'' اور ''کتاب الآثار'' عام طور پر دستیاب ہیں تو ان سے اعراض اور صرفِ نظر کر کے ایک دوسرے مکتب فکر کے عالم کی کتاب کی طرف رجوع کرنا از حد تعجب اور از بس حیرت کا باعث ہے۔ جب امام محمدؒ کی اپنی کتب میں اس سلسلہ میں تصریحات و تفصیلات موجود ہیں ان کو نظر انداز کر کے ایک دوسرے مسلک کے عالم کی کتاب کی طرف رجوع کرنا مطلب پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

ثانیاً مؤلف تفسیر ستاری کا یہ دروغ بے فروغ ہے کہ میزان الکبریٰ میں امام صاحبؒ کے دو قول مذکور ہیں اس لئے احقر نے یہ حوالہ تلاش کرنے کے لئے میزان الکبریٰ کا از اول تا آخر خوب گہرا مطالعہ کیا۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود یہ حوالہ اس کتاب میں نہ مل سکا اس سلسلہ میں مؤلف مذکور نے اپنے مطلب برآری کے لئے اپنی طرف سے ایک بات گھڑ کر علامہ شعرانی کے سر تھوپ دی۔

احقر اس مقام کی تحقیق اور ریسرچ میں مختلف کتب کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ محقق عصر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کی شہرہ آفاق کتاب اعلاء السنن کی درج ذیل عبارت نظر افروز ہو کر بے حد مسرت کا باعث ہوئی کہ مولانا موصوف کی تحقیق بھی اس بارے میں یہی ہے کہ میزان الکبریٰ وغیرہ میں یہ بات سرے سے موجود ہی نہیں۔

مولانا رقمطراز ہیں و لم اظفر بهذا الکلام فی کتب العلامة الشعرانی من المیزان او کشف الغمة و رحمة الامة (اعلاء السنن ص ۹۳ ج ۴)

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے مسلک کی تحقیق امام محمدؒ کی اپنی تصانیف سے کردیں۔

امام محمدؒ اپنی مشہور کتاب ''کتاب الآثار'' میں رقمطراز ہیں۔

قال محمد لا ینبغی ان یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات (کتاب الآثار ص ۱۸۷) امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہو یا سری نہیں پڑھنا چاہئے۔

امام محمدؒ اپنی معروف کتاب، کتاب الآثار میں ایک دوسرے مقام میں تحریر فرماتے ہیں۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا حماد عن ابراهیم قال ما قرأ علقمة بن قیس فیما یجهر فیه و لا فیما لا یجهر فیه و لا فی الرکعتین الاخریین ام القرآن و لا غیرها خلف الامام قال محمد و به ناخذ لا نری القرأة خلف الامام فی شیء من الصلوة یجهر فیه او لا یجهر (کتاب الآثار ص ۱۶۴)

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمیں امام ابوحنیفہؒ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حمادؒ نے بیان کیا وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور نہ ہی سری میں اور نہ دوسری دو رکعتوں میں نہ سورۃ فاتحہ اور نہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت...... امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں سمجھتے نہ جہری میں اور نہ ہی سری میں۔

امام محمدؒ، موطا امام محمدؒ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال محمدؒ لا قرأة خلف الامام فیما جهر فیه و لا فیما لم یجهر فیه بذلك جاءت عامة الآثار وهو قول ابی حنیفة (موطا امام محمدؒ ص ۴۳) امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں پڑھا جائے اور نہ ہی سری میں۔ عام آثار و

روایات اسی پر دلالت کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔

امام ابن ہمامؒ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

و الحق ان قول محمد کقولهما فان عباراته فی کتبه مصرحة بالتجافی عن خلافه فانه قال فی کتاب الآثار فی باب القرأة خلف الامام بعد ما اسند الی علقمة بن قیس انه ما قرأ قط فیما یجهر فیه و لا فیما لا یجهر فیه قال و به ناخذ لا نری القرأة خلف الامام فی شیء من الصلوٰة یجهر فیه او لا یجهر فیه و فی موطئه بعد ان روی فی منع القرأة فی الصلوٰة ما روی قال قال محمد لا قرأة خلف الامام فیما جهر فیه و فیما لا یجهر بذلك جاءت عامة الاخبار و هو قول ابی حنیفةؒ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۱)

حق بات یہ ہے کہ امام محمدؒ کا قول بھی (امام کے پیچھے نہ پڑھنے کے بارے میں) امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ جیسا ہے۔ اس لئے کہ امام محمدؒ کی تصانیف کی عبارات اس اختلاف کی صراحۃً نفی کرتی ہیں کیونکہ امام محمدؒ نے اپنی کتاب ’’کتاب الآثار‘‘ میں باب القرأۃ خلف الامام میں علقمہ بن قیس تک سند پہنچانے کے بعد کہا کہ علقمہ بن قیس نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور نہ ہی سری میں۔ امام محمدؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ہم امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں مطلقاً قرأت کے جواز کے قائل نہیں۔ ’’موطا امام محمد‘‘ میں بھی امام محمدؒ نے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کی روایات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں نہ پڑھنا چاہئے۔ عام روایات ممانعت کے بارے میں آئی ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔

امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا مسلک جب امام محمدؒ کی اپنی تصانیف میں بڑی صراحت اور وضاحت سے مرقوم و مسطور ہے تو ان کو چھوڑ کر دوسرے مکتب فکر کے عالم کی کتب سے استدلال کرنا دراں حالیکہ وہ حوالہ اس کتاب میں مذکور و مسطور اور مرقوم و منقول بھی نہ ہو، انتہائی دیدہ دلیری، انتہائی ناانصافی اور انتہائی کذب بیانی ہے۔ فالی اللّٰہ المشتکی

ثانیاً بالفرض اگر امام محمدؒ کا یہ قول کہ وہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے، صحیح بھی ہو تو پھر بھی اس سے فریق ثانی کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ غیر مقلدین کا دعوی تو یہ ہے کہ جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام محمدؒ کی عبارت سے زیادہ سے زیادہ استحباب واستحسان ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی سری نمازوں میں۔ تو اس سے غیر مقلدین کا دعویٰ جو کہ امام کے پیچھے سب نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا ہے کیسے ثابت ہوا۔ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت شرط ہے جو یہاں معدوم ومفقود ہے۔

امام مالکؒ کا مسلک:

امام دار الہجرۃ حضرت امام مالکؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے حق میں نہ تھے اور سری نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب وفرضیت کے قائل نہیں۔ چنانچہ موطاء امام مالکؒ میں مرقوم ہے:

قال يحيىٰ سمعت مالكاً الامر عندنا ان يقرأ الرجل وراء الامام فی ما لا يجهر فيه الامام بالقرأة و يترك القرأة فيما يجهر فيه الامام بالقرأة (موطا امام مالک ص۲۹) (امام مالکؒ کے مشہور شاگرد) امام یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ آدمی (مقتدی) امام کے پیچھے سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں: و قال الزهری و مالك و ابن المبارك و احمد و اسحق يقرأ فيما اسر فيه و لا يقرأ فيما جهر به (تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۵۷) امام زہریؒ، امام مالکؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں مقتدی قرأت کر سکتا ہے اور جن نمازوں میں امام بلند آواز سے پڑھتا ہے ان میں مقتدی کے لئے پڑھنے کی گنجائش نہیں۔

امام موفق الدین بن قدامہ حنبلیؒ رقمطراز ہیں: و جملة ذلك ان القرأة غير

واجبة على المأموم فيما جهر به الامام و لا فيما اسر نص عليه احمد فى رواية الجماعة و بذلك قال الزهرىؒ و الثورىؒ و ابن عيينةؒ و مالكؒ و ابو حنيفةؒ و اسحقؒ (مغنی ابن قدامہ ص ۲۰۹)

حاصل کلام یہ کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں نہ جہری نمازوں میں اور نہ ہی سری میں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے یہ صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسا کہ علماء کرام کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے۔ امام زہریؒ سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام اسحاقؒ کا مسلک یہی ہے۔

مذکورہ تصریحات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور واضح ہوا کہ امام مالکؒ کے نزدیک سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں میں مقتدی پر قرأت واجب نہیں۔ جہری نمازوں میں تو ان کے نزدیک پڑھنا منع ہے۔ سری نمازوں میں پڑھنے کی صرف اجازت ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک:

امام شافعیؒ کے مسلک کو سمجھنے میں بڑے بڑے حضرات نے ٹھوکر کھائی ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے اور کسی نے کچھ۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسرے علماء کے اقوال پیش کرنے کے بجائے خود امام شافعیؒ کی اپنی کتاب ”کتاب الام“ سے ان کا مسلک نقل کر دیں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ”کتاب الام“ امام شافعیؒ کی جدید تصانیف میں سے ہے۔ یہ کتاب ان کتب جدیدہ میں سے ہے جو انہوں نے مصر میں تصنیف کیں۔ لہٰذا اگر ان کی کسی قدیم کتاب میں اس کے خلاف نظر آئے تو یہ قول جدید ان کے قول قدیم کے لئے ناسخ تصور ہوگا۔

امام شافعی اپنی کتاب ”کتاب الام“ میں رقمطراز ہیں:

و نحن نقول كل صلوة صليت خلف الامام و الامام و يقرء قرأة لا

یسمع فیما قرأ فیھا ۔ (کتاب الام ص ۱۵۳ ج ۷)

ترجمہ: ”اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (آہستہ پڑھتا ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔“

امام شافعیؒ کی اس عبارت سے یہ بات بالکل صاف اور بے غبار ہو جاتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کی اقتداء میں سورۃ فاتحہ پڑھنا درست نہیں، فرض ہونا تو درکنار جہری نمازوں میں مقتدی کا پڑھنا درست اور صحیح بھی نہیں۔ مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھ سکتا ہے جن میں امام کی قرأت سنی نہ جاتی ہو یعنی سری نمازوں میں۔

اس سے امام شافعیؒ نے ”قرأۃ لا یسمع“ (ایسی قرأت جو سنی نہ جا سکتی ہو) کی قید لگا کر مقتدی کا کام اور وظیفہ مقرر فرما دیا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی مذکورہ صاف، صریح، واضح اور واشگاف عبارت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس بات کا دعوے دار ہو کہ امام شافعیؒ تمام نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں وہ حقائق سے آنکھیں بند کر کے اپنے مزعومہ خیالات اور موہومہ تصورات کی خارزار وادی میں بھٹک رہا ہے اسے آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر آخرت کی مسؤلیت کے احساس کے پیش نظر مذکورہ عبارت کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ان شاء اللہ اس پر حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ:

امام احمد بن حنبلؒ بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے جواز کے قائل نہ تھے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں۔

بخلاف وجوبھا فی حال الجھر فانه شاذ حتی نقل احمد الا جماع علی خلافه (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۷۶ ج ۱) ترجمہ: ”یعنی سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے وجوب

کے طور پر پڑھنا شاذ ہے حتیٰ کہ امام احمدؒ نے اس کے خلاف اجماع اور اتفاق نقل کیا ہے“

امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں:

وجملة ذلك ان القرأة غير واجبة على المأموم فيما جهر به الامام و لا فيما اسر نص عليه احمد في رواية (مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۸ ج ۱) ترجمہ: ”حاصل کلام یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نہ جہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ ہی سری میں، علماء کی ایک جماعت نے امام احمد سے امام صاحب کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری لکھتے ہیں۔

قال الزهريؒ و مالكؒ و ابن المبارك و احمدؒ و اسحاقؒ يقرأ فيما اَسَرَّ فيه و لا يقرأ فيما جهر به (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱) ترجمہ: ”امام زہریؒ، امام مالک، حضرت ابن مبارکؒ، امام احمد اور امام اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں مقتدی قرأت کرسکتا ہے اور جہری میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔“

مبارک پوری صاحب ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں:

وكذلك الامام مالك و الامام احمد لم يكونوا قائلين بوجوب قرأة الفاتحه خلف الامام في جميع الصلوات (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱) ترجمہ: ”اسی طرح (عبداللہ بن مبارک کی طرح) امام مالک اور امام احمد بھی امام کے پیچھے تمام نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے وجوب کے قائل نہ تھے۔“

ناظرین کرام! دیکھئے ائمہ مجتہدین کے مسالک تفصیلاً باحوالہ بیان کئے جا چکے ہیں۔ غور فرمایئے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی امام کے پیچھے مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کی قرأت کی فرضیت یا وجوب کا قائل نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے ہیں اور سری نمازوں میں وجوب کے قائل نہیں۔ امام مالک بھی تمام نمازوں میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب نہیں سمجھتے۔ سری نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب کے قائل نہیں اور

جہری میں پڑھنے سے منع فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی مقتدی کے لئے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں۔ سری میں بھی صرف پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں، واجب نہیں کہتے۔ تو غیر مقلدین جو مقتدی کے لئے تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دیتے ہیں ان کے مسلک کی تائید جیسے قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی ایسے ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی ان کی پشت پناہی نہیں کرتا۔ کوئی ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا۔

محبوب سبحانی پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فتویٰ:

حضرت پیران پیر بھی مقتدی کے لئے قرأت کو درست نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ رقم طراز ہیں: ان کان ماموماً ینصت الی قرأۃ الامام و یفھمھا (غنیۃ الطالبین ص ۳ ج ۲) اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہو تو اس کو امام کی قرأت کے لئے خاموش رہنا چاہئے اور اس کو امام کی قرأت سننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت شیخ کے ظاہری الفاظ تو اسی بات کے آئینہ دار اور غماز ہیں کہ مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں یہ ہے کہ وہ نہایت توجہ، التفات، دھیان اور پورے انہماک سے امام کی قرأت سنے اور خود خاموش وساکت رہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ:

حضرت شیخ الاسلام اپنے مشہور عالم فتاویٰ میں مسئلہ قرأت خلف الامام کا تجزیہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

و ایضاً فالمقصود بالجھر استماع المامومین و لذا یؤمنون علی قرأۃ الامام فی الجھر دون السر فاذا کانوا مشغولین عنہ بالقرأۃ فقد امر ان یقرأ علی قوم لا یستمعون لقراءتہ و ھو بمنزلۃ من یحدث من لا یستمع لحدیثہ و یخطب من لا یستمع لخطبتہ و ھذا سفہ تنزہ عنہ الشریعۃ و لھذا روی فی الحدیث

مثل الذی یتکلم و الامام یخطب کمثل الحمار یحمل اسفارا فھکذا اذا کان یقرأ و الامام یقرأ علیه۔

ترجمہ: ”اور نیز امام کے بلند آواز پڑھنے سے مقصد یہ ہے کہ امام پڑھے اور مقتدی سنیں اس لئے امام جہری نمازوں میں جب و لا الضالین پڑھتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہتے ہیں اور سری نمازوں میں چونکہ مقتدی نہیں سنتے اس لئے وہ آمین بھی نہیں کہتے۔ اگر امام بھی پڑھ رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو سننا نہیں چاہتے اور یہ ایسے ہی ہے کہ ایسی قوم کو وعظ کہو اور خطبہ دو جو سننے کے لئے آمادہ اور تیار نہیں۔ ایسی بات کہنا ایسی کھلی حماقت اور سفاہت ہے جس کا شریعت مطہرہ قطعاً حکم نہیں دے سکتی کیونکہ شریعت مقدسہ احمقانہ باتوں اور سفاہت آمیز چیزوں کا حکم نہیں دیا کرتی وہ اس سے وراء الوراء، ثم وراء الوراء ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس شخص کی مثال جو امام کے خطبہ دیتے وقت باتیں کر رہا ہو کسی سے محو گفتگو ہو ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھتا ہو۔ یعنی جیسے گدھا کتابوں سے مستفید و مستفیض نہیں ہو سکتا، ایسا ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے امام کی قرأت سے نفع نہیں اٹھا سکتا۔

ناظرین باتمکین! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ امام ابن تیمیہؒ نے امام کے پیچھے جہری نمازوں میں پڑھنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ ان کو کس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تشبیہ کی نزاکت ملاحظہ فرمائیے اور پھر امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کرنے والوں کے اصرار پر غور فرمائیے کہ امام ابن تیمیہؒ کے فتویٰ کی رو سے وہ کیسی احمقانہ حرکت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

ناظرین کرام! قرآن کریم کی آیت کریمہ، پندرہ احادیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین فخام کی آراء وفتاویٰ، ائمہ مجتہدین کے مسالک، پیران پیر حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی عبارات کے

اقتباسات سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ امر واضح، الم نشرح اور آشکارا ہو گیا کہ مقتدی کے لئے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض اور واجب نہیں بلکہ ممنوع و محظور ہے۔ اور یہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ مانعین قرأت خلف الامام صرف احناف ہی نہیں بلکہ جمہور اہل اسلام ہیں اور جمہور فقہاء و محدثین ہیں اور جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ صحیح، صریح اور مرفوع ہیں، ان کے ۹۵ فیصد راوی ثقہ، ثبت، حافظ اور حجت ہونے کے علاوہ بخاری اور مسلم کے مرکزی راوی ہیں۔

فریق ثانی اگر تعصب کی عینک اتار کر دامن دل کو غلو کی کثافتوں سے جھٹک کر آئینہ قلب کو تحزب کی کدورتوں سے صاف کر کے مذکورہ دلائل و براہین کا بغور مطالعہ کرے گا تو امید ہے کہ وہ دنیا کے تمام حنفی حضرات کو کھلے اور انعامی چیلنج دینے سے باز آ جائے گا اور ان کی نمازوں کو باطل، بے کار اور کالعدم قرار دینے کی بے باکانہ جسارتوں سے رک جائے گا۔ فریق مخالف کے معتدل مزاج، انصاف پسند اور سلیم الطبع اشخاص سے امید ہے کہ وہ مذکورہ براہین کو بنظر عمیق پڑھ کر اپنی پارٹی کے بے لگام اور متعصب مزاج اشخاص کو بدزبانی او چیلنج بازی سے روک کر اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے میں ممد و معاون ہوں گے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اہل زیغ کے لئے اس کو باعث ہدایت بنا دے اور انہیں افراط و تفریط کے قعرِ ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرما دے۔ آمین

احقر بشیر احمد قادری، مدرس مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی

تحقیق مسئلہ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد

یہ عاجز تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ پاک و ہند میں قریباً تیرہ سو سال سے اسلام پھیلا، یہاں اہل سنت والجماعت حنفی مقلدین اسلام، قرآن، احادیث اور فقہ لے کر آئے، یہاں کے لاکھوں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ بے شمار مدارس بنائے جن میں کتاب و سنت اور فقہ حنفی پڑھائی جاتی، ہزاروں مساجد تعمیر کیں جن میں مسلک حنفی کے موافق نمازیں ادا کی جاتیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان سرگروہ غیر مقلدین لکھتے ہیں۔

”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، مفتی، قاضی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلویؒ والد بزرگوار شاہ ولی اللہؒ بھی شریک تھے“۔

(ترجمان وہابیہ از نواب صدیق حسن خان ص ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ انگریز کے دور سے قبل تمام عالم، مفتی، قاضی، حاکم، بادشاہ حنفی المذہب تھے، ایک عالم یا ایک حاکم یا ایک بادشاہ بھی غیر مقلد نہ تھا۔ انگریز کی پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت جب مسلمانوں میں خانہ جنگی کی بنیاد ڈالی گئی تو وہ مساجد جو بارہ سو سال سے عبادت گاہ تھیں، ذکر و تلاوت سے آباد تھیں اب میدان جنگ بن گئیں۔ مساجد میں دن کو آمین بالجہر اور رفع یدین پر قتل و غارت ہوتا، رات کو مقلدین کی مساجد میں یہ لوگ غلاظت، نجاست، گندا بدبودار گوشت پھینک جاتے۔ کئی مسجدوں میں تالے لگے۔ کتنے مقدمے کھڑے ہوئے اور ہزاروں لاکھوں روپے برباد ہوئے۔ بارہ سو سال سے اسلامی اخلاق و تعلیمات کے سامنے غیر مسلم آنکھیں اونچی نہیں کر سکے تھے۔ اب کافر ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے اور مسلمان شرم سے سر اوپر نہ اٹھاتے تھے۔

یہ مسئلہ آمین بالجہر بھی ان مسائل میں سے ہے جس کو ہزاروں مسلمانوں کے خون سے سینچا گیا۔ لاکھوں روپے مقدمات کے ذریعہ اس کی بھینٹ چڑھائے اور سینکڑوں کتابوں کی سیاہی سے اس کی سیرابی کا سامان مہیا کیا گیا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کس کی طرف سے ہوا جب کہ اس سے قبل بارہ سو سال تک پاک و ہند کی ایک مسجد کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ جو کسی غیر مقلد نے بنائی ہو اور وہاں آمین بآواز بلند کہی جاتی ہو اور آج بیسیوں رسائل اور سینکڑوں مضامین اس کی حمایت میں لکھے جا رہے ہیں۔ انگریز کے منحوس عہد سے پہلے کا ایک رسالہ بھی پورے پاک و ہند کی تاریخ میں نہیں ملتا جو اس مسئلے پر ہو، تو ظاہر ہے کہ اس خانہ جنگی کی ساری ذمہ داری غیر مقلدوں پر عائد ہوتی ہے، جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کی مقصد برآری کا ذریعہ بنے۔

غیر مقلدوں کی سب سے بڑی کمزوری:

اگرچہ کئی فرق باطلہ سے بحث و گفتگو کا موقعہ ملا۔ بحث و گفتگو میں بنیادی مقدمہ اس دعویٰ کا ہوتا ہے جس کا اثبات یا ابطال مقصود ہو۔ جب تک اس دعویٰ کی وضاحت نہ کی

جائے دلائل وشواہد کی چھان پھٹک بے فائدہ ہوتی ہے، غیر مقلدوں کا یہ حال ہے کہ دعوے پر دعویٰ کرتے چلے جائیں گے۔ لیکن اصل مسئلہ پوری وضاحت سے کبھی بیان نہ کریں گے۔

مسئلہ آمین جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ وہ مسئلہ ہے جس پر تقریباً ایک صدی سے ہنگامہ کارزار برپا ہے۔ قتل و غارت، مقدمات، مساجد کے تقدس کی پامالی، اور بارہ صدیوں کے مسلمانوں کو یہودی، منکرین سنت کہہ کر نفاق وشقاق کی خلیجوں کو وسیع تر کیا جارہا ہے۔

اس پر انگریزی دور میں پچاسوں رسائل لکھے گئے لیکن کسی ایک رسالہ میں بھی مسئلہ کی پوری وضاحت نہیں۔ آخر یہ تقیہ بازی کیوں؟

اس لئے ضروری ہے کہ بحث ونظر سے قبل نقطہ اختلاف کا تعین کر لیا جائے۔

مسلک اہل سنت والجماعت:

اذکار وادعیہ میں افضل اخفاء ہے۔ اس لئے نماز میں تمام اذکار اور دعائیں، آہستہ پڑھی جائیں گی۔ ہاں کسی خاص عارض کی وجہ سے کہیں جہر ہو تو وہ خلاف اصل ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر ہی رہے گا۔ چونکہ آمین بھی نماز میں دیگر ادعیہ کی طرح اذکار میں ہے اس لئے تمام نمازوں میں آہستہ کہی جائے گی۔

غیر مقلدین کا مسلک:

۱۔ غیر مقلدین جب نماز اکیلے پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو خواہ سنت یا نفل، آمین آہستہ کہتے ہیں۔

۲۔ اگر فرض باجماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳۔ باقی تمام دعائیں اور اذکار ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں۔ جیسے ثناء، تسبیحات، رکوع، سجود، تشہد، درود، آخری دعائیں وغیرہ۔

الغرض ان کے دعوے کے تین حصے ہیں آج تک پہلے اور تیسرے حصے کو یہ زیر بحث نہیں لائے، ان کے آمین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں۔ صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل صرف چھ رکعات سے متعلق ہیں۔ باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔

باب اول

پہلے ہم مسلک اہل سنت والجماعت احناف کے مسلک کو مدلل کرتے ہیں۔

فصل اول: آمین کا تلفظ اور معنی

آمین ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کے معنی ہیں اے اللہ قبول فرما چنانچہ اس کی تفصیل آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ العزیز)

اس کا تلفظ الف کی مد کے ساتھ آمین، جیسا کہ حدیث میں ہے مد بها صوته

فصل دوم:

جہر کے معنی بلند آواز کے ہیں اور اخفاء کے معنی چھپانے کے ہیں۔

۱۔ اخفاء کا اعلیٰ درجہ ہے کہ دل میں تکلم ہو لیکن زبان اور ہونٹ شریک نہ ہوں۔

۲۔ اخفاء کا اوسط درجہ یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو اور اپنے کان تک آواز جائے۔

۳۔ اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پھسپھساہٹ کی آواز قریب والا بھی سن لے۔

۴۔ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قریب والے دو چار سن سکیں ایک دو صفوں تک آواز جائے۔

۵۔ جہر کا اوسط درجہ وہ ہے جو روزانہ جہری قرأت میں ہوتا ہے۔ لا تجهر بصلوتك و لا تخافت بها و ابتغ بين ذلك سبيلا ”یعنی اتنی آواز بلند بھی نہ ہو کہ دور دور جائے اور اتنی پست بھی نہ ہو کہ اپنے مقتدی بھی نہ سن سکیں تو درجہ اوسط یہ ہوا کہ چار پانچ

مقابل مرفوع تو کجا کوئی صحیح السند موقوف بھی نہیں یہ فریب کی عادت آپ چھوڑنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہیں کسی نے سچ کہا ہے۔

جمعہ بعد عید

ہماری طرف سے دو مسائل تھے، دوسرا عنوان دلائل نماز جمعہ، نمبر ا پر اثر علی ؓ اور نمبر ۲ پر اعلان عثمان ؓ درج تھا مگر مولوی صاحب نے اپنی جہالت سے اس کو تیسرا مسئلہ بنا لیا کہ جمعہ کے دن عید آ جائے تو عید ہی پڑھ لے جمعہ پڑھنے کی ضرورت نہیں آپ تو آیت جمعہ کو نص قطعی اور عام کہہ رہے تھے اور ہم سے ناراض ہو رہے تھے کہ خبر واحد سے تخصیص کیوں کی۔ جو آپ کی بے سمجھی تھی مگر عید کے دن کے جمعہ کی فرضیت آپ نے جس حدیث سے ساقط کی ہے کیا وہ متواتر ہے یا مشہور۔ وہ تو خبر واحد بھی صحیح نہیں ہم تو غیر مقلد کا معنی سمجھتے تھے جو کسی کی نہ مانے اور مولوی عبد الستار کی تحقیقی تحریر پڑھ کر پتہ چلا کہ غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو اپنی بات پر بھی قائم نہ رہے۔ حضرت زید بن ارقم ؓ کی جو حدیث نقل کی ہے اس کی سند میں ایاس بن رملہ مجہول راوی ہے (تقریب) اور آپ کے نزدیک مجہول روایت مردود ہوتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کی روایت جو نقل کی ہے اس کو امام احمد اور دار قطنی مرسل کہتے ہیں (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۴۶) جو آپ کے نزدیک حجت نہیں، تراویح کی بحث میں تو آپ مرسل معتضد کو بھی حجت نہیں مانتے اور یہاں اپنی مطلب براری کے لئے مرسل (وہ بھی) غیر معتضد بھی حجت بن گئی ہے۔ تیسرے نمبر پر حضرت ابن زبیر ؓ کا فعل نقل کیا ہے مگر جملہ عاب ذلک علیہ الناس (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۹۶) نقل ہی نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین عید کے بعد جمعہ پڑھنا ضروری جانتے تھے اگر آپ کی پیش کردہ حدیثیں صحیح بھی ہوتیں تو بھی ان احادیث کا وہ مطلب صحیح ہوگا جو دوسری حدیث کے مخالف نہ ہو۔ عن عمر بن عبد العزیزؒ قال اجتمع عیدان علی عهد النبی ﷺ فقال من احب ان یجلس من اهل العالیة فلیجلس فی غیر حرج

(مسند امام شافعیؒ ص ۴۴) یہ مرسل ہے اور حضرت عثمان ؓ کے اعلان سے معتضد ہے معلوم ہوا کہ یہ رخصت نبی علیہ السلام نے اور بعد میں حضرت عثمان ؓ نے سب کے سامنے صرف گاؤں والوں کو دی تھی کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں تھا۔

تمت بالخیر

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم

تحقیق مسئلہ تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال نمبر ۱:- تقلید کا لغوی اور شرعی معنی کیا ہے؟

جواب :-تقلید کا لغوی معنی:

°تقلید کا معنی لغت میں پیروی ہے، اور لغت کے اعتبار سے تقلید، اتباع، اطاعت اور اقتداء سب ہم معنی ہیں۔ تقلید کے لفظ کا مادہ قلادہ ہے؟ یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ڈالا جائے تو ہار کہلاتا ہے اور جب جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے، ہم چونکہ انسان ہیں اس لئے انسانوں والا معنی بیان کرتے ہیں اور جانوروں کو جانوروں والا معنی پسند ہے۔

تقلید کا شرعی معنی:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلاوے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا‘‘ (الاقتصاد ص ۵)

تقلید کی اس تعریف کے مطابق راوی کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الروایت ہے اور مجتہد کی درایت کو قبول کرنا تقلید فی الدرایت ہے۔ کسی محدث کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے۔ اور کسی محدث کی رائے سے کسی راوی کو ثقہ یا مجہول یا

ضعیف ماننا بھی تقلید ہے۔ کسی امتی کے بنائے ہوئے اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ کو ماننا بھی تقلید ہے۔

تقلید جائز اور ناجائز:

جس طرح لغت کے اعتبار سے کتیا کے دودھ کو بھی دودھ ہی کہا جاتا ہے اور بھینس کے دودھ کو بھی دودھ ہی کہتے ہیں مگر حکم میں حرام اور حلال کا فرق ہے اسی طرح تقلید کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اگر حق کی مخالفت کے لئے کسی کی تقلید کرے تو یہ مذموم ہے جیسا کہ کفار و مشرکین خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت کے لئے اپنے گمراہ وڈیروں کی تقلید کرتے تھے۔ اگر حق پر عمل کرنے کے لئے تقلید کرے کہ میں مسائل کا براہ راست استنباط نہیں کر سکتا اور مجتہد کتاب و سنت کو ہم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اس لئے اس سے خدا اور رسول ﷺ کی بات سمجھ کر عمل کرے تو یہ تقلید جائز اور واجب ہے۔

(الف) کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟

صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ عنہ (جس کو نواب صدیق حسن خاں صاحب حدیث مشہور فرماتے ہیں۔ الروضۃ الندیہ ج ۲ ص ۲۴۶) میں اجتہاد کا مقام متعین ہے کہ جو مسئلہ صراحۃً کتاب و سنت سے نہ ملے اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرے گا۔

نوٹ: محدثین کا اصول حدیث بنانا، کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا کسی راوی کو ثقہ یا مجروح قرار دینا بھی ان کا اجتہاد ہے۔

(ب) کن کی تقلید کی جائے؟

ظاہر ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں مجتہد کی ہی تقلید کی جائے گی اور مجتہد کا اعلان ہے کہ القیاس مظهر لا مثبت (شرح عقائد نسفی) کہ ہم کوئی مسئلہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں بناتے بلکہ ہر مسئلہ کتاب و سنت و اجماع سے ہی ظاہر کر کے بیان کرتے ہیں اور مجتہدین کا

اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآن پاک سے لیتے ہیں وہاں سے نہ ملے تو سنت سے، وہاں نہ ملے تو اجماع صحابہ ؓ سے، اگر صحابہ ؓ میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف خلفائے راشدین ؓ ہوں اس سے لیتے ہیں اور اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے اسی طرح مسئلہ کا حکم تلاش کر لیتے ہیں جس طرح حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتا ہے اور وہ جواب اس کی ذاتی رائے نہیں بلکہ فن حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔

(ج) کون تقلید کرے؟

ظاہر ہے کہ حساب دان کے سامنے جب سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھ لے گا۔ اسی طرح مسائل اجتہادیہ میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہو گا وہ خود قواعدِ اجتہادیہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب و سنت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب وسنت سے مسئلہ استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس لئے کتاب وسنت کے ماہر سے پوچھ لوں کہ اس میں کتاب وسنت کا کیا حکم ہے۔ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں، اور مقلد ان مسائل کو ان کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مرادِ خدا اور مرادِ رسول ﷺ سے آگاہ کیا ہے۔

غیر مقلد کی تعریف:

نوٹ (۱): مجتہد اور مقلد کا مطلب تو آپ نے جان لیا، اب غیر مقلد کا معنی بھی سمجھ لیں کہ جو نہ خود اجتہاد کر سکتا ہو اور نہ کسی کی تقلید کرے یعنی نہ مجتہد ہو نہ مقلد۔ جیسے نماز با جماعت میں ایک امام ہوتا ہے باقی مقتدی، لیکن جو شخص نہ امام ہو نہ مقتدی، کبھی امام کو گالیاں دے کبھی مقتدیوں سے لڑے یہ غیر مقلد ہے۔ یا جیسے ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے باقی رعایا لیکن جو نہ حاکم ہو نہ رعایا بنے وہ ملک کا باغی ہے۔ یہی مقام غیر مقلد کا ہے۔

نوٹ (۲): غیر مقلدین میں اگر چہ کئی فرقے اور بہت سے اختلافات ہیں۔ اتنے اختلافات کسی اور فرقے میں نہیں ہیں مگر ایک بات پر غیر مقلدین کے تمام فرقوں کا اتفاق اور اجماع ہے، وہ یہ ہے کہ غیر مقلدوں کو نہ قرآن آتا ہے، نہ حدیث۔ کیونکہ نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اگر چہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث کے مسائل لکھے ہیں لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالا تفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں بلکہ برملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ ان کتابوں کو آگ لگا دو۔ گویا سب غیر مقلدین کا اجماع ہے کہ ہر فرقہ کے غیر مقلد علماء قرآن وحدیث پر جھوٹ بولتے ہیں، انہیں قرآن وحدیث نہیں آتا، وہ غلط گندے اور نہایت شرمناک مسائل لکھ لکھ کر قرآن وحدیث کا نام لے دیتے ہیں اس لئے وہ کتابیں اجماعاً مردود ہیں اور یہ سب جاہل ہیں۔

سوال دوم:- لفظ تقلید کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے یا نہیں؟

الجواب:- قرآن پاک نے ان مقدس جانوروں کو جو خاص خانہ کعبہ کی نیاز ہیں، قلائد فرمایا ہے اور ان کی بے حد تعظیم وحرمت کا حکم فرمایا ہے اور ان مقلدین کی بے حرمتی کرنے والوں کو عذاب شدید کی دھمکی دی ہے۔ البتہ کسی خنزیر، کتے وغیرہ کو قلائد بنانے کی اجازت ہرگز نہیں دی ہے۔

اور بخاری (ص ۴۸ ج ۱، باب التیمم) اور مسلم (باب التیمم ص ۱۶۰ ج ۱) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقدس ہار کو قلادہ فرمایا ہے اور مشکوۃ شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سونے، موتی، جواہرات کے ہار کو خنزیر کے گلے میں ڈالنے سے منع فرمایا۔

نوٹ (۱): اصول حدیث میں مرسل، مدلس، معضل وغیرہ جس قدر اصطلاحی الفاظ محدثین نے استعمال کئے ہیں، ان الفاظ کا ان ہی اصطلاحی معنوں میں قرآن وحدیث میں

ہونا ثابت فرمادیں یا اصول حدیث کا انکار کر دیں۔

نوٹ (۲): سائل نے سوال میں صرف قرآن وحدیث کا ذکر کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سائل اجماع کو دلیل شرعی نہیں مانتا۔ اگر واقعہ ایسا ہے تو سائل انکار اجماع کی وجہ سے دوزخی ہے اور سائل قیاس شرعی کو بھی شاید دلیل شرعی نہیں مانتا تو اس کے بدعتی ہونے میں کچھ شک نہیں کیونکہ انکار قیاس کی بدعت نظام معتزلی نے جاری کی تھی۔

ائمہ مجتہدین کی اتباع کے لئے تقلید کا لفظ اسی اجماع اور تواتر کے ساتھ امت میں استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے، جس طرح اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ، قواعدِ صرف ونحو تواتر کے ساتھ مستعمل ہیں۔ محدثین کے حالات میں جو کتابیں محدثین نے مرتب فرمائی ہیں وہ چار ہی قسم کی ہیں: طبقات حنفیہ، طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ اور طبقات حنابلہ، طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی محدث نے تحریر نہیں فرمائی۔

سوال سوم:- کیا قرآن وحدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرو؟

الجواب: قرآن پاک میں قرآن کی تلاوت کا حکم موجود ہے مگر ان دس قاریوں کا نام مذکور نہیں جن کی قرائتوں پر آج ساری دنیا تلاوتِ قرآن کر رہی ہے اور نہ یہ حکم ہے کہ ان دس قاریوں میں سے کسی ایک قاری کی قرأت پر قرآن پڑھنا ضروری ہے مگر ہمارے ملک پاک وہند میں سب مسلمان قاری عاصم کوفیؒ کی قرأت اور قاری حفص کوفیؒ کی روایت پر قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ ساری زندگی ایک قرأت پر قرآن پڑھنا کفر ہے یا شرک یا حرام یا جائز؟

اسی طرح کتاب وسنت سے سنت کا واجب العمل ہونا ثابت ہے مگر نام لے کر بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کو صحاح ستہ نہیں کہا گیا، نہ بخاری ومسلم کو صحیحین کہا گیا، نہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا جس طرح ان دس قاریوں کا

قاری ہونا اجماع امت سے ثابت ہے، اسی طرح اصحاب صحاح ستہ کا محدث ہونا اجماع امت سے ثابت ہے، اسی طرح ان چاروں اماموں کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے اور مجتہد کی تقلید کا حکم کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

نوٹ: سائل نے یہ سوال اصل میں شیعہ سے چوری کیا ہے کیونکہ کوئی اہل سنت یہ سوال نہیں کرتا، شیعہ کے ان سوالات کا ذکر ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں کیا ہے اور بعض کا ذکر شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں کیا ہے۔ اس ملک میں جب انگریز آیا اور اس نے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو اپنایا تو یہاں غیر مقلدین کا فرقہ پیدا ہوا جس کا مشن یہ تھا کہ انگریز کے خلاف جہاد حرام اور مسلمانوں کی مساجد میں فساد فرض۔ یہاں کے سب مسلمان مکہ اور مدینہ کو مرکز اسلام مانتے تھے۔ ان مراکز اسلام سے جب اس فرقہ کے بارے میں فتویٰ لیا گیا تو انہوں نے بالاتفاق ان کو گمراہ قرار دیا (دیکھو تنبیہ الغافلین) ان لوگوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے مایوس ہو کر یمن کے زیدی شیعوں کی شاگردی اختیار کر لی اور قاضی شوکانی، امیر یمانی کے افکار کو اپنا لیا۔ وہاں سے ہی یہ سوالات درآمد کئے گئے اور اہل اسلام کے دل میں وسوسے ڈالے گئے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ آج تک اس بدعتی فرقہ کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ ان سوالات کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مفتی صاحبان کے سامنے پیش کر کے فتویٰ حاصل کریں کیونکہ ان کو کامل یقین ہے کہ وہاں سے سوالات کا جواب ہمارے خلاف آئے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ کو ایسا سوال کیوں کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ شیعہ اپنے بارہ اماموں کو منصوص من اللہ مانتے ہیں اس لئے اہل سنت والجماعت نے ان بارہ کے ناموں کی نص پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ شیعہ اپنے ائمہ کے بارے میں نص پیش نہ کر سکے تو لاجواب ہو کر اہل سنت والجماعت سے مطالبہ کر دیا کہ تم چاروں اماموں کے نام کی نص پیش کرو حالانکہ اہل سنت والجماعت ائمہ اربعہ کو منصوص من اللہ مانتے ہی نہیں تو نص کا

مطالبہ ہی غلط ہے۔ ہاں ہم اہل سنت والجماعت باجماع امت ان کا مجتہد ہونا مانتے ہیں۔

سوال چہارم:- چاروں اماموں سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر امام ابوحنیفہؒ تک یہ لوگ کس امام کی تقلید کرتے تھے۔ یا اس وقت تقلید واجب نہ تھی؟

الجواب:- یہ سوال بھی کسی اہل سنت والجماعت محدث یا فقیہ نے پیش نہیں کیا بلکہ یہ سوال بھی شیعہ کی طرف سے اٹھایا گیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: ''صحابہ رضی اللہ عنہم دو گروہ تھے۔ مجتہد اور مقلد'' (قرۃ العینین) یہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم عربی دان تھے لیکن بقول ابن القیمؒ ان میں اصحاب فتویٰ صرف ۱۴۹ تھے۔ جن میں سے سات مکثرین میں ہیں یعنی انہوں نے بہت زیادہ فتوے دیے۔ ۲۰ صحابہ رضی اللہ عنہم متوسطین میں ہیں جنہوں نے کئی ایک فتوے دیئے۔ اور ایک سو بائیس مقلّین میں ہیں جنہوں نے بہت کم فتوے دیئے۔ ان مفتی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہزاروں فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، تہذیب الآثار، معانی الآثار وغیرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں ان مفتی صاحبان نے صرف مسئلہ بتایا، ساتھ بطور دلیل کوئی آیت یا حدیث نہیں سنائی اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بلا مطالبہ دلیل ان اجتہادی فتاویٰ پر عمل کیا اسی کا نام تقلید ہے۔ ان مفتی صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: ''ثم انهم تفرقوا فی البلاد و صار کل واحد مقتدیٰ ناحیة من النواحی'' کہ صحابہ رضی اللہ عنہم متفرق شہروں میں پھیل گئے اور ہر علاقہ میں ایک ہی صحابی کی تقلید ہوتی تھی۔ (الانصاف ص ۳) مثلاً مکہ مکرمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تقلید ہوتی تھی۔ پھر ان کے بعد تابعین کا دور آیا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''فعند ذلك صار لكل عالم من التابعين مذهب على حياله فا نتصب فی كل بلد امام'' (الانصاف ص ٦) یعنی ہر تابعی عالم کا ایک مذہب قرار پایا اور ہر شہر میں ایک ایک امام

ہو گیا۔ لوگ اس کی تقلید کرتے۔

صدر الائمہ مکیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے ہاں تشریف لے گئے تو خلیفہ نے پوچھا کہ آپ شہروں کے علماء کو جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، تو خلیفہ نے پوچھا: اہل مدینہ کے فقیہ کون ہیں؟ فرمایا: نافع، مکہ میں عطاء، یمن میں طاؤس، یمامہ میں یحییٰ بن کثیر، شام میں مکحول، عراق میں میمون بن مہران، خراسان میں ضحاک بن مزاحم، بصرہ میں حسن بصری، کوفہ میں ابراہیم نخعی (مناقب موفق ص ۷) یعنی ہر علاقہ میں ایک ہی فقیہ کے فقہی فتاویٰ پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ یہ واقعہ امام حاکم نے بھی معرفت علوم حدیث میں لکھا ہے۔ اس لئے امام غزالی فرماتے ہیں ”تقلید پر سب صحابہ ؓ کا اجماع ہے کیونکہ صحابہ ؓ میں مفتی فتویٰ دیتا تھا اور ہر آدمی کو مجتہد بننے کے لئے نہیں کہتا تھا اور یہی تقلید ہے اور یہ عہد صحابہ ؓ میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (المستصفی ج ۲ ص ۳۸۵)

علامہ آمدی فرماتے ہیں صحابہ ؓ اور تابعینؒ کے زمانہ میں مجتہدین فتویٰ دیتے تھے مگر ساتھ دلیل بیان نہیں کرتے تھے اور نہ ہی لوگ دلیل کا مطالبہ کرتے تھے اور اس طرز عمل پر کسی نے انکار نہیں کیا، بس یہی اجماع ہے کہ عامی مجتہد کی تقلید کرے۔ شاہ ولی اللہؒ شیخ عز الدین بن سلامؒ سے نقل کرتے ہیں۔ ان الناس لم یزالوا عن زمن الصحابة ؓ الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره و لو کان ذلک باطلا لا نکروه (عقد الجید ص ۳۶)

اور خود فرماتے ہیں: فهذا کیف ینکره احد مع ان الاستفتاء لم یزل بین المسلمین من عهد النبی ﷺ و لا فرق بین ان یستفتی هذا دائما و یستفتی هذا حینا بعد ان یکون مجمعا علی ما ذکرناه (عقد الجید ص ۳۹)

یعنی دور صحابہ ؓ و تابعینؒ سے تقلید تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور اس دور میں ایک شخص بھی منکر تقلید نہ تھا چونکہ ان صحابہ ؓ اور تابعینؒ کی مرتب کی ہوئی کتابیں آج

موجود نہیں جو متواتر ہوں۔ ہاں ان کے مذاہب کو ائمہ اربعہ نے مرتب کرا دیا تو اب ان کے واسطہ سے ان کی تقلید ہو رہی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے صحابہ ؓ و تابعینؒ بھی یہی قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے مگر اس وقت اس کا نام "قرأت حمزہ" نہ تھا۔ صحابہ ؓ و تابعینؒ بھی یہی احادیث مانتے تھے مگر رواہ البخاری اور رواہ مسلم نہیں کہتے تھے۔ یہ سوال سائل کا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کیا دس قاریوں سے پہلے قرآن نہیں پڑھا جاتا تھا؟ یا صحابہ ؓ و تابعینؒ میں نہ کسی نے بخاری پڑھی نہ مشکوٰۃ۔ کیا اس زمانہ میں حدیث کا ماننا اسلام میں ضروری نہ تھا؟

سوال پنجم :۔ کیا چاروں اماموں کے بعد کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوا اور اب کوئی مجتہد پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ یہ سوال تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ "۳۰۰ھ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا" اور امام نوویؒ نے بھی شرح مہذب میں یہی فرمایا ہے۔ اب مجتہد مطلق کا آنا نہ تو محال شرعی ہے نہ ہی محال عقلی ہاں محال عادی ہے۔ لیکن وہ آ کر کیا کرے گا؟ کیا اگر کوئی آج کا محدث دعویٰ کر کے ساری صحیح بخاری کو غلط قرار دے اور حدیث اور محدثین کی عظمت کو ختم کرے تو اس سے دین کا کیا فائدہ ہوگا۔ اسی طرح کوئی مجتہد بن کر پہلے سارے علمی سرمائے سے اعتماد ختم کرے تو کیا فائدہ؟

سوال ششم :۔ ایک امام کی تقلید واجب ہونے کے کیا دلائل ہیں؟ اور واجب کی تعریف اور حکم بھی بیان کریں؟

الجواب :۔ اس ملک میں یہ سوال ہی غلط ہے کیونکہ جیسے یمن میں صرف حضرت معاذ ؓ مجتہد تھے اور سب لوگ ان کی ہی تقلید کرتے تھے اسی طرح اس ملک میں مدارس، مساجد، مفتی صرف اور صرف سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب کے ہیں۔ دوسرے کسی مذہب کے مفتی موجود ہی نہیں کہ عوام ان سے فتویٰ لیں۔ اس لئے یہاں تو ایک ہی امام

متعین ہے۔ جیسے کسی گاؤں میں ایک ہی مسجد ہو اور ایک ہی امام کے پیچھے ساری نمازیں پڑھنی واجب ہیں، ایک ہی ڈاکٹر ہو سب اسی سے علاج کرواتے ہیں، ایک ہی قاری ہو سب اسی سے قرآن پڑھ لیتے ہیں اس لئے یہاں ایک ہی امام کی تقلید واجب ہے جیسے مقدمة الواجب واجب کہا جاتا ہے۔ اس کے بغیر دین پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ کوئی شخص ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھ سکتا اور تارک اس تقلید کا فاسق ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں اور صاحب جمع الجوامع فرماتے ہیں کہ ''عامی پر ایک امام کی تقلید واجب ہے''۔ (عقد الجید ص ۵۰) اور دلیل اس کی اجماع ہے۔ (الاشباہ ج ۱ ص ۱۴۳)

سوال ہفتم:۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور آپ کی تقلید بھی کرتے ہیں مگر انہوں نے بہت سے مسائل میں امام صاحب کی مخالفت کیوں کی؟

الجواب:۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ یہ دونوں حضرات خود مجتہد فی المذہب ہیں اور مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید واجب نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اپنے سے بڑے مجتہد کی تقلید کرے تو جائز ہے۔

سوال ہشتم:۔ کیا کسی امام نے اپنی تقلید کرنے کا حکم دیا ہے؟

الجواب:۔ ائمہ اربعہؒ کے اقوال مختلف کتابوں میں موجود ہیں جن میں ان حضرات نے واضح طور پر کہا ہے کہ ہماری ہر اس بات کو مانو جو قرآن وسنت کے موافق ہو اور جو خلاف ہو جائے اس کو مت مانو۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے اقوال پر عمل کی ترغیب دے رہے ہیں اور یہ بھی بتا رہے ہیں کہ ان کے اقوال قرآن وسنت کے موافق ہیں اور وہ قرآن وسنت کی مخالفت نہیں کرتے پس اس سے ان کی تقلید کا حکم ان کے اپنے اقوال سے ثابت ہوا۔

سوال نہم:۔ جو لوگ چاروں اماموں میں سے کسی امام کی تقلید نہیں کرتے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ موجودہ دور میں جو لوگ ائمہ اربعہؒ میں سے کسی ایک امام کی تقلید نہیں کرتے

وہ فاسق ہیں، اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور حرمین شریفین کے فتووں کے مطابق ان پر تعزیر واجب ہے۔

سوال دہم:- کیا مسئلہ تقلید پر اردو زبان میں بھی کوئی کتاب لکھی گئی ہے جسے پڑھ کر اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا جا سکے؟

الجواب:- اس مسئلہ پر بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ چند کے نام لکھ دیتا ہوں:

۱۔ تقلید کی شرعی حیثیت ...... ۲۔ الکلام المفید فی اثبات التقلید ...... ۳۔ تقلید ائمہ اور مقام امام ابوحنیفہؒ ...... ۴۔ الاقتصاد ...... ۵۔ تنقیح التقلید ...... ۶۔ خیر التنقید ...... ۷۔ اجتہاد اور تقلید ...... ۸۔ تقلید شخصی ...... ۹۔ توفیر الحق ...... ۱۰۔ تنویر الحق ...... ۱۱۔ تحفۃ العرب والعجم ...... ۱۲۔ تقلید اور امام اعظمؒ ...... ۱۳۔ سبیل الرشاد، ...... ۱۴۔ ادلہ کاملہ ...... ۱۵۔ ایضاح الادلہ ...... ۱۶۔ مدار الحق بجواب معیار الحق ...... ۱۷۔ انتصار الحق بجواب معیار الحق ...... ۱۸۔ تنقید فی بیان التقلید ...... وغیرہ وغیرہ۔ (مشتاق)

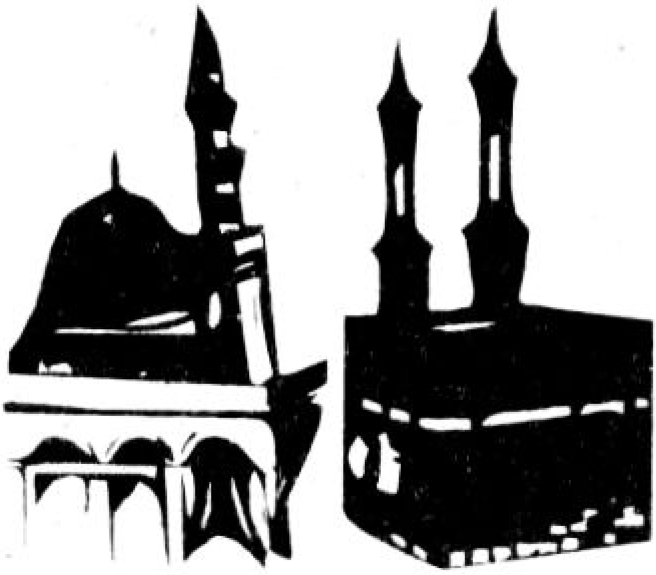

دیباچہ

انتصار الحق فی اکساد اباطیل معیار الحق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام جو ایک عالمگیر دین ہے، اس کو ساری دنیا میں پھیلانے کا سہرا اہل سنت والجماعت احناف کے سر رہا اور کوئی فرقہ اس عالمگیر حیثیت کو پا ہی نہ سکا۔ پوری دنیا میں خدا کا قرآن رسول اقدس ﷺ کی مقدس تعلیمات اور فقہ اسلامی کی نشر و اشاعت اس جماعت کی مرہون منت ہے۔ اور ان مقدس ہستیوں کے ہاتھوں پر جن لاکھوں کافروں نے اسلام قبول کیا وہ سب بھی اہل سنت والجماعت حنفی ہی کہلائے۔ اس حقیقت کا اعتراف نواب صدیق حسن خان نے یوں فرمایا ہے: "خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔" (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

اسی حقیقت کو علامہ شکیب ارسلان یوں بیان فرماتے ہیں: "مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہؒ کی پیرو اور مقلد ہے۔ سارے ترک اور بلقان کے مسلمان، روس اور افغانستان کے مسلمان، چین کے مسلمان، ہندوستان کے مسلمان اور عرب کے اکثر مسلمان، شام و عراق کے اکثر مسلمان فقہ حنفی مسلک رکھتے ہیں۔" (حاشیہ حسن المساعی ص ۶۹) اور ۱۹۱۱ء کی سرکاری مردم شماری کے اعداد و شمار یہ ہیں: اثنا عشری ایک کروڑ ۳ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ،

حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل سنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ تیس لاکھ سے زائد تھی جبکہ غیرمقلدین اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہیں تھا، اسی لئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نہ ان کا نام نہ شمار۔ چنانچہ غیرمقلدین کے مشہور عالم اور مورخ مولانا شاہ جہان پوری نے ۱۹۰۰ء میں ایک کتاب "الارشاد" تحریر فرمائی۔ اس میں لکھتے ہیں: "کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیرمانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔" (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳)

غیرمقلد مورخ کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ ایک نیا (بدعتی) فرقہ ہے اور یہ واقعی ایک تاریخی حقیقت ہے، کیونکہ اسلامی لٹریچر میں طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ کی کتابیں تو ملتی ہیں جن میں ان کے محدثین، فقہاء، مفسرین، سلاطین اور دیگر علمی طبقات کا تذکرہ ہے، مگر اسلامی لٹریچر طبقات غیرمقلدین نامی کسی کتاب کے نام سے بالکل خالی ہے۔ مذاہب اربعہ کی کتب حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر اور اسماء الرجال تو دستیاب ہیں مگر غیرمقلدین کی کوئی حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کی کتاب انگریز کے دور سے پہلے کی موجود نہیں ہے۔ نہ دور برطانیہ سے پہلے کا ان کا ترجمہ قرآن، نہ ترجمہ حدیث، نہ نماز کی کتاب، تو اس فرقہ کے نیا (بدعتی) ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔

الغرض یہ ملک پاک و ہند (متحدہ ہندوستان) جس کے فتح ہونے کی پیش گوئی زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی (دیکھو مسند احمد ص۱۷۸/ ج۵، ص۲۲۹/ ج۲، ص۳۶۹/ ج۲) اس فتح کی یہ پیش گوئی اہل سنت والجماعت احناف کے ہاتھوں پر ہی پوری

ہوئی اور اس ملک میں صدیوں تک اسلامی قانون یعنی فقہ حنفی کا نفاذ رہا۔

جب انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے اور اسلامی حکومت ختم ہوئی' ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل سنت والجماعت احناف نے حکومت برطانیہ کی چولیں ہلا کر رکھ دیں تو انگریز نے اپنی پالیسی یہ بنائی کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو۔" ایک طرف انگریز' احناف مجاہدین جنگ آزادی پر ظلم ڈھا رہا تھا' کتنوں کو پھانسی دی' کتنے کالے پانی بھیجے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملکہ وکٹوریہ نے آزادی مذہب کا اشتہار دے دیا کہ مذہب حنفی سے آزاد ہو کر لامذہب اور غیر مقلد بن جاؤ تو حکومت برطانیہ کے خیر خواہ سمجھے جاؤ گے اور جو مذہب (حنفی) پر جما رہے گا وہ سرکار برطانیہ کا باغی شمار ہو گا۔ اس کی تفصیل نواب صدیق حسن خان کی کتاب ترجمان وہابیہ اور رسائل اہل حدیث جلد اول کے مقدمے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کے اس اشتہار مذہبی آزادی کی تکمیل کا بیڑہ میاں نذیر حسین دہلوی نے اٹھایا اور مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے باغی بنانے اور ملکہ وکٹوریہ کا خیر خواہ بنانے کے لئے کتاب معیار الحق تحریر فرمائی۔

آنحضرت ﷺ نے قیامت کے بارہ میں فرمایا تھا: الایات بعد المائتین۔ محدثین اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آثار قیامت یعنی دین و دنیا کی تباہی کے آثار ۱۲۰۰ھ کے بعد شروع ہوں گے۔ چنانچہ یہ کتاب معیار الحق آنحضرت ﷺ سے ۱۲۸۷ سال بعد ۱۲۹۷ھ میں لکھی گئی۔

میاں نذیر حسین دہلوی ۱۲۲۰ھ میں صوبہ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک گاؤں سورج گڑھ میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم پٹنہ میں حاصل کی' پھر دہلی آ گئے۔ یہاں حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا طوطی بول رہا تھا۔ ملکی اور غیر ملکی ہزاروں لوگ کتاب و سنت کے اس سرچشمہ سے سیراب ہو رہے تھے۔ میاں نذیر حسین صاحب بھی یہاں پہنچے' لیکن استعداد عربی ھدایة النحو تک ہی محدود تھی' اس لئے اس مدرسہ میں باقاعدہ داخلہ نہ مل سکا۔ کبھی کبھار شاہ صاحب کے درس میں سماع کے لئے بیٹھ جاتے۔ علم میں اگرچہ کمی تھی مگر طبیعت میں بہت تیزی تھی۔ مذہبی چھیڑ چھاڑ کا مشغلہ رکھتے تھے تا کہ عوام میں رعب جم جائے' اگرچہ ذہن اسلاف سے باغی تھا جس کی بو شاہ اسحاق صاحب سونگھ چکے تھے۔ چنانچہ

ایک دن فرما ہی دیا کہ "اس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے، بڑا تیز ہے۔" (تحفۃ العرب والعجم ص۶)

میاں نذیر حسین نے از راہ تقیہ غیر مقلدین کے خلاف لکھنا شروع کر دیا اور چند رسائل لکھے۔ ورنہ اصل حقیقت وہی تھی جو حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمہ اللہ شاگرد شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ (سید نذیر حسین صاحب و حفیظ اللہ خان صاحب و مولوی عبدالحق بنارسی) "پہلے خدمت مولانا محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ کی میں معتقدانہ حاضر ہوتے تھے اور اپنے تئیں پکا اہل سنت ظاہر کرتے تھے اور جو کوئی ابو حنیفہ پر طعن کرتا قرآن و حدیث سے جواب دینے کا دعویٰ کرتے اور غصہ کے مارے منہ میں کف آجاتا تاکہ آدمی ہم کو اہل سنت حنفی مذہب متقی شاگرد میاں صاحب کا خیال کریں اور معتقد ہو جائیں۔ جب یہ اعتقاد آدمیوں کے ذہن میں جما دیا۔ بعد ہجرت جناب مغفور کے اور دہلی کے خالی ہونے کے علم سے، بتدریج اپنا مذہب رواج دینا شروع کیا۔ لیکن تقیہ نہ چھوڑا اور آہستہ آہستہ عوام کو رفض کی سڑک پر ڈال دیا اور قرآن و حدیث سے عوام کا دل پھیر دیا اور عمل بالحدیث کے پردے میں صدہا آیات و احادیث کو رد کر دیا، نعوذ باللہ من ھٰذا۔" (کشف الحجاب ص۱۰) نیز لکھتے ہیں: "مولانا اسحاق صاحب وعظ میں لامذہبیوں (غیر مقلدوں) کو ضال مضل فرماتے تھے اور یہ گمراہ باہر نکل کر کہتے تھے میاں صاحب نے ظاہر میں کہہ دیا والا مذہب میاں صاحب کا وہی ہے جو ہم کہتے ہیں اور ایسا ہی ایک اور جعل کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام (سے) چھپواتے ہیں۔ چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعضے مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علیٰ ہذا القیاس چھپواتے ہیں، تاکہ عوام فریب کھاویں اور جانیں کہ یہ علماء بھی لامذہب تھے۔" (کشف الحجاب ص۹) نیز لکھتے ہیں: "مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابو حنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی بالکل طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجہیلات صحابہ کے مصروف ہے...... مطاعن صحابہ و فقہاء کو عبادات اور جہاد قرار دے کر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کو عبادت عظمیٰ قرار دیا..... لہٰذا مولوی نذیر حسین

کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ " (حاشیہ کشف الحجاب ص ۸)

الغرض میاں صاحب نے تقیہ کی آڑ میں کتنے ہی لوگوں کو گمراہ کردیا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب چھاچھ تقسیم کر رہے ہیں جس سے میں سمجھ گیا کہ اسلام کی مثال تو احادیث میں دودھ سے آئی ہے مگر ان کے پاس دودھ نہیں چھاچھ ہے، جس کی صورت تو دودھ کی سی ہے مگر حقیقت سے خالی ہے۔ یہی حال ان کے مذہب کا ہے۔ "

مولوی عبدالمجید ہزاروی فرماتے ہیں کہ جب میں نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس حدیث پڑھنی شروع کی تو دل اندر سے گھبراتا تھا اور خواب میں اکثر خنزیر کے بچے نظر آیا کرتے تھے کہ میرے چاروں طرف پھرتے ہیں۔ ایسی خوابیں دیکھ کر میرا دل اچاٹ ہوگیا۔ پھر مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: مولانا رشید احمد گنگوہی سے حدیث پڑھو۔ چنانچہ مولانا سے پڑھنا شروع کردیا تو یہ پریشانی ختم ہوئی اور دلی فرحت نصیب ہوئی (تذکرۃ الرشید ص ۳۲۰/ ج ۲ ملخصاً)

الغرض میاں صاحب کے تقیہ نے کافی عرصے تک لوگوں کو دھوکے میں رکھا، آخر حکومت برطانیہ کے ایک پنشنر حافظ محمد یوسف کے کہنے سے میاں صاحب نے تقیہ کا نقاب اتارا اور کھل کر غیر مقلدیت پر عمل شروع کیا۔ (نقوش ابوالوفا، ص ۴۱، ۴۲)

میاں نذیر حسین صاحب کے دھوکوں سے عوام کو بچانے کے لئے حضرت مولانا نواب قطب الدین رحمہ اللہ صاحب مظاہر حق نے دو مختصر سے رسالے لکھے: تنویر الحق اور توفیر الحق، تو میاں نذیر حسین صاحب کو ان پر بڑا پیچ و تاب اٹھا۔

معیار الحق :

میاں نذیر حسین صاحب نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا، لیکن اپنے میں اتنی استعداد کہاں تھی، اس لئے محمد حسین نو مسلم کو ساتھ ملایا (مدار الحق ص ۵۸) اور محمد حسین بٹالوی تو اس کو اپنی کتاب ہی کہتا تھا (اشاعۃ السنہ ص ۳۳۶، ۳۳۷/ ج ۲۳)

میاں صاحب کی علمی استعداد کا یہ حال ہے کہ :

(۱) شاہ ولی اللہ کی طرف ایک کتاب غلط منسوب کر دی (القول السدید ص ۵۳)

(۲) ابن حجر کی عبارت کو علامہ شامی کی عبارت قرار دے دیا۔

(۳، ۴، ۵، ۶) امام ابن خلکان، ابن حجر عسقلانی، امام نووی، علامہ ابن طاہر پٹنی کی عبارات میں ایسی قطع و برید کی کہ گویا یہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کو تابعی نہیں مانتے، حالانکہ یہ سب امام کی تابعیت کے قائل ہیں۔

(۷) میاں صاحب لکھتے ہیں کہ قتادہ نے سائل سے کہا کہ محمد بن اسماعیل (بخاری) کو امام احمد سمجھ لے (معیار ص ۲۶) جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ جناب قتادہ کی وفات کے ۷۶ سال بعد پیدا ہوئے اور امام احمد رحمہ اللہ قتادہ کی وفات سے ۴۲ سال بعد پیدا ہوئے۔ افسوس اس کم علمی پر اسلاف سے بغاوت۔

(۸، ۹، ۱۰) اسماء الرجال کے بارہ میں استعداد کا یہ حال تھا کہ ایک حدیث جس کا راوی سلیمان بن مہران الاعمش صحاح ستہ کا اجماعی شیخ ہے اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے اس راوی کو سلیمان بن ارقم قرار دے دیا (ص ۲۲۵) اور خالد بن حارث کو خالد بن مخلد قرار دے دیا اور ص ۲۳۴ پر ایک حدیث کا انکار کرنے کے لئے اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی قرار دے دیا۔ احادیث نبویہ کے انکار کا یہ طریقہ ابھی تک منکرین حدیث کو بھی نہیں سوجھا کہ جہاں عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ کا لفظ آجائے وہاں عبداللہ بن مسعودؓ کی بجائے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی قرار دے کر حدیث کو ماننے سے انکار کر دیں۔

(۱۱) ص ۲۱۹ پر حدیث میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: سار میلین او ثلاثۃ، اور ترجمہ کیا ہے دو تین کوس مسافت چلے۔ حالانکہ ایک کوس تین میل کا ہوتا ہے۔ افسوس اس کم استعدادی پر بھی ان کو شیخ الکل کہا جاتا ہے۔

جس کی بہار یہ ہو اس کی خزاں نہ پوچھ

انتصار الحق :

اگرچہ معیار الحق میں کوئی خاص علمی تحقیق نہ تھی مگر غیر مقلدین نے چورن بیچنے

والے کی طرح اس کو ہر مسئلے کالاجواب رد قرار دیا‘ آسمان سر پر اٹھالیا‘ ھل من مبارز کی صدائیں پشاور سے کلکتہ تک بلند کی گئیں۔ آخر ان کا غرور توڑنے اور ان کے شیخ الکل کی شیخی کرکری کرنے کے لئے معیار الحق کو متن بنا کر اس کا مفصل رد مولانا ارشاد حسین رام پوری المتوفی ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) نے لکھا۔ اب غیر مقلدین کا فرض تھا کہ وہ بھی اسی طرح انتصار الحق کو متن بنا کر اس کا مفصل رد لکھتے‘ لیکن یہ قرض آج تک غیر مقلدوں کے سر پر باقی ہے۔ کسی غیر مقلد میں اتنی ہمت نہ تھی نہ ہے کہ اس کا جواب اسی طرز پر لکھتے۔

مسئلہ تقلید :

میاں صاحب نے تقلید کے رد میں یہ کتاب لکھی ہے اور تقلید کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔ تقلید کی یہ تقسیم خود ایک بدعت ہے جس پر میاں صاحب دلیل شرعی پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”رہی تقلید وقت لاعلمی کے سو یہ چار قسم ہے۔“

قسم اول :

واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے مجتہد کی مجتہد اہل سنت کی سے لاعلی التعیین۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقد الجید میں کہا ہے: ”سمجھ لے کہ مجتہد کی پیروی دو قسم کی ہے: واجب اور حرام۔ سو ایک تو یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص قرآن وحدیث کو نہیں جانتا اور وہ بذات خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہ رکھتا ہو‘ اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلانے فلانے مسئلے میں کیا حکم فرمایا ہے...... جب فقیہ بتادے تو اس کی پیروی کرے‘ برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام امت کے ہر طبقہ میں اتفاق ہے‘ بلکہ اور تمام امتیں بھی اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت میں متفق ہیں۔“ (عقد الجید مترجم اردو ص ۱۲۰‘ ۱۲۱۔ معیار الحق طبع اول ص ۴۲)

نیز فرماتے ہیں: ”جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہوتی ہے وہ اس صورت میں

ہے جبکہ لاعلمی ہو۔ قال اللّٰہ تعالٰی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم، اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر۔ کما اشار الیہ المحقق ابن الهمام فی التحریر (معیار الحق ص ۳۷) گویا تقلید کا وجوب قرآن پاک اور تمام امتوں کے اجماع سے ثابت ہے۔ اس وجوب کو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۵، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۲/ج ۱، مستری نور حسین گھرجاکھی نے ارکان اسلام اور مولانا داؤد غزنوی نے کتاب داؤد غزنوی ص ۳۷۵ پر تسلیم کیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ تقلید کو واجب ماننے کے بعد وہ غیر مقلد تو نہ رہے بلکہ مقلد ہو گئے اور واجب کا تارک فاسق ہوتا ہے۔ واجب کو شرک، کفر، حرام یا بدعت کہنے والا تو بہت ہی خطرے میں ہے۔ آج جو لوگ جذبات میں آکر تقلید کو کتے کا پٹہ اور مقلد کو جانور تک کہہ جاتے ہیں انہیں ضد چھوڑ کر قرآن پاک اور اجماع کو مان لینا چاہئے۔

نوٹ ضروری :

میاں نذیر حسین اور ان کے مذکورہ جماعتیوں نے اس تقلید میں جو لا علی التعین کی قید لگائی ہے یہ ان کی اپنی بدعت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی طرف اس کی نسبت کرنا ان پر محض افتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیں، کیونکہ یہ حرکت منافق کی علامت ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔

قسم دوم :

مباح ہے اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے، بلکہ اس نظر سے تعیین کرے کہ جب امر اللہ تعالیٰ کا واسطے اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا تو جس ایک مجتہد کا اتباع کریں گے اسی کے اتباع سے عہدہ تکلیف سے فارغ ہو جائیں گے اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے (معیار الحق ۴۲) تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب نہیں اگرچہ اولیٰ اور بہتر اور موجب سہل ہونے عمل کے ہے (معیار الحق ص ۸۰) اور جو مقلد تخصیص مذہب معین کی بطور قسم ثانی کے اختیار کرے وہ حقیقتاً تارک

بعض ما آتی بہ الرسول کا نہیں ہے۔ بلکہ عامل بمقتضائے عموم نص کے ہے (معیار الحق ص ۸۹) یہ بات مذکورہ پانچوں صاحبان بھی مانتے ہیں، لیکن اس سے ان کے شیخ الکل اور جماعت کی علمی استعداد سامنے آتی ہے۔ جب تقلید کی یہ قسم بھی نص سے ثابت ہے اور نص وجوب تقلید کی دلیل ہے تو اس تقلید سے بھی واجب ہی ادا ہوگا، اور جب وجوب حکم شرعی ہے تو اس کو حکم شرعی کیوں نہ سمجھے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث کو حکم شرعی نہیں سمجھنا چاہئے اور بخاری و مسلم کی احادیث کو متفق علیہ سمجھنا کوئی حکم شرعی نہیں۔ یہاں مباح کا حکم ہے اور اس کو شرعی نہ سمجھنے کی بیخ خالص میاں صاحب کی بدعت ہے، کسی شرعی دلیل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ :

میاں صاحب نے تقلید کے مسئلہ کا بیان شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے شروع کیا تھا مگر دوسرے ہی قدم پر شاہ صاحب کو چھوڑ گئے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر ایک جاہل شخص ہندوستان یا ماوراء النہر کے کسی خطے میں ہو اور اس کے قریب کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم نہ ہو، نہ ان کے مسالک فقہ کی کوئی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس سے باہر جانا اس کے لئے حرام ہوگا، اس لئے اس وقت اگر اس نے ایسا کیا تو اپنے آپ کو دائرۂ شریعت سے نکال لے گا اور شتر بے مہار بن کر رہ جائے گا (فقہی اختلاف کی اصلیت ص ۲۷، ترجمہ الانصاف)

قسم سوم :

حرام و بدعت ہے اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے بزعم وجوب کے (معیار الحق ص ۳۰۲) یہ قول خود بدعت ہے، اس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔

قسم چہارم :

شرک ہے۔ یہ تقلید ائمہ اربعہ کے مقلدین کی نہیں، نہ ہی ان کے اصول میں اس کا ذکر ہے، البتہ خود غیر مقلدین کا یہی حال ہے۔ ان کو قرآن سناؤ، احادیث سناؤ ہرگز نہیں مانتے، ان کو ضعیف کہہ کر ٹالتے جاتے ہیں۔ ہاں اپنے نفس کی اتباع کا نام عمل بالحدیث رکھا

ہوا ہے اور اسی سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

میاں صاحب نے یہ چار قسمیں تو گھر بیٹھ کر گھڑلیں مگر جو بات لکھنا چاہتے تھے وہ نہ لکھی کہ جو عوام غیر مقلدین اپنے مولویوں پر اعتماد کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے' کیونکہ ان کے مولویوں میں اجتہاد کی شرائط نہیں ہوتیں بلکہ اجتہاد کی جامع مانع تعریف بھی نہیں کرسکتے۔ ہم اجتہادی مسائل میں ایسے امام کی تقلید کرتے ہیں جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے اور وہ اجتہاد کی شرائط کے جامع تھے۔ خود میاں نذیر حسین' امام صاحب رحمہ اللہ کے بارہ میں فرماتے ہیں: ''ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے۔ ان کے فضائل میں اور آیت کریمہ ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم زینت بخش مراتب ان کے لئے ہیں۔'' (معیار الحق ص ۵)

ان دونوں تقلیدوں میں ایسا ہی فرق ہے کہ ایک مسجد کے لوگ اس امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں جس میں نماز کی شرائط مکمل طور پر موجود ہیں' اس کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور مقتدیوں کی بھی صحیح ہے۔ دوسری مسجد میں لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں جس میں نماز کی ایک شرط بھی نہیں ہے' اس کا منہ قبلے سے پھرا ہوا' گندے مکان پر کھڑا ہے' گندے جسم اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھا رہا ہے' نہ وضو کیا ہے نہ غسل' ظاہر ہے کہ ایسے امام کی نہ اپنی نماز درست ہوگی نہ مقتدیوں کی' وہ ضال بھی ہوگا اور مضل بھی۔ اس نااہل کی تقلید کے خلاف کتاب لکھنی چاہئے تھی نہ کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کے خلاف۔

لطیفہ :

ایک دفعہ ایک لامذہب شیخ الحدیث صاحب ایک دکان پر گئے' وہاں ایک حنفی نوجوان کو پوچھا کیا تم مقلد ہو؟ اس نے کہا کہ جی ہاں میں ان پڑھ ہوں۔ ظاہر ہے کہ میرے سامنے کسی عالم پر اعتماد کے سوا کوئی چارہ کار نہیں' اس لئے تقلید کے بغیر نہ نماز پڑھ سکتا ہوں نہ کوئی اور دینی کام سرانجام دے سکتا ہوں۔ شیخ الحدیث صاحب نے کہا: کس کی تقلید کروگے؟ اس نے کہا آپ بھی عالم ہیں' میں آپ پر اعتماد کرکے مسائل پوچھ لوں گا اور آپ

کی تقلید کرلوں گا۔ یہ بات سن کر شیخ الحدیث صاحب خاموش ہو گئے۔ وہ نوجوان تھوڑی دیر خاموش رہا کہ شیخ الحدیث صاحب اپنی تقلید سے مجھے منع کریں گے' کوئی آیت یا حدیث پڑھیں گے مگر شیخ الحدیث صاحب خاموش رہے۔ اس نوجوان نے کہا کہ حضرت! اگر میں کہہ دیتا کہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں تو سارا قرآن میرے خلاف پڑھا جاتا' کبھی ابو جہل کے متعلق آیات مجھ پر فٹ کی جاتیں' کبھی احبار و رھبان والی آیات میرے نام پر چسپاں کی جاتیں' کبھی مجھے مشرک کہا جاتا' کبھی میرے امام کو قیاس کی وجہ سے شیطان کہا جاتا' کبھی تقلید کو کتے کا پٹہ کہا جاتا' کبھی میرے محمدی ہونے کا انکار کیا جاتا' مجھے نبی کا منکر اور دین کا دشمن کہا جاتا' مگر اب میں آپ کی تقلید کے لئے تیار ہو گیا ہوں۔ اب نہ کوئی میرے خلاف آیت پڑھی جاتی ہے نہ حدیث۔ معلوم ہوا کہ اصل اختلاف تقلید میں نہیں' وہ تو آپ کے عوام میں بھی پائی جاتی ہے۔ صرف امام صاحب رحمہ اللہ سے حسد ہے کہ لوگ ان کی کیوں تقلید کرتے ہیں' ہماری کیوں نہیں کرتے؟ ہم جس طرح ڈاکٹر کو چھوڑ کر اناڑی سے دوا نہیں لیتے' وکیل کو چھوڑ کر جاہل سے قانونی مشورہ نہیں لیتے' اسی طرح امام صاحب کے مقابلہ میں آپ کو نااہل سمجھتے ہیں' اس لئے آپ کی تقلید نہیں کرتے۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے :

یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ جب تک اس ملک میں تقلید کا دور دورہ رہا' لوگ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں کفر سے اسلام کی طرف آتے رہے' لیکن معیار الحق نے جو ترک تقلید کا سبق پڑھایا تو صرف پچیس سال میں اس کا کیا نتیجہ نکلا؟

مولانا محمد حسین بٹالوی کی شہادت :

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر کار اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں' بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ایک ادنی کرشمہ ہے۔ ان فاسقوں میں سے بعض تو کھلم کھلا جمعہ' جماعت اور نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں' سود و شراب سے پرہیز نہیں

کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیوی کی وجہ سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت ہیں، مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔" (اشاعۃ السنہ)

قاضی عبدالاحد خان پوری کی شہادت :

"اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں، وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے۔ دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار ہیں اور منافقین ہیں وہ بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہی کو گمراہ کر کے ان سے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے، پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنا دیا اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہی کی دہلیز اور باب سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنا دیا۔ اور جب یہ مولوی ثناء اللہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو وہ بھی انہی جہال اہل حدیث کے باب اور دہلیز میں داخل ہوا اور کیا جو کیا۔ مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حسینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں، پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں کوئی پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر

جس قدر کفر' بداعتقادی اور الحاد و زندیقیت ان میں پھیلا دے' بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بچیں نہیں ہوتے۔ اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے۔ سبحان اللّٰہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ اور سِر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل سنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و متکبر ہو گئے ہیں۔ فافہم و تدبر (کتاب التوحید والسنۃ ص ۲۶۲/ج ۱) گویا ترک تقلید نے کفر' ارتداد' فسق' دین بیزاری' تفرق و تشتت میں اہل اسلام کو مبتلا کر دیا۔ اس دین بیزاری کی مثال تاریخ تقلید میں ہرگز نہیں ملے گی۔

مسئلہ تقلید :

تقلید کہتے ہیں کسی فن میں اہل فن پر اعتماد و اعتبار کرنا کہ یہ دلیل کے موافق مسئلہ بیان کرتا ہے اور اس سے دلیل تفصیلی کا مطالبہ نہ کرنا محض اس حسن ظن پر اعتماد کرنا کہ یہ مسئلہ خود نہیں گھڑتا بلکہ مسئلہ کو جو عوام کی نظر سے پوشیدہ تھا صرف ظاہر کر کے بتاتا ہے۔

۱..... کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟ میاں صاحب خود قاضی عضد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ مسئلہ جس میں کسی کی تقلید چاہئے وہ مسائل اجتہادیہ ہیں نہ کہ منصوصہ (معیار الحق ص ۳۸)

۲..... کون تقلید کرے اور کس کی کرے؟ میاں صاحب ملا علی قاری کی شرح عین العلم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیف دی ہے کہ علماء (براہ راست) کتاب و سنت پر عمل کریں اور ناواقف لوگ علماء کی تقلید کریں (یعنی ان کی رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کریں) اور رسم القوارض کے حوالے سے لکھتے ہیں: "جو مجتہد نہ ہو اس پر یہ واجب ہے کہ کسی عالم کی تقلید کرے بسبب اس آیت کے "پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے" اور بسبب اس مقولہ بعض مشائخ کے کہ جو کسی عالم کی پیروی کرے گا تو قیامت میں گرفت سے سالم رہے گا (معیار الحق ص ۷۵' ۷۶ طبع اول)

۳..... یہ تقلید کب سے شروع ہوئی؟ میاں صاحب کتابوں کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: "زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ اصحابِ مذاہب تک یہی چال تھی کہ بدوں تخصیص ایک

مذہب کی تقلید کیا کرتے۔ " (معیار الحق ص ۵۵) سید بادشاہ سے نقل کرتے ہیں: "صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک یہی حال اور مسلک چلا آیا کہ کبھی کسی کی تقلید کرتے کبھی کسی کی بدوں انکار کے۔ " (ص ۵۷) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور تابعین رحمھم اللہ میں ایک شخص بھی غیر مقلد یا تقلید کا منکر نہ تھا۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ تقلید کا تعلق مسائل منصوصہ سے نہیں، بلکہ مسائل اجتہادیہ میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید، اور یہی طریقہ صحابہؓ و تابعین رحمھم اللہ اور بعد میں آج تک امت میں تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ اب ہر غیر مقلد یہ کہنے لگا ہے کہ ہمیں صرف قرآن وحدیث اور اس کے فہم میں اپنا فہم سقیم کافی ہے۔ کسی مجتہد کے فہم سلیم کی رہنمائی کی ہمیں ضرورت نہیں۔

طریقہ امتحان :

آپ کو جو غیر مقلد ملے اس کو سادہ قرآن پاک اور حدیث کی ایک آدھ کتاب دے دیں اور کہیں کہ ہمیں نماز کا مکمل طریقہ سکھادیں۔ نماز زبانی اور بدنی عبادات کا مجموعہ ہے۔ پہلے ہر ذکر اور عمل کا حکم پوچھیں کہ تکبیر تحریمہ اور تحریمہ کی رفع یدین کا حکم کیا ہے؟ فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا نفل؟ یہ حکم صاف طور پر قرآن وحدیث میں دکھادیں، وہ قیامت تک نہیں دکھا سکے گا۔ اب تنگ آکر کہے گا کہ ہم کسی چیز کو فرض، واجب، سنت نہیں مانتے، یہ احکام بدعت ہیں۔ آپ فوراً کہیں کہ بہت اچھا آپ لکھ دیں کہ رکوع کی رفع یدین، امام کے پیچھے فاتحہ، سینے پر ہاتھ باندھنا، اونچی آواز سے آمین کہنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ نفل۔ جو لوگ ان کو فرض یا سنت وغیرہ کہتے ہیں وہ سب بدعتی ہیں۔ پھر اس سے پوچھیں کہ میں کسی مسجد کا امام نہیں ہوں، فرائض مقتدی بن کر پڑھتا ہوں اور سنتیں اور نفل اکیلا پڑھتا ہوں، مجھے قرآن وحدیث سے دکھادیں کہ مقتدی اور اکیلا نمازی تکبیر تحریمہ، ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین، رکوع وسجدہ کی تکبیرات اور تسبیحات، تشہد، درود، دعا، سلام آہستہ آواز سے کہیں یا بلند آواز سے، وہ جو جواب دے اسے کہہ دیں کہ یہ قرآن وحدیث میں دکھادو، وہ ہرگز یہ صاف اور صریح الفاظ میں قرآن وحدیث میں نہ دکھا سکے گا۔ اب اس سے

لکھوالیں کہ میں نے قرآن وحدیث پر جھوٹ بولا تھا' میں تو صرف قرآن وحدیث سے نماز کا مکمل طریقہ بھی نہیں نکال سکتا اور آج تک سب نمازیں اپنے مولویوں کی تقلید میں پڑھی ہیں۔ یہ لکھوا کر اس سے پوچھیں کہ جس کی آپ نے تقلید کی ہے اس کا نام لکھادیں' پھر اس کے مولوی سے بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ مولوی بھی محض جھوٹا ہے۔ وہ قرآن وحدیث سے مکمل نماز کبھی ثابت نہ کر سکے گا۔ اب جہاں غیر مقلد ملے فوراً کہہ دو کہ میاں قرآن وحدیث تمہیں بالکل نہیں آتا۔ قرآن وحدیث پر جھوٹ نہ بولا کرو۔

دوسرا طریقہ امتحان :

دوسرا طریقہ امتحان یہ ہے کہ آپ تعلیم الاسلام یا بہشتی زیور یا اردو عالمگیری لے کر بیٹھ جائیں اور ترتیب سے ایک ایک مسئلہ پڑھنا شروع کردیں اور ان سے کہیں کہ ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک آیت یا ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرتے جائیں جس سے ہم اس مسئلے کو غلط مان کر چھوڑ دیں گے۔ اب آپ صحیح مسئلہ کی صورت کسی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کرتے جائیں۔ جب آپ ہماری ساری فقہ کو اس طرح غلط ثابت کریں گے اور ہر مسئلہ کے مقابلہ میں صحیح مسئلہ قرآن وحدیث سے دکھادیں گے تو ہم آپ کا مسلک قبول کرلیں گے۔

تیسرا طریقہ امتحان :

آپ حدیث کی کتاب طحاوی یا مصنف ابن ابی شیبہ یا مصنف عبدالرزاق لے کر بیٹھ جائیں اور متعارض احادیث سنانا شروع کریں اور ان سے کہیں کہ ان کا رفع تعارض کسی امتی کے اصول یا قول سے نہیں بلکہ صحیح صریح غیر معارض حدیث سے رفع کریں۔ وہ ہرگز رفع نہ کر سکیں گے۔ اب ایک ہی صورت ہوگی وہ مجتہد کی تقلید میں ان متعارض روایات سے راجح پر عمل کریں' یہی تقلید ہے۔

آپ اس طریقہ سے اچھی طرح سمجھ لیں گے یہ لوگ قرآن وحدیث سے بالکل جاہل ہیں۔ ہاں اسلاف سے بدگمانی اور ان پر بدزبانی کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔

شاید لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا پر عمل کرنے کو عمل بالحدیث سمجھتے ہیں۔

ان کی تقلید :

یہ لوگ لغت میں ائمہ لغت پر اندھا اعتماد کرتے ہیں‘ جو ان کی تقلید ہے۔

اسماء الرجال :

اصول حدیث اور احادیث کی صحت وضعف کے بارہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد محدثین کی تقلید کرتے ہیں‘ صرف ونحو میں ائمہ صرف ونحو کی تقلید سے ذرا عار محسوس نہیں کرتے‘ ڈاکٹر اور طبیب کی تقلید طریقہ علاج میں لازم جانتے ہیں‘ قانونی مسائل میں ماہرین قانون کی تقلید کو لازم قرار دیتے ہیں‘ صرف مسائل فقہ میں ائمہ فقہ کی بجائے نااہل مولویوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اہل کو چھوڑ کر نااہل کی تقلید کرنا ہی علامات قیامت سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ (بخاری) جب نااہل کے سپرد کام کیا جائے تو قیامت یعنی بربادی اور تباہی کا انتظار کر۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ڈاکٹری علاج موچی سے کرایا جائے‘ قانونی مشورہ جولاہے سے لیا جائے‘ تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کی پیروی کی جائے‘ فن حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم رحمھما اللہ کے مقابلہ میں اسلم جیراجپوری اور پرویز کو ناقد اور محقق مانا جائے۔ میاں صاحب کا فرض تھا کہ ان تقلیدوں کا فرق بیان کرتے اور اس کی دلیل قرآن وحدیث سے لاتے۔ آخر باقی تقلیدوں میں چار قسمیں کیوں نہ کیں۔ صرف اس میں یہ تقسیم کس حدیث سے کی؟

جس طرح لغت‘ صرف ونحو‘ بیان‘ اصول ایسے علوم ہیں جو کتاب وسنت کے خادم ہیں‘ ایسے ہی فقہ کتاب وسنت کی قانونی تعبیر وتشریح کا نام ہے۔ جس طرح کوئی یہ کہے کہ لغت‘ صرف ونحو‘ اصول‘ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں تو یہ حماقت ہے‘ اس سے بڑھ کر یہ حماقت ہے کہ فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اگر فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوتی تو قرآن میں فقہ کی تعریفیں نہ ہوتیں۔

ایک دھوکہ :

غیر مقلد اپنے ذہن اور اپنی سوچ کو خدا اور رسول ﷺ کی سوچ اور معصوم سمجھتے ہیں۔ اس لئے جو شخص ان کے فہم سے اختلاف کرے اس کو یہ نہیں کہتے کہ اس نے ہمارے فہم کو نہیں مانا' بلکہ اس کو خدا اور رسول ﷺ کا مخالف کہتے ہیں۔ ان کی سمجھ کے خلاف کسی امام کا فہم ہو' صحابی کی سوچ ہو' خلیفہ راشد کا فتویٰ ہو' سب کو رسول ﷺ کا مخالف کہیں گے اور دھوکہ یہ دیں گے کہ ایک طرف قول معصوم ہے' دوسری طرف قول مجتہد جس سے خطا کا امکان بلکہ وقوع بھی ہے' حالانکہ اتنی بات صاف ہے کہ دونوں جہانوں کی کامیابیاں اتباع رسول معصوم سے وابستہ ہیں مگر رسول پاک ﷺ کا دین ہم تک بواسطہ امت پہنچا ہے۔ اب اگر اس پر امت کا اجماع ہے تو اجماع معصوم ہوتا ہے' اس لئے ایسے مسائل حجت قاطعہ ہیں کہ معصوم کی بات معصوم واسطہ سے ہم تک پہنچ گئی' لیکن اگر اس مسئلہ پر اجماع نہیں بلکہ مجتہدین میں اختلاف ہے تو رحمت واسعہ ہے کہ صواب پر دو اجر اور خطا پر ایک اجر اور عمل ہر حال میں مقبول۔ اس لئے مجتہد اور مقلد کو ذرہ بھر خطرہ نہیں۔ ان کے اعمال مقبول ہیں اور اجر بھی یقینی ہے' خواہ ایک اجر ملے یا دو' مجتہد اور غیر مقلد کا مقابلہ معصوم اور غیر معصوم کا مقابلہ نہیں بلکہ اہل اور نااہل کا مقابلہ ہے اور نااہل کا عمل مردود اور گناہ لازم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطاء۔ کتنا بڑا فرق ہے کہ مجتہد کو خطا پر بھی اجر' غیر مقلد کا صواب بھی خطا۔ جیسے غیر ڈاکٹر آپریشن کرے تو مجرم' گو مریض تندرست ہو جائے اور جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہ ہو وہ بغیر ایکسیڈنٹ کرنے کے بھی قانونی مجرم ہے۔

الغرض میاں نذیر حسین نے "معیار الحق" کتاب لکھ کر مسلمانوں کو ایسی بے راہ روی اور آوارہ گردی پر لگا دیا جس سے آج ہزاروں لوگ مرتد اور کم از کم فاسق بن گئے۔ اہل سنت میں کئی فرقے بن گئے۔ بلکہ اسی فتنہ ترک تقلید سے مرزائیت' انکار حدیث اور دین بیزاری کے فتنوں نے جنم لیا۔

حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رام پوری نسبا فاروقی' مذہبا حنفی اور حضرت مجدد

الف ثانی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے ہیں اور جامع بین الشریعت والطریقت بزرگ تھے۔ انہوں نے بھانپ لیا کہ یہ کتاب مسلمانوں میں کتنے فتنوں کا دروازہ کھولنے والی ہے' اس لئے بروقت اس کا تعاقب کیا۔ یہ عرصہ سے نایاب ہو رہی تھی' اللہ تعالیٰ کارکنان جمعیت اہل سنت لاہور کو اجر جزیل عطا فرمائیں کہ انہوں نے اس کو دوبارہ زیور طبع سے آراستہ فرمایا۔ یہ کتاب اہل سنت والجماعت کے لئے حرز ثمین ہے اور غیر مقلد اگر تعصب دل سے نکال کر اس کا مطالعہ کرے تو ان شاء اللہ نسخہ شفا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف اور شائع کنندگان کو اپنی رضا و رحمت واسعہ سے نوازیں' آمین۔

محمد امین صفدر اوکاڑوی

غیر مقلدین کے تقلید سے متعلق پچاس سوالات کے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس زمانہ میں تقلید شخصی کے بارے میں ایسا اختلاف پڑا ہے کہ جدھر دیکھئے ادھر اسی کا جھگڑا پھیلا ہوا ہے۔ کوئی تو تقلید کو جائز بلکہ واجب اور فرض بتاتا ہے اور کوئی تقلید کا سرے سے انکار ہی کرتا ہے، نہ فرض مانتا ہے نہ جائز جانتا ہے۔ ہم عامی لوگ سخت مشکل میں پڑے ہوئے ہیں کہ کس کی بات مانیں؟ لہٰذا ان علماء دین کی خدمت میں جو تقلید شخصی کو فرض یا واجب یا جائز بتاتے ہیں، عرض کر رہے ہیں کہ آپ حضرات ہم لوگوں کو سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ ﷺ کا بتا دیجئے تا کہ ہم لوگ اس پر چل کر اپنی مراد کو پہنچ جائیں اور آپ کو سیدھا راستہ بتانے کا اجر ملے۔ اسی غرض سے یہ پچاس سوالات سرِ دست حاضر خدمت کئے جاتے ہیں، ان کے جوابات سے سرفراز فرمائیے۔ اجر کم علی اللہ۔

سوال نمبر ۱:

سنا ہے کہ ہماری فقہ شریف کے اصول کی کتابوں میں ہے کہ جس امتی کے قول کو ماننے پر کوئی دلیل نہ ہو اسے بے دلیل ماننا اور مدارِ دین اسی پر رکھ دینا اور قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے دلیل نہ لے سکنا، اسے تقلید شخصی اصطلاحی کہتے ہیں؟

جواب:

تقلید شخصی کا انکار ملکہ وکٹوریہ کے دور میں شروع ہوا۔ اس سے پہلے اس کا انکار

نہیں بلکہ سب لوگ تقلید شخصی کرتے تھے۔

اشتہار والے نے تقلید فرض یا واجب ماننے والوں سے دلیل مانگی ہے لیکن شرک اور حرام کہنے والوں سے دلیل نہیں مانگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا آدمی ہے، لینے کے باٹ اور ہیں اور دینے کے باٹ اور۔

تقلید کی تعریف:

اجتہادی مسائل میں مجتہد کے ان اقوال کو جو ادلہ اربعہ میں سے کسی دلیل سے ثابت ہوں ان با دلیل باتوں کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا عرف میں تقلید کہلاتا ہے۔

سوال نمبر ۲:

جس تقلید کے بارے میں اس قدر اختلافات ہیں، اس تقلید سے کیا مراد ہے یعنی تقلید شخصی و اصطلاحی؟

جواب:

کتاب و سنت میں غیر مجتہد اپنی ناقص رائے کو چھوڑ کر کتاب و سنت کے ماہر کی راہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کرے اور اگر کوئی تحریر میں اختلاف ہو تو جس مجتہد کا مذہب اس کے ملک میں درساً و عملاً متواتر ہو اس کی راہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کرے۔

نوٹ:

رائے ناقص از خود رائی، کم علمی، کم فہمی، بد فہمی، کج فہمی اور خوش فہمی کو کہتے ہیں۔ اسی کا نام غیر مقلدیت ہے۔

سوال نمبر ۳:

کیا تقلید شخصی اصطلاحی آنحضرت ﷺ کے یا آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعینؒ کے زمانہ میں تھی؟

جواب:

تقلید شخصی ہر زمانہ میں رہی۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں پورے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہر شہر کے لوگ اپنے شہر کے مجتہد کی تقلید کرتے تھے۔

سوال نمبر۴:

(الف)……… جو کام ان مبارک زمانوں میں نہ ہوا، اگر اسے بعد والے دینی امر سمجھ کر کریں تو آیت أليوم أكملت لكم دينكم جو قرآن میں ہے، وہ بتلاتی ہے کہ اللہ کا دین ہر طرح کامل ہو گیا، پھر ائمہ دین کی رائے و قیاس کو بھی دین میں داخل کرنا اس آیت کے خلاف تو نہیں؟

(ب)……… وہ باصطلاحِ شرعی بدعت کیوں نہیں؟

جواب:

تقلید شخصی خیر القرون میں موجود تھی البتہ اسے شرک اور بدعت کہنا دور وکٹوریہ کی بدعت ہے۔

سوال نمبر۵:

چاروں ائمہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس تقلید کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے یا نہیں؟ اور اگر فرمایا ہے تو کیا؟ ہم نے سنا ہے کہ چاروں ائمہ تقلید کو حرام فرمایا کرتے تھے۔

جواب:

چاروں ائمہ نے جو اپنی فقہ مرتب کروائی، ہر مسئلہ دلیل سے مرتب کروایا۔ مرتب کروانے کا مقصد اس پر عمل کرانا تھا تو گویا ہر مسئلہ دعوتِ تقلید ہے۔ اس لئے جب ان کی یہ فقہ متواتر ہے تو دعوتِ تقلید بھی ان سے متواتر ثابت ہے۔ نیز الکفایہ کتاب الصوم میں

صراحۃً بھی امام ابوحنیفہؒ سے عامی کے لئے تقلید کا وجوب ثابت ہے۔ ہاں ان ائمہ نے یہ فرمایا: جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اجتہاد واجب، تقلید حرام ہے۔ جو خطاب انہوں نے مجتہدین کو کیا تھا ان کو عوام پر چسپاں کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ کی بدترین مثال ہے۔ ہمارے ہاں مجتہد پر اجتہاد واجب، غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اور غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔

دائرہ اجتہاد و تقلید:

تقلید کا تعلق چونکہ اجتہادی مسائل سے ہے، اس لئے اجتہاد کے دائرہ کار کا پتہ چلنے سے تقلید کی ضرورت بھی واضح ہوتی ہے۔ رسول اقدس ﷺ نے ۹ھ میں حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن روانہ فرمایا تو پوچھا: اے معاذ! فیصلہ کیسے کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کیا: کتاب اللہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فان لم تجد فیہ عرض کیا: بسنۃ رسول اللہ۔ فرمایا فان لم تجد فیہ۔ عرض کیا أجتہد برأیی و لا آلو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ألحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ۔ (ابوداؤد، ترمذی) اس سے معلوم ہوا کہ جو مسئلہ اور حکم کتاب وسنت میں صراحۃً نہ ملے وہاں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ وضاحت یوں ہے کہ مسائل فرعیہ کی دو قسمیں ہیں: منصوصہ، غیر منصوصہ۔ پھر منصوصہ کی دو قسمیں ہیں: متعارضہ، غیر متعارضہ۔ پھر غیر متعارضہ کی دو قسمیں ہیں: محکمہ، محتملہ۔

(۱)........ مسائل منصوصہ، غیر متعارضہ محکمہ میں نہ اجتہاد کی ضرورت نہ تقلید کی۔ جیسے پانچ نمازوں کی فرضیت، نصاب زکوۃ وغیرہ۔

(۲)........ مسائل منصوصہ متعارضہ میں رفع تعارض کر کے مجتہد راجح نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی راہنمائی میں راجح نص پر عمل کرتا ہے جیسے ترک قرأت خلف الامام، ترک رفع یدین وغیرہ۔

(۳)........ مسائل منصوصہ محتملہ میں مجتہد اپنے اجتہاد سے راجح احتمال کی تلاش کرتا ہے

اور اس نص کے راجح احتمال پر عمل کرتا ہے اور مقلد اسکی راہنمائی میں اس نص کے راجح احتمال پر عمل کرتا ہے جیسے احکام فرض، سنت، واجب وغیرہ۔

(۴) .... مسائل غیر منصوصہ میں مجتہد منصوص مسائل میں کوئی علت تلاش کرتا ہے۔ وہی علت جن غیر منصوص مسائل میں پائی جاتی ہے تو وہی حکم اس میں جاری کرتا ہے اور مقلد مجتہد کی راہنمائی میں اسی حکم پر عمل کرتا ہے جس کی بنیاد مجتہد نے کتاب وسنت کی بنیاد پر رکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اپنی اجتہادی بصیرت سے کتاب وسنت کے منصوص اور علت سے ثابت مسائل پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی راہنمائی میں کتاب وسنت ہی کے مسائل پر عمل کرتا ہے۔ اس لئے ان اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے۔ جو اجتہاد کی اہلیت نہ رکھے اس پر تقلید واجب ہے، اس لئے اسے مقلد کہتے ہیں اور جو نہ خود اجتہاد کر سکے اور نہ مجتہد کی تقلید کرے اسے غیر مقلد کہتے ہیں، اس پر تعزیر واجب ہے۔

تمہید:

دور نبوی ﷺ سے لیکر آخر خیر القرون تک اہل سنت والجماعت میں مجتہدین اجتہاد کرتے تھے اور غیر مجتہدین ان کی تقلید کرتے تھے۔ صحابہ ؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سے ایک نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جو نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور نہ تقلیداً کتاب وسنت پر عمل کرتا ہو اور اپنے کو غیر مقلد کہتا ہو۔ ہم فی حوالہ سو روپے انعام دیں گے۔

خیر القرون کے بعد اجتہاد کی ضرورت نہ رہی اس لئے سب اہل سنت ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کی تقلید کرتے تھے۔ اس لئے چار ہی قسم کی کتابیں ملتی ہیں: طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنابلہ۔ جس طرح ملکہ وکٹوریہ کے دور سے پہلے طبقات مرزائیہ نام کا ذکر کہیں نہیں ملتا کہ مرزائیوں کا وجود ہی نہیں تھا، اسی طرح طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی محدث یا مؤرخ کی لکھی ہوئی ملکہ سے پہلے کہیں نہیں پائی گئی کیونکہ غیر مقلدین کا فرقہ کہیں نہیں تھا۔

نوٹ:

تقلید کی تعریف میں الدلیل کا لفظ آتا ہے، اس سے وہ خاص دلیل مراد ہوتی ہے جو بوقت اجتہاد مجتہد کے پیش نظر تھی اور دلیل تفصیلی اسے کہتے ہیں جو منع اور نقض سے ثابت ہو۔

تقلید:

مجتہد نے جو مسئلہ کتاب وسنت سے نکالا، اس سے اس کی خاص دلیل تفصیلی کا مطالبہ کئے بغیر اس بادلیل مسئلہ کو بلا مطالبہ دلیل ماننا اور مجتہد کی راہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

نوٹ:

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں پورے یمن میں حضرت معاذ ؓ کی تقلید شخصی ہوتی تھی۔ صحابہ ؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں سب لوگ اپنے شہر کے مجتہد مفتی کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

چونکہ صحابہ ؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں غیر مقلدیت کا نام ونشان تک نہ تھا اس لئے غیر مقلدین کے بدعتی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

سوال نمبر ٦:

شامی شریف جو مذہب حنفی کی فقہ کی معتبر کتاب ہے۔ سنا ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ چاروں اماموں نے اپنا مذہب قرآن وحدیث بتایا ہے۔ پس قرآن وحدیث پر عمل کرنا، ان کی تابعداری کرنا چاہئے یا قرآن وحدیث پر عمل چھوڑ کر ان کے اقوال کو ماننا، ان کی تقلید کرنا چاہئے؟

جواب:

ائمہ اربعہؒ سے فقہ کے جو اصول متواتر ہیں ان میں مسائل ہیں دلائل نہیں تو بلا ذکر

دلائل مسائل کو جمع کرانا اور اس پر متواتر عمل ہونا یہ ائمہ اربعہؒ سے جواز تقلید کا متواتر ثبوت ہے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ البتہ انہوں نے مجتہدین کو فرمایا کہ مجتہد پر اجتہاد واجب ہے، تقلید حرام۔ اس حکم کو عوام پر چسپاں کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ کی بدترین مثال ہے۔

سوال نمبر ۷:

چاروں ائمہ سے پہلے بھی یہ تقلید جاری تھی یا نہیں؟ اور تھی تو کس کی؟

جواب:

فقہ کے اصول بالاتفاق چار ہیں: کتاب وسنت، اجماع وقیاس۔ مجتہد ان چاروں دلائل سے مسائل لیتا ہے اور مقلد بھی انہی مسائل پر عمل کرتا ہے، جو مجتہد نے ان چاروں میں سے کسی بھی دلیل سے لئے ہوں، جیسے کامل اجتہاد کی بنیاد چار دلیلیں ہیں، اسی طرح کامل مجتہد کی راہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کیا جائے۔

سوال نمبر ۸:

اگر چاروں اماموں سے پہلے تقلید جاری تھی تو کس امام کی تقلید جاری تھی اور اس وقت اس امام کی تقلید فرض، واجب یا مباح تھی یا نہیں؟ اگر تھی تو کیوں؟ اور نہیں تو کیوں؟ اور پھر منسوخ کیوں ہوئی؟

جواب:

چاروں اماموں سے پہلے بھی ہر قوم اپنی قوم کے فقیہ کی تقلید کرتی تھی۔ لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون (سورۃ التوبہ آیت: ۱۲۲) چاروں اماموں سے پہلے اپنے علاقے یا قوم کے مجتہد کی تقلید ہوتی تھی: لعلمه الذین یستنبطونه منهم (سورۃ النساء آیت: ۸۳) اس وقت واجب تھی لیکن چونکہ ان کے مذاہب مدون نہ تھے اور نہ عمل متواتر ہوا، اس لئے ان کی وفات کے بعد ان کا مذہب مٹ

گیا، تقلید ختم ہوگئی جیسے مسجد کے امام کی وفات کے بعد اقتداء ختم ہوجاتی ہے۔

سوال نمبر ۹:

چاروں اماموں سے پہلے جس امام کی تقلید جاری تھی اس کا نام کیا ہے؟ اور اب بھی اس امام کی تقلید فرض، واجب یا مباح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کب منع ہوئی؟ کس نے منع کی؟ اور پھر کس نے اس منصب پر ائمہ کو پہنچایا؟

جواب:

ائمہ اربعہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ، ان کے بعد حضرت عطاءؒ کی تقلید ہوتی رہی مدینہ میں اپنی اپنی خلافت میں خلفاء راشدین ؓ، زید بن ثابت، ان کے بعد فقہاء سبعہؒ کی تقلید ہوتی رہی، کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ، ان کے بعد حضرت علی ؓ پھر حضرت ابراہیم نخعیؒ کی تقلید ہوتی رہی، بصرہ میں حضرت حسن بصریؒ کی تقلید ہوتی رہی، ان کے چونکہ مذاہب مدون نہ ہو سکے اس لئے ان کے جو مسائل عملاً متواتر تھے ان کو ائمہ اربعہؒ نے اپنی فقہ میں لے لیا، جو ان سے شاذ اقوال مروی تھے ان کو ترک کر دیا، یہ ایسے ہی ہے جیسے صحابہ ؓ کے زمانہ میں بہت سے قاری تھے مگر انہوں نے اپنی قرأت کو مکمل طور پر مدون نہ فرمایا، پھر سات قاریوں نے صحابہ ؓ کی متواتر قرأت کو مدون کیا، شاذ و متروک قرأت کو ترک کر دیا۔ اب ان سات متواتر قرأتوں میں تلاوت کرنے میں صحابہ ؓ کی متواتر قرأت پر عمل ہو رہا ہے، البتہ ان سات قرأتوں کے علاوہ کوئی قرأت صحابہ ؓ کی طرف منسوب ہو تو اس کی تلاوت جائز نہیں کیونکہ متواتر کے خلاف شاذ واجب الترک ہے۔ اسی طرح صحابہ ؓ کے متواتر فقہی مسائل پر ائمہ اربعہؒ کی تقلید میں عمل ہو رہا ہے، ان متواترات کے خلاف کوئی شاذ قول کسی صحابی ؓ، مجتہد یا تابعی کی طرف منقول ہو تو اس پر عمل جائز نہیں کیونکہ متواتر کے خلاف شاذ واجب الترک ہے۔

سوال نمبر ۱۰:

اجماع کی تعریف کیا ہے؟ اور اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے؟ کیا تقلید شخصی پر اجماع ہوا؟ اگر ہوا ہے تو کب، کہاں اور کن کا؟

جواب:

ہم عصر مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے اور اس پر متواتر عمل ہونے سے اس کا متواتر ثبوت ہوتا ہے جیسے اہل فن نے اجماع کیا کہ کل فاعل مرفوع سب جگہ اہل فن فاعل پر رفع پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات اہل فن کے ہاں اجماعی ہے۔ اسی طرح خیر القرون کے بعد ہر جگہ کسی نہ کسی امام کی تقلید شخصی پر متواتر عمل جاری رہا، یہی اس کے اجماع پر قوی ترین دلیل ہے۔

سوال نمبر ۱۱:

مجتہد کس کو کہتے ہیں؟ کیا ہر مجتہد کی تقلید فرض ہوتی ہے؟ چودہ سو سالوں میں اسلام میں مجتہد کیا صرف چار ہی ہوئے ہیں؟ صحابہ ؓ، تابعینؒ تو شاید اجتہاد کے درجہ سے محروم ہی رہے ہوں گے؟ پھر ان چاروں ائمہ میں سے ایک کی تقلید کس ترجیح کی بناء پر ہے؟

جواب:

یاد رہے کہ دور نبوی ﷺ میں تو شرعی احکام معلوم کرنے کے تین طریقے تھے: جو لوگ ذات اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ ہر مسئلہ دریافت کر لیتے، جو حضور ﷺ سے دور ہوتے وہ اگر مجتہد ہوتے تو اجتہاد کرتے جیسے حضرت معاذ ؓ یمن میں، جو مجتہد نہ ہوتے وہ اپنے علاقے کے مجتہد کی تقلید کرتے جیسے اہل یمن۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد دو طریقے باقی رہے: مجتہدین اجتہاد کرتے اور غیر مجتہدین تقلید کرتے۔ خیر القرون کے بعد اجتہاد کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے وہ ختم ہو گیا، اس کے بعد صرف

تقلید ہی باقی رہ گئی، یہ تقلید شروع سے پہلے دن سے ہے۔ خیر القرون میں کچھ مجتہدین ہوتے تھے، اب صرف مقلدین باقی رہ گئے ہیں، یہ تفصیل مقدمہ ابن خلدون میں ہے۔ اس اجماع میں عملاً تمام محدثین، مفکرین، فقہاء، سلاطین شامل ہیں جیسا کہ کتب طبقات سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ہمارا سوال غیر مقلدین سے ہے کہ قرآن و حدیث سے جواب دیں کہ اجماع کی تعریف کیا ہے؟ اجماع کن کا اور بخاری کی اصح کتب ہونے پر اجماع کب ہوا اور کہاں ہوا اور کن کا ہوا؟

سوال نمبر ۱۲:

چاروں مذکورہ بالا اماموں میں سے فلاں ایک ہی کے مسائل سچے ہیں، اس کا علم مقلد کو کیسے حاصل ہوا؟

جواب:

جس طرح علم حساب کا۔ مجتہد اسے کہتے ہیں جو قواعدِ حساب کا واضع ہو، اسی طرح جو کتاب و سنت سے قواعد کا استنباط کر سکے اس کو مجتہد کہتے ہیں جیسے صحابہ ؓ میں بہت قاری ہوئے لیکن انہوں نے اپنی قرأتوں کو مدون نہ فرمایا، البتہ ساتوں قاریوں نے انہی کی قرأتوں کو مدون کیا۔ اسی طرح ائمہ اربعہؒ سے پہلے صحابہ ؓ و تابعینؒ میں بہت مجتہد گزرے لیکن انہوں نے اپنے مذاہب کو مکمل طور پر مرتب نہ کروایا، البتہ ائمہ اربعہؒ نے ان کے متواتر احکام کو مرتب کر لیا جس طرح سات قرأتوں میں سے کسی قرأت پر بھی قرآن پڑھنا نبی ﷺ اور صحابہ ؓ والا قرآن پڑھنا ہی ہے، اسی طرح چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کرنا نبی ﷺ اور صحابہ ؓ کے طریقے پر عمل کرنا ہے۔ ہاں چاروں اماموں میں سے جس امام کا مذہب درساً اور عملاً متواتر ہوگا اسی کی تقلید کی جائے گی جیسے سات قاریوں میں سے جس قاری کی قرأت ہمارے ملک میں تلاوتاً متواتر ہوگی اسی پر تلاوت کی جائے گی۔

سوال نمبر ۱۳:

ان چاروں ائمہ کی تعلیم بذریعہ وحی ہوئی یا اور ائمہ سے انہوں نے پڑھا؟ اگر بذریعہ وحی ہوئی تو ان میں اور نبی میں کیا فرق رہا؟ اور اگر بذریعہ اور ائمہ ہوئی تو ان کے استادان سے افضل تھے یا مفضول؟ اگر افضل تھے تو ان کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟

جواب:

جس امام کا مذہب جس علاقے میں متواتر ہوگا اس پر مقلد حدیث رسول ﷺ کے مطابق اس عقیدہ سے عمل کرے گا کہ مجتہد صواب کو پہنچتا ہے اور خطاء کو بھی، اس لئے مجتہد کا عمل یقینی ہے، مقبول ہے۔ جیسے تحری فی القبلہ والے کی نماز یقینا مقبول ہے اور ایک اجر کا پکا یقین ہے۔ چونکہ مجتہد فقط خطاء پر ماجور ہے اور دوسرے اجر کی مجتہد اور مقلد کی خدا کی رحمت واسعہ سے امید ہے۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کا عمل جو محض خودرائی پر مبنی ہے۔ خودرائی کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، وہ یقیناً مردود ہے اور اس پر گناہ لازم ہے، وہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہے۔

سوال نمبر ۱۴:

یہ چاروں ائمہ افضل تھے یا چاروں خلفاء؟ جب ان چار ائمہ کی تقلید فرض ہو تو ان چار خلفاء کی ڈبل فرض کیوں نہ ہو؟

جواب:

ائمہ پر وحی نازل نہیں ہوتی لیکن مراد نبی ﷺ سمجھنے اور سمجھانے میں ماہر ہوتے ہیں، ان کے اساتذہ کے متواتر مسائل ان کی فقہ میں آگئے جیسے صحاح ستہ والوں کے اساتذہ کی حدیثیں صحاح ستہ میں آگئیں۔ ساتوں قاریوں کے اساتذہ کی قرأتیں سات قرأتوں میں آگئیں۔ اسی طرح قاری عاصمؒ کی قرأت پڑھنے سے ان کے اساتذہ کی قرأت پڑھی گئی

اور ہر امام کی تقلید کرنے میں ان کے اساتذہ کے مسائل پر بھی عمل ہو رہا ہے۔

سوال نمبر ۱۵:

قرآن وحدیث پر عمل کرنا عامی آدمیوں پر فرض ہے یا مجتہدوں اور اماموں پر بھی فرض ہے؟ کیا جتنا فرق ہم میں اور اماموں میں ہے اتنا اماموں اور نبی ﷺ میں نہیں؟

جواب:

چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ائمہؒ کے پیشوا اور افضل ہیں، ان کی حیات میں ان کے اجتہادی مسائل کی تقلید ہوتی رہی لیکن چونکہ ان کے مذاہب مدون نہ ہوئے اس لئے ائمہؒ نے ان کے متواتر مسائل کو مدون کر لیا۔ اب ان ائمہ کے ذریعے ان کے مسائل پر بھی عمل ہو رہا ہے جیسے ساتوں قرائتوں میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی قرائتیں بھی پڑھی جا رہی ہیں۔

غیر مقلدین سے ہمارا سوال:

(۱)........ حدیث کی کتابیں صحاح ستہ والوں نے وحی سے مرتب کیں یا استادوں سے سن کر؟ ان کے استاد ان سے افضل تھے یا نہیں؟ پھر ان کے استادوں کی کتابوں کو صحاح ستہ سے کیوں خارج کیا گیا؟

(۲)........ صحاح ستہ والے افضل تھے یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم؟ تو پھر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی کتابوں کو صحاح ستہ میں کیوں شامل نہ کیا گیا؟

(۳)........ سات قاری افضل تھے یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم؟ کیا آپ کے خیال میں خلفاء کی قرائتوں کو سات قرائتوں سے خارج کر دیا تو کیوں؟

سوال نمبر ۱۶:

جو ائمہ اربعہؒ کے علاوہ ہیں ان کی تقلید فرض، واجب یا مباح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ حالانکہ وہ ان کے استاد ہیں۔ علم میں، ادب میں، زہد میں، فقہ میں، اجتہاد و تقویٰ

میں ان سے بڑے ہیں۔ یہ ان کی بزرگی کے قائل تھے، ان کا ادب کرتے تھے۔ صحابہ ؓ کی تقلید نہ کر کے نیچے والوں کی تقلید کرنا کون سی عقل مندی ہے؟

جواب:

کتاب وسنت پر عمل کرنا مجتہد پر فرض ہے اور مقلد پر بھی فرض ہے لیکن مجتہد اپنے اجتہاد کی روشنی میں عمل کرتا ہے اور مقلد اس کی راہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرتا ہے جیسے آنکھوں والا چاند کو دیکھ کر روزہ رکھتا ہے اور نابینا پوچھ کر، جیسے نماز میں قبلہ رو ہونا بینا اور نابینا دونوں پر فرض ہے، بینا دیکھ کر اور نابینا بینا سے پوچھ کر۔ اسی طرح نبی ﷺ کا مقام مجتہد سے انتہائی زیادہ ہے، نبی ﷺ کی اتباع مسائل منصوصہ غیر معارضہ محکمہ میں ہے، مجتہد کی اتباع ان مسائل میں ہے جہاں اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے صراحت نہیں ملی، اس لئے یہاں مقابلے کی صورت ہی نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۷:

جو امام ان چاروں ائمہ کے سوا ہیں وہ درجہ میں ان کے برابر ہوئے یا بڑھ کر یا گھٹ کر ہیں؟ تو ان کے مقلد وہ کیوں نہ ہوئے اور اگر بڑھ کر ہوئے ہیں تو یہ خود ان کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب:

صحابہ ؓ میں جتنے قاری ہوئے، ان کی قرأت ہمیں ان سات قاریوں کے ذریعہ مل سکتی ہے اور ان قرأتوں پر تلاوت صحابہ ؓ اور نبی ﷺ والی ہی تلاوت ہے۔ اس لئے ان قرأتوں پر تلاوت کرنا نہ صحابہ ؓ کی عظمت کو کم کرنا ہے نہ ان کی قرأت سے انکار اور مخالفت ہے۔ جس طرح سات قاریوں کو صحابہ ؓ کے خلاف سمجھنا روافض کا وسوسہ ہے، اسی طرح ائمہؒ کی تقلید کو صحابہؓ کے خلاف سمجھنا وسواس الخناس میں سے ہے۔ ائمہؒ سے پہلے مجتہدین ہی ائمہ اربعہ کے پیشوا ہیں جیسے پہلے قاری قراء سبعہ کے پیشوا ہیں اور پہلے محدثین

اصحاب صحاح ستہ کے پیشوا ہیں۔ ان سب نے اپنے پیشواؤں کی باتوں کو مرتب کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۸:

(الف)......... جب امام چار ہیں اور چار میں سے ایک کی تقلید کرنی ہے، ہمیں کیا خبر کہ ان میں سے کس کے مسئلے صحیح ہیں اور کس کے غلط ہیں؟ پس ہم کیسے حنفی، شافعی بن جائیں؟

(ب)......... اگر یہ چاروں مذہب برحق ہیں تو ایک مذہب پر عمل کرنے سے حق کی تین چوتھائیاں ہم سے چھوٹ جاتی ہیں پھر تو تقلید نہ کرنے والے ہی اچھے رہے کہ جس امام کے کلام کو قرآن وحدیث کے مطابق پایا اسے لے لیا یہی طریقہ ہم کیوں نہ رکھیں تا کہ پورا حق ہمارے ہاتھ میں رہے؟

(ج)......... یہ ظاہر ہے کہ چاروں اماموں کے مذاہب میں حلال وحرام کا فرق ہے، پھر ان چاروں کو برحق ماننے اور کہنے کا کیا معنیٰ؟ ایک چیز کو حرام کہے اور ہم کہیں سچ ہے، دوسرا حلال کہے تو ہم کہیں سچ ہے، یہ کیا اندھیرا ہے ذرا تفصیل سے بتائیں ورنہ دامن تقلید ہمارے ہاتھ سے چھوٹ ہی جائے گا۔

جواب:

(الف)......... جس طرح ساتوں قرأتوں میں سے آپ اسی قرأت پر تلاوت کریں گے جو آپ کے ہاں تلاوتاً متواتر ہوگی، جب آپ امام القرأت ہیں ہی نہیں تو آپ کو کسی قرأت کو صحیح یا غلط کہنے کا حق بھی نہیں۔

(ب)......... جس طرح ساتوں قرأتوں میں سے ایک قرأت پڑھنے والوں کو پورا قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، اسی طرح ایک امام کی تقلید کرنے سے پوری سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔

(ج)......... اجتہادی حلال وحرام میں ہم اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں جیسے ناسخ منسوخ میں ہم اپنے نبی ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کی شریعت میں سجدہ تعظیمی کے جواز کا حق تھا اب بھی اس کی صداقت حق ہے لیکن ہم اپنے نبی

ﷺ کی تابعداری کریں گے مگر شریعت سابقہ کو حق کہیں گے۔ اجتہادی حق کی مثال کچھ اس طرح ہے: ڈاکٹر ایک مریض کو کہتا ہے کہ اچار ضرور کھانا، دوسرے مریض کو سختی سے منع کرتا ہے ڈاکٹر کے دونوں حکم درست ہیں۔ کوئی مریض اتنا بیوقوف نہیں ہوتا کہ جو ڈاکٹر نے کہا ہے اسے چھوڑ دے دوسرے پر عمل کرے۔ پھر اس سوال کی یہاں سرے سے گنجائش ہی نہیں کیونکہ یہاں صرف ایک ہی امام کی تقلید ہو رہی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام میں حلال اور حرام میں اختلاف ہے لیکن ان کا زمانہ الگ الگ ہے، ائمہؒ میں حلال وحرام میں اختلاف ہے لیکن ان کے علاقے الگ الگ ہیں۔

سوال نمبر ۱۹:

چاروں امام امامت کی حیثیت سے دنیا میں آئے، اس سے پہلے اسلام پر سو سال گزر چکے تھے تب تک نہ یہ امام تھے، نہ یہ مقلد، تو اس وقت کے مسلمان مسلمان بھی تھے یا نہ تھے اور اگر تھے تو ادھورے یا پورے؟ کیونکہ تقلید تو اس وقت تھی ہی نہیں بلکہ وہ امام بھی نہ تھے جن کی تقلید شروع ہوئی۔ اگر باوجود تقلید نہ کرنے کے وہ مسلمان تھے اور کامل تھے تو آج کا اسلام جو پورا ہو گیا، اس وقت اسلام کا کونسا روپ مارا جاتا تھا جو تقلید کی ایجاد کی ضرورت پیش آئی؟ کیا صحابہ ؓ اور تابعینؒ کا اسلام ہمیں کافی نہیں جو ہمیں کسی نئے نویلے اسلام کی ضرورت ہو؟ اب فرائض تو سب اللہ تعالیٰ اتار چکا، وحی حضور ﷺ کے وصال کے بعد بند ہو گئی، سو سال بعد امام دنیا میں آئے، اب کس آسمان سے کونسا فرشتہ وحی لے کر آیا جس سے سو سال کے بعد ان ائمہ میں سے ایک ایک کی تقلید فرض ہوئی اور مسلمین چار راستوں میں بٹ گئے اور اللہ کے گھر بیت اللہ کے بھی چار ٹکڑے کرنے پر مجبور ہو گئے، یہ حنفی مصلیٰ، یہ شافعی مصلیٰ، قرآن وحدیث میں ان مصلوں کا ذکر کہاں ہے؟

جواب:

جس طرح ان سات قاریوں سے پہلے بھی قرأت پڑھنے والے سب مسلمان

تھے اور بعد میں ان قرأتوں کے پڑھنے والے بھی مسلمان ہیں، فرق اتنا ہے کہ صحابہ کرام ؓ اس قرأت کو قاری حمزہ کی نہیں کہتے تھے۔ اسی طرح صحاح ستہ والوں سے پہلے مسلمان احادیث پر عمل کرتے تھے لیکن یہ نہیں کہتے تھے کہ میں ترمذی کی حدیث پر عمل کر رہا ہوں، تو نسائی کی حدیث پر، اس لئے صرف اس نام کی وجہ سے پہلے اور پچھلے اسلام میں فرق کرنا ایسی جہالت ہے جیسے پہاڑوں پر برف باری ہوئی ہوگو پانی کی شکل میں بہہ نکلی، لوگ اسے پانی کہتے تھے، وہی پانی دریا کی شکل میں آیا تو اسے دریا کہنے لگے، دریا سے نہر میں آیا تو اس کا نام نہر کا پانی ہوا، نالے میں جانے سے نالے کا پانی کہا جانے لگا۔ پانی ایک ہی ہے، مختلف نام راستے کے تعارفی نام ہیں۔ وہی طریقہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو تو اسے سنت نبوی ﷺ کہا جاتا ہے، جب صحابہ ؓ میں پھیل گیا تو اس کا نام صحابہ ؓ کا طریقہ قرار پایا، جب فقہ حنفی میں مرتب ہو گیا تو اب اس کا نام فقہ حنفی قرار پایا، یہ کہنا کہ فقہ حنفی اور ہے اور سنت نبوی ﷺ اور، یہ ایسی جہالت ہے جیسے کوئی کہے کہ نہر کا پانی اور، دریا کا اور، یا یہ کہ قاری عاصمؒ کی قرأت اور، نبی ﷺ کی اور، قاری حمزہؒ کی اور، ان سوالات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد بننے کے لئے جاہل مرکب بننا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۲۰:

چاروں خلیفہ یعنی خلفاء راشدین افضل ہیں یا چاروں امام افضل ہیں خلفاء سے؟ آج چاروں خلفاء کی تقلید نہ کی جائے اور چاروں اماموں کی تقلید فرض مانی جائے، الٹی گنگا کیوں بہائی گئی؟

جواب:

جس طرح ساتوں قاریوں کی قرأت پر قرآن پڑھنے سے خلفاء راشدین ؓ اور صحابہ ؓ والا ہی قرآن پڑھا جاتا ہے، یہ کہنا کہ صحابہ ؓ اور خلفاء ؓ کی قرأت چھوڑ کر قراء سبعہ کی قرأت پڑھنا غلط ہے نہ صرف جہالت بلکہ اس میں کفر کا خدشہ ہے۔ اسی طرح

کتب احادیث پر عمل کرنے سے نبی ﷺ کی احادیث اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی احادیث پر عمل ہو رہا ہے، بعینہ ائمہ اربعہؒ کی فقہ پر عمل کرنا اور ان کی تقلید کرنا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی تقلید ہے۔ یہ ایسی ہی باتیں ہیں جیسے کوئی کہے کہ آپ صحیح محمدی چھوڑ کر صحیح بخاری کیوں پڑھتے ہیں، صحیح ابو بکر چھوڑ کر ترمذی کیوں پڑھتے ہیں، جامع فاروق اعظم چھوڑ کر جامع مسلم کیوں پڑھتے ہیں، مسند علی چھوڑ کر مسند احمد کیوں پڑھتے ہیں۔ یہ سب باتیں جہالت سے ناشر ہیں۔

سوال نمبر ۲۱:

حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت امام زین العابدین، حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق افضل ہیں یا چاروں امام ان سے افضل ہیں؟ پھر آل رسول ﷺ کے ان بارہ اماموں کے مقلد کو ہم شیعہ اور رافضی کہیں اور ان سے کم درجے کے اماموں کی تقلید کو فرض مانیں، اس تفریق کی کیا وجہ؟

جواب:

ائمہ اہل بیت فن تصوف کے امام ہیں جب کہ صحاح ستہ والے فن حدیث کے اور ائمہ اربعہؒ فن فقہ کے امام ہیں، ہمارے تصوف کے شجروں میں اکثر ائمہ اہل بیت کے اسماء گرامی آتے ہیں اور حدیث کی سندوں میں صحاح ستہ والوں کے اور فقہ میں ائمہ اربعہؒ کے۔ ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است۔ جب آپ صحاح ستہ کی بحث میں محدثین کو چھوڑ کر فقہاء کی نہیں مانتے تو فقہی احکام میں فقہاء کو چھوڑ کر محدثین اور صوفیاء کی بات ماننا کیسے درست ہے؟ لکل فن رجال۔

سوال نمبر ۲۲:

اگر چاروں خلفاء راشدین اور ائمہ اہل بیت افضل ہیں ائمہ اربعہ سے تو چاروں

اماموں کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ ان چاروں خلفاء وحضرات ائمہ اہل بیت کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟ ہاں ان چاروں اماموں نے ان چاروں خلفاء کی تقلید کیوں نہیں کی؟

جواب:

ایک ہی بات کو بار بار دہرایا جا رہا ہے۔ جس طرح صحاح ستہ کی تابعداری میں احادیث نبویہ ﷺ کا علم امت کو ملا، سات قاریوں نے نبی ﷺ اور خلفاء والا قرآن ہی مرتب کیا، اسی طرح ائمہ اربعہؒ نے اللہ کے نبی ﷺ اور خلفاء راشدین ؓ کی سنت کو زندہ کیا۔ یہ جہالت ہے کہ ائمہ اربعہؒ نے خلفاء راشدین ؓ کی بات نہیں مانی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ساتوں قاریوں نے خلفاء راشدین ؓ والا قرآن نہیں مانا، اصحاب صحاح ستہ خلفاء کے منکر تھے۔

سوال نمبر ۲۳:

چاروں خلفاء راشدین مجتہد تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو ان کی تقلید کیوں چھوڑی جاتی ہے؟

جواب:

چاروں خلفاء راشدین ؓ مجتہد تھے، ان کے مذاہب مدون نہیں ہوئے، ان کے جو اجتہادات متواتر تھے ان کو ائمہ اربعہؒ نے اپنی فقہ میں سمولیا، اس لئے ائمہ اربعہؒ کی تقلید خلفاء ؓ کی ہی تقلید ہے جیسے نہر کا پانی، دریا کا پانی ہے۔

سوال نمبر ۲۴:

چاروں خلیفہ چاروں اماموں کے برابر مجتہد تھے یا بڑھ کر یا گھٹ کر؟ اگر بڑھ کر تھے تو پھر انہیں گھٹا کیوں دیا کہ ان کا مقلد ایک بھی نہیں ہے؟

جواب:

جس طرح چاروں خلفاء ؓ ساتوں قاریوں سے بڑھ کر قاری تھے، صحاح ستہ

والوں سے اعلیٰ محدث تھے، اسی طرح یہ ائمہ اربعہؒ سے بہت بڑے مجتہد تھے لیکن جس طرح بڑے محدث ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی کوئی حدیث کی کتاب مرتب نہیں کی اس لئے ان کی مرویات حدیث کے لئے ہم حدیث کی کتابوں کے محتاج ہیں، اسی طرح اعلیٰ قاری ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی مکمل قرأت مدون نہ فرمائی اس لئے ان کی قرأت کے لئے آج ہم قراء سبعہ کے محتاج ہیں ایسے ہی بہترین مجتہد ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے مذاہب مدون نہ کروائے، اس لئے ان کی تابعداری کے لئے آج ہم ائمہ اربعہؒ کے محتاج ہیں۔

سوال ۲۵:

چاروں ائمہ سے قبل چاروں خلفاء کی تقلید کی جاتی تھی یا نہیں؟ جب نہیں کی جاتی تھی تو پھر ائمہ کی کیوں کی جائے؟

جواب:

چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کی حیات میں ان کے اجتہادی فتاویٰ کی بلانکیر تقلید کی جاتی تھی۔ اب چونکہ ان کے مذاہب مدون نہیں اس لئے ائمہ اربعہؒ کے ذریعہ ان کے مسائل متواترہ پر عمل ہو رہا ہے۔

سوال نمبر ۲۶:

ظاہر ہے کہ چاروں اماموں کا وجود بحیثیت امام پہلی صدی میں نہ تھا، پس پہلی صدی کے لوگ مقلد ہوئے یا غیر مقلد؟ اور وہ نجات پانے والے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے یا نجات سے محروم اور دائرہ اسلام سے خارج کہے جائیں گے؟

جواب:

جس طرح چاروں اماموں کا وجود بحیثیت امام پہلی صدی میں نہ تھا، اسی طرح ساتوں قاریوں کا وجود بھی بحیثیت امام پہلی صدی میں نہ تھا اور صحاح ستہ والوں کا وجود

بحیثیت امام دوسری صدی میں بھی نہ تھا۔ اب فرمائیں کہ پہلی دو صدیوں کے مسلمان صحاح ستہ کو مانے بغیر مسلمان تھے یا نہیں، ان کو آپ منکر حدیث مانیں گے یا حدیث والے؟ اب اگر کوئی پہلی دو صدیوں کی طرح صحاح ستہ والوں کو نہ مانے، آپ اس کو خیر القرون والا مسلمان مانیں گے یا نہیں؟ اسی طرح آج بھی کوئی شخص ساتوں قرائتوں کو ترک کر کے یہ چاہے کہ میں پہلی صدی کا مسلمان ہوں تو کیا آپ نے اس پر عمل کر لیا ہے یا نہیں؟ اگر آپ یہ کہیں کہ صحاح والی احادیث اس زمانہ میں تھیں، فرمایئے کہ اس وقت وہ رواہ البخاری نہیں کہتے تھے؟ یہ ساتوں قرائتیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھیں لیکن ان کا الگ نام نہیں رکھا گیا، اسی طرح فقہی مسائل پر عمل اس وقت بھی تھا لیکن نام فقہ حنفی نہیں تھا۔ ان لوگوں کو غیر مقلد کہنا ایسی گندی گالی ہے جیسے یہ کہنا کہ وہ صحاح ستہ والوں کو نہ مان کر منکر حدیث تھے یا ساتوں قاریوں کو نہ مان کر منکر قرآن تھے۔

سوال نمبر ۲۷:

چاروں خلفاء کی تقلید اب منع ہے یا نہیں؟ اگر منع نہیں تو اماموں کی تقلید گئی اگر منع ہے تو اماموں کی بطور اولیٰ منع ہونی چاہئے؟

جواب:

چاروں ائمہ کی تقلید میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے متواتر مسائل کی اسی طرح تقلید ہو رہی ہے جس طرح ساتوں قرائتوں میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی متواتر قرأت پڑھی جا رہی ہے۔ ہاں جس طرح متواتر قرأت کے خلاف کوئی شاذ قرأت ان کی طرف منسوب ہو تو وہ قابل تلاوت نہیں، اسی طرح مذاہب کے خلاف کوئی شاذ قول ان کی طرف منسوب کرنا قابل عمل نہیں۔ خوب سن لو یہاں مقابلہ شاذ کا ہے نہ کہ قاری اور خلیفہ کا۔

سوال نمبر ۲۸:

اگر چاروں خلفاء کی تقلید اب منع ہے تو کیوں اور کس نے منع کی؟ پھر چاروں

اماموں کی تقلید کیوں اور کس نے باقی رکھی؟ ان ائمہ نے کب کہا کہ لوگ حنفی شافعی کہلوائیں؟

جواب:

چاروں خلفاء ؓ کے مذاہب نہ مدون ہیں، نہ براہ راست متواتر۔ البتہ ائمہ تک ان کے جو مسائل متواتر پہنچے وہ ائمہ اربعہؒ نے لے لئے، ان پر اب بھی عمل ہو رہا ہے۔ رہا یہ کہ ائمہؒ نے کب کہا تھا کہ حنفی، شافعی کہلوانا، جس طرح یہ کہنا کہ یہ بخاری کی حدیث ہے، قاری حمزہ کی قرأت ہے، درست ہے اس پر امت کا اجماع ہے، اسی طرح مجتہد کے مذہب کو مجتہد کی طرف منسوب کرنا جس طرح اجماع سے ثابت ہے خود حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت معاذ ؓ نے حضور ﷺ کے سامنے عرض کیا: أجتهد برأيي اپنی رائے کی نسبت اپنی طرف کی، جس سے حضور ﷺ نے منع نہیں کیا تو غیر مقلدوں کو منع کرنے کا کیا حق ہے؟ بخاری ص ۴۳۳، ج ۱ پر عثمانی اور علوی کی نسبتیں ہیں، کیا کوئی غیر مقلد ثابت کر سکتا ہے کہ ان کو حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ نے عثمانی اور علوی کہلوانے کا حکم دیا تھا؟

سوال نمبر ۲۹:

چاروں خلفاء نے اپنی اپنی تقلید کا حکم دیا تھا یا نہیں؟ اگر دیا ہے تو ہم نے کیوں نہ مانا؟ اگر نہیں دیا تو پھر اماموں کے بارے میں یہ حکم کیوں ہو؟ یہاں تک کہ محمدی کہلوانا چھوڑ دیا۔

جواب:

چاروں خلفاء راشدین ؓ کی تابعداری کا حکم خدا کے رسول ﷺ نے دیا۔ ان کی حیات میں براہ راست ان کی تقلید ہوتی رہی اور اب ائمہ اربعہؒ کے ذریعہ ان کی تقلید ہو رہی ہے۔ محمدی کہلانے کا حکم نہ اللہ تعالی نے دیا، نہ رسول اللہ ﷺ نے دیا اور نہ ہی خلفاء راشدین ؓ میں سے کوئی محمدی کہلایا۔ مسلمانوں کو محمدی عیسائیوں نے کہنا شروع کیا جیسے مرزائیوں نے احمدی کہنا شروع کیا۔ آخر امام بخاریؒ نے صحیح محمدی چھوڑ کر اپنی کتاب کا

نام صحیح بخاری کیوں رکھا؟

سوال ۳۰:

اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا تھا تو ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید جاری تھی یا نہیں؟ اگر نہ تھی تو امام ابو حنیفہ کی تقلید امام شافعی اور امام احمد کے زمانے میں اور اس کے بعد کیوں جاری رہی ہے؟

جواب:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید ان کی حیات میں جاری تھی اور اب بھی ائمہ اربعہؒ کے ذریعہ جاری ہے البتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اجتہاد کا حق حاصل تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی حق تھا۔ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے بعد بھی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے مجتہدین کو اجتہاد کا حق تھا۔ تقلید غیر مجتہدین کے لئے ہوتی ہے نہ کہ مجتہدین کے لئے۔

سوال نمبر ۳۱:

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید جاری تھی تو اس تقلید کو کس نے بند کیا؟ اور کیوں بند کیا؟ اور اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ کی تقلید بند کیوں نہ ہو؟

جواب:

جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قرأت جاری ہے اسی طرح ان کی تقلید بھی ائمہ اربعہؒ کے ذریعہ جاری ہے، ان کا فیض بند نہیں ہوا۔ اسی طرح فقہ حنفی کی کتابیں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اجتہادات کا مجموعہ ہیں۔ یہ بات کئی دفعہ واضح کی جا چکی

ہے کہ اجتہاد اور قیاس اصل میں قاعدوں کو کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اپنے مجتہدین ساتھیوں کے مشورہ سے پہلے قواعد استنباط کرتے تھے، جب ایک قاعدہ طے ہو گیا تو اس کے نیچے سینکڑوں مسائل آ جاتے تھے اور شاگرد آپ کے سامنے لکھتے تھے لیکن یہ مسائل قواعد کی ترتیب سے کرتے تھے، ہر قاعدہ کے نیچے نماز، حج، زکوۃ کا حکم آ جاتا ہے۔ جیسے محدثین نے احادیث میں پہلے مسانید، معاجم مرتب کیں، ایک جزء میں لکھ دی جاتیں خواہ نماز کی ہوں یا حج کی یا ترغیب وترہیب کی۔ پھر امام محمدؒ نے ان مسائل کی تبویب فرمائی اور ظاہر الروایت کی چھ کتابیں مرتب کیں۔ اس لئے امام محمدؒ کو محرر مذہب نعمان کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی انہوں نے اتنی احتیاط کی کہ جو کتاب امام صاحبؒ کے پاس لکھی اس کو جامع کبیر، سیر کبیر۔ جو قاضی ابو یوسفؒ کے پاس لکھی اس کو جامع صغیر، سیر صغیر، مبسوط، زیادات کا نام دیا۔ یہ کتابیں اسی زمانہ سے متواتر ہوئیں اس لئے ان کو ظاہر الروایت کہا جاتا ہے۔ یہ کتابیں فقہ حنفی کا ماخذ ہیں، بعد میں ان کو سامنے رکھ کر متون مرتب کئے گئے جیسے قدوری، کنز، وقایہ، نقایہ، ہدایہ، تدبیر وغیرہ۔ یہ مسائل جو متون میں ہیں وہ امام صاحبؒ سے متواتر ہیں، اس لئے امام صاحبؒ سے ان کی نفی گویا متواترات کی نفی ہے جیسے کوئی قرآن کی حضور ﷺ سے نفی کر دے۔

مسائل فقہ تین قسم کے ہیں:

(۱)......ایک امام صاحبؒ سے متواتر ہیں، ان کو متون معتبرہ کہتے ہیں۔

(۲)......دوسرے وہ جو متواتر نہیں اخبار آحاد کے طور پر مروی ہیں، ان کو نوادرات کہتے ہیں، ان میں جو مفتی بہ ہیں وہ مذہب حنفی میں شامل کئے گئے، غیر مفتی بہ مذہب حنفی نہیں کہلائے۔

(۳)......کچھ مسائل بعد میں پیش آئے، ان کو بعد کے لوگوں نے امام صاحبؒ کے قواعد کے ذریعہ معلوم کر لیا۔ جیسے حساب کے قاعدہ سے نکالا ہوا جواب حساب کا ہی ہوتا ہے، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے قواعد پر نکالے گئے جوابات مذہب حنفی ہی کہلائیں گے بشرطیکہ مفتی بہ ہوں۔ فقہ کی بڑی کتابوں میں متواتر مسائل کو بطور مذہب حنفی لکھا جاتا ہے اور دوسری قسم کے مسائل کو بھی روایت ابوحنیفہؒ کے انداز سے روایت کیا جاتا ہے۔ جو مسائل ان

کے اصول پر نکالے جاتے ہیں ان کو واقعات نوازل کہا جاتا ہے، ان کو عند أبي حنيفة، عند أبي يوسف لکھا جاتا ہے۔ بہر حال ان تینوں قسموں سے جو مسائل مفتی بہا اور معمول بہا ہیں صرف ان کو مذہب حنفی کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۳۲:

ذرا مہربانی فرما کر یہ بھی بتایا جائے کہ فقہ حنفی کی موجودہ کتابوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی ہے جسے امام ابو حنیفہؒ نے خود لکھا ہو؟

جواب:

فقہ حنفی کے وہ مسائل جو متون معتبرہ میں مذکور ہیں وہ امام صاحبؒ سے اسی طرح متواتر ہیں کہ جس طرح نبی ﷺ سے قرآن متواتر ہے اور متون کے علاوہ شروح اور فتاویٰ میں بعض مسائل اخبار آحاد کی طرز پر مروی ہیں جیسے کتب احادیث کی حدیثیں۔ ان اصولوں میں جو مفتی بہا ہیں وہ امام صاحبؒ سے ثابت ہیں اور غیر مفتی بہا ثابت نہیں۔ تمام اہل سنت والجماعت حنفی، شافعی وغیرہ متون فقہ کو جو ان ائمہ سے متواتر ہیں مانتے گئے۔ سب سے پہلے محمد معین ٹھٹھوی نے اپنی کتاب دراسات میں یہ شبہ ظاہر کیا کہ ان مسائل کی نسبت ائمہ کی طرف یقینی نہیں لیکن اس کی ان خرافاتِ رافضی پر کسی نے کان تک نہ دھرا، حتی کہ چودھویں صدی کے شروع میں ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے اس رافضی کی غلط بات کو اپنا دین وایمان بنالیا اور غیر مقلدین نے اس پر شور مچایا کہ ان مسائل کا ثبوت امام صاحبؒ سے نہیں لیکن اس کے باوجود خود غیر مقلدین بھی اس بات پر پورا یقین نہیں رکھتے۔ جب اپنی فتاویٰ کی کتابوں میں اپنی حمایت میں فقہ کا قول پیش کرتے ہیں تو پھر اس کتاب کو ابو حنیفہؒ سے ثابت مانتے ہیں، جب کوئی بات ان کے خلاف ہو تو کہتے ہیں کہ ان کا ثبوت امام صاحبؒ سے نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۳:

ذرا یہ بھی بتایا جائے کہ فقہ کی موجودہ کتابوں میں بہت سے مسئلے خلاف طہارت اور

خلاف تہذیب ہیں جنہیں سننے سے طبعیت میں کراہت پیدا ہو اور قے آنے لگے، کیا یہ مسائل فی الواقع امام ابوحنیفہؒ کے ہی ہیں؟

جواب:

فقہ حنفی کی کتابوں میں وہ مسائل جو مفتی بہا اور معمول بہا ہیں وہ مذہب حنفی ہیں، ان سے اگر کسی کو گھن آتی ہے تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ کتے کو گھی ہضم نہیں ہوتا، قے آ جاتی ہے۔ باقی شاذ اور متروک مسائل مذہب حنفی ہیں ہی نہیں۔

سوال نمبر ۳۴:

اگر ہم ان غلط اور خلاف تہذیب مسائل کو چھوڑ دیں تو دائرہ تقلید سے باہر تو نہیں ہو جائیں گے؟

جواب:

تقلید کا تعلق صرف ان مسائل سے ہے جو مفتی بہا اور معمول بہا ہیں، ان کو چھوڑنے سے آدمی واقعی تقلید سے باہر ہو جاتا ہے لیکن غیر مفتی بہا اور غیر معمول بہا اقوال کا تعلق تقلید سے نہیں ہے۔ متواتر قرآن کو چھوڑنے والا قرآن کا مخالف ہے لیکن شاذ اور متروک قرائتوں کی تلاوت ترک کرنے والا قرآن کا مخالف نہیں۔ اسی طرح سنت کا تارک اہل سنت سے خارج ہے، شاذ اور متروک حدیثوں کا تارک اہل سنت سے خارج نہیں۔

سوال نمبر ۳۵:

اس تقلید کے بارے میں کچھ اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر فرمایا ہے تو کیا فرمایا ہے، وہ آیت یا حدیث صاف لکھ دیں کہ جس میں ہو کہ امام ابوحنیفہؒ یا فلاں امام کی تقلید تم پر فرض ہے، جو نہ کرے وہ بدمذہب ہے۔

جواب:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فاسئلو ا أهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اس آیت میں لوگوں کی دو قسمیں بتادیں: (۱) وہ جو اہل ذکر ہیں جن کو دین خوب یاد ہے، ان کو مجتہدین کہتے ہیں۔ (۲) وہ لوگ جو مجتہدین نہیں ہیں ان کو حکم دیا کہ تم اہل ذکر (مجتہدین) سے پوچھ کر عمل کیا کرو، اسی کا نام تقلید ہے۔ رہا یہ سوال کہ آیت یا حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کا نام ہو تو یہ ایک جاہلانہ سوال ہے۔ جیسے قرآن کریم میں حکم ہے فاقرؤا ما تيسر من القرآن اس میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے۔ اب جو استاد بھی میسر آ جائے اس سے پڑھ لے تو اس حکم پر عمل ہو گیا۔ اب کوئی ضد کرے کہ آیت میں یوں لکھا ہو کہ محمد اسلم نورانی قاعدہ محمد دین سے پڑھے اور تیسواں پارہ محمد علی سے پڑھے، تو یہ جہالت ہے۔ اسی طرح قرآن میں حکم آ گیا: فانكحوا ما طاب لكم من النسآء اب کوئی یہ کہے کہ یہ تو نکاح کا حکم ہے، یہ دکھاؤ کہ قرآن پاک میں صاف ہو کہ محمد علی کی شادی زینب بی بی سے ہو۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اپنی بیماری کا علاج کرو، اب جو بھی ڈاکٹر میسر آ جائے اس سے علاج کروالیا جائے گا، یوں سوال کرنا کہ بیماری کا نام بھی ہو۔ اور ہیضہ کا علاج ڈاکٹر محمد اسلم سے کروانا اور انگریزی دوائی لینا اور ملیریا کا علاج حکیم حنیف اللہ سے کروانا اور یونانی دوائی لینا جہالت ہے۔ جس طرح مومنوں کو نماز پڑھنے کا حکم قرآن میں ہے لیکن سب مومنوں کے نام مذکور نہیں، اب کوئی کہے کہ جب تک یہ لفظ نہ دکھاؤ گے کہ عبدالرزاق نماز پڑھے، میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ دلیل کے دو مقدمے ہوتے ہیں: ایک یہ کہ مومن نماز پڑھے، یہ مقدمہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ دوسرا یہ کہ عبدالرزاق مومن ہے، یہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے بلکہ ہمارے مشاہدہ سے ثابت ہے۔ اسی طرح تمہید کا پہلا مقدمہ کہ اہل ذکر سے مسائل پوچھو، یہ قرآن میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا اہل ذکر میں سے ہونا امت کے اجماع سے ثابت ہے اور ہمارے ملک میں صرف مذہب حنفی کا متواتر ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے۔

اسی طرح منکرین حدیث بھی آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ قرآن میں ہے: أطیعوا الرسول آپ ہمیں کہتے ہیں کہ أطیعوا البخاری و أطیعوا الترمذی وغیرہ اور منکر قرآن بھی پوچھ سکتے ہیں کہ قرآن میں حکم ہے: فاقرؤوا ما تیسر من القرآن تم ہمیں کہتے ہو فاقرؤوا قراءة عاصم و حمزة یاد رہے کہ ائمہ کی فقہ کا درجہ تیسرا ہے، اگر ناموں کی ضرورت ہے تو پہلے سات قاریوں کے نام قرآن و حدیث میں دکھائیں، پھر صحاح ستہ والوں کے نام قرآن و حدیث میں دکھائیں اور تیسرے نمبر پر ہم سے مطالبہ کریں۔

سوال نمبر ۳۶:

مجتہد کو بھی تقلید کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟

جواب:

مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور اپنے جیسے مجتہد کی تقلید حرام ہے۔ ہاں اپنے سے بڑے مجتہد کی تقلید جائز ہے یا نہیں، تو حضرت عثمان ؓ جواز کے قائل ہیں اور حضرت علی ؓ عدم جواز کے۔

سوال نمبر ۳۷:

صحیح احادیث پر عمل ہر مجتہد کو اور اس کے بعد والوں کو کرنا چاہئے یا بٹوارہ کر لیں کہ ان احادیث پر تم عمل کرو، ان پر ہم عمل کریں گے وغیرہ۔

جواب:

احادیث کی دو قسمیں ہیں: متعارض اور غیر متعارض۔ غیر متعارض احادیث پر سب عمل کرتے ہیں البتہ متعارض احادیث میں تمام احادیث پر عمل ممکن نہیں، اس لئے احادیث راجح پر عمل کیا جاتا ہے۔ ہم ان احادیث کو راجح قرار دیتے ہیں جن کو امام صاحب ؒ نے صحابہ ؓ کے پیمانہ عمل کو دیکھ کر راجح قرار دیا اور غیر مقلدین ان احادیث کو راجح قرار

دیتے ہیں جو صحابہؓ اور تابعین میں متروک العمل تھیں۔

سوال نمبر ۳۸:

چاروں امام بھی مقلد تھے یا نہیں؟ اور مقلد تھے تو کس کے؟ اور نہیں تھے تو کیوں؟

جواب:

چاروں امام مجتہد تھے۔ مجتہد پر اجتہاد واجب ہے نہ کہ تقلید۔

سوال نمبر ۳۹:

اللہ را! ذرا یہ بھی بتایئے کہ کسی امام کی طرف نسبت کر لینا یعنی شافعی، مالکی، حنبلی، یہ خود اماموں کی تعلیم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ عبارت کس کتاب میں ہے؟

جواب:

یہ نسبتیں عثمانی، علوی، حنفی، شافعی مسلمانوں میں بلانکیر جاری ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کی صحت پر اجماع ہے اور اجماع دلیل شرعی ہے۔ آپ بھی فرمائیں: کیا امام بخاری نے کہا تھا کہ میری کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا؟ امام بخاریؒ کا یہ فرمان کس کتاب میں ہے؟ اور کیا ان چھ محدثین نے کہا تھا کہ ہماری کتابوں کو صحاح ستہ کہنا؟ ان کا فرمان کس کتاب میں ہے؟ اور کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے کہا تھا کہ جس حدیث کو ہم دونوں لکھیں اس کو متفق علیہ کہنا؟ ان کا یہ قول کس کتاب میں ہے؟

سوال نمبر ۴۰:

اگر چاروں ائمہ مسائل قرآن و حدیث سے لیتے رہے تو ہمیں قرآن و حدیث سے مسائل لینے میں غیر مقلدین بن جانے کا خوف کیوں ہو؟

جواب:

چاروں امام مجتہد تھے اس لئے وہ کتاب وسنت سے مسائل استنباط کر سکتے تھے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مجتہد پر اجتہاد واجب ہے لیکن جو لوگ اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتے وہ براہ راست یعنی ناقص رائے سے کتاب وسنت سے مسائل لیں گے، بمطابق حدیث نبوی ﷺ اذا وسد الأمر الى غير أهله فانتظر الساعة (بخاری ص ۱۴، ج ۱) تو وہ دین پر قیامت ڈھائیں گے، اگر وہ نااہل ہو کر مجتہد بنیں گے تو بھی رسول ﷺ کے نافرمان ہوں گے کیونکہ حضرت ﷺ جب بیعت لیتے تو یہ شرط ہوتی تھی: أن لا تنازع الأمر أهله (بخاری ص ۱۰۶۹، ج ۲) جیسے کسی ان پڑھ جاہل کو ڈاکٹری کی کتاب سے نسخے لکھ کر علاج کرنا جرم ہے، کسی نااہل کمہار کو ہائیکورٹ کے فیصلوں کے خلاف قانون کی تشریح کرنا جرم ہے اور ایسا شخص توہین عدالت کا مستحق ہے۔ اسی طرح نااہل غیر مقلد کا براہ راست کتاب وسنت کو گھسیٹنا کتاب وسنت کی توہین ہے۔ اگر غیر مقلد یہ کہے کہ ہر شخص کو حق ہے کہ قرآن وحدیث میں اپنی سمجھ کے مطابق عمل کرے تو مرزا کو کیسے غلط کہیں گے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے وفات مسیح قرآن سے سیکھی ہے۔ منکرین حدیث کو کیسے غلط کہیں گے؟ کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی اطاعت برحق ہے اور زندگی میں تھی۔ جیسے ہر حاکم کی اطاعت موت کے بعد ختم ہو جاتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کی اطاعت بھی وفات کے بعد باقی نہیں رہی۔

سوال نمبر ۴۱:

تقلید فرض ہے یا واجب یا مباح، تو کن لوگوں کے لئے اور کیوں؟

جواب:

تقلید مطلق واجب بالذات ہے اور تقلید شخصی واجب بالغیر اور اس مجتہد کی تقلید ہو گی جس کا مذہب اس علاقے میں مدون اور متواتر ہو گا۔

نوٹ: واجب بالذات کے لئے نص کی ضرورت ہے لیکن واجب بالغیر کے

لئے نص کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کو فقہ میں مقدمۃ الواجب واجب کہتے ہیں، جیسے نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ اس کی نص موجود ہے، نماز میں فاتحہ نہ ہو تو نماز ناقص ہے لیکن یہاں کے لوگ اس واجب کو ادا نہ کر سکتے جب تک سورۂ فاتحہ پر اعراب اوقاف نہ لگے ہوں، اس لئے فاتحہ واجب بالذات ہے لیکن ان کے بغیر اعراب اوقاف واجب بالغیر ہے۔ اس لئے فاتحہ واجب بالذات ہے لیکن بغیر واجب بالغیر ادا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شرعاً مجتہد چاروں ہیں لیکن تکویناً جس کا مذہب متواتر ہوگا تقلید اسی کی واجب ہوگی۔

سوال نمبر ۴۲:

یہ جو فقہ کی کتابوں میں ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں، اس کے کیا معنی؟ پھر تو حنفی ہو کر بھی حنفی نہ رہے؟

جواب:

شامی میں لکھا ہے کہ عامی کا مذہب نہیں ہوتا۔ ہاں جس مفتی کا التزام کر لے اس کے مذہب کی طرف منسوب ہوگا اور اگر کسی مفتی کا التزام نہ کرے تو لا مذہب ہی رہے گا، اس لئے مقلد تقلید کے بعد صاحب مذہب ہوتا ہے لیکن غیر مقلد ساری عمر لا مذہب ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۴۳:

مقلد قرآن وحدیث کا مطلب سمجھ سکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ ہماری فقہ کی کتابوں میں ہے کہ مقلد قرآن وحدیث سے دلیل لے ہی نہیں سکتا پھر تو گویا قرآن وحدیث منسوخ اور بے کار ہیں، اگر لے سکتا ہے تو تقلید کی ضرورت ہی کیا؟ اگر نہیں لے سکتا تو قرآن و حدیث ہی کیا؟

جواب:

مجتہد اور مقلد میں ما بہ الامتیاز استنباط اور اجتہاد ہے۔ مجتہد کتاب وسنت سے نئے

پیش آمدہ مسائل اخذ کر سکتا ہے لیکن مقلد نہیں کر سکتا۔ ہاں مجتہد کی رہنمائی میں ان مسائل پر عمل کر سکتا ہے جو مجتہد کتاب وسنت سے اخذ کرتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھیں کہ ڈاکٹری کی کتاب مریضوں کے علاج کے لئے ہے لیکن خود مریض اس سے نسخہ نہیں لکھ سکتا، نسخہ ماہر ڈاکٹر ہی لکھے گا۔ کتاب وسنت کے جو مسائل نص سے سمجھ آتے ہیں وہ ہر ترجمہ جاننے والا جانتا ہے لیکن مسائل کے وہ الفاظ جو ان کی تہہ میں ہیں ان کو نکال کر لانا ہو تو اس کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے جو خود غوطہ خور نہیں وہ موتی کے لئے غوطہ لگائے تو وہ موتی نہیں لائے گا بلکہ خود ڈوب جائے گا۔ جیسے ڈاکٹری کی کتابیں بے فائدہ نہیں لیکن ڈاکٹر کے لئے لکھی گئی ہیں نہ کہ کمہاروں کے لئے، قانون کی کتابیں بے فائدہ نہیں لیکن ان کو سمجھنا وکیل کا کام ہے نہ کہ چمار کا۔

سوال نمبر ۴۴:

مقلد قرآن وحدیث سے دلیل پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:

مقلد اور مجتہد میں مابہ الامتیاز نیا مسئلہ تلاش کرنا ہے، یہ مقلد نہیں کر سکتا البتہ تلاش شدہ مسائل کے لئے کتاب وسنت کے دلائل تلاش کر سکتا ہے، چنانچہ امام طحاویؒ، صاحب ہدایہ، علامہ عینی، ملا علی قاریؒ، ابن حجرؒ، ابن عبد البر مالکیؒ اور ابن تیمیہؒ وغیرہ باوجود مقلد ہونے کے مسائل کے ساتھ کتاب وسنت کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ مقلد کی تعریف میں عدم علم شامل نہیں، ہاں مجتہد سے اس کی خاص دلیل کا مطالبہ مقلد نہیں کرتا جیسے امتی کو یہ حق حاصل نہیں کہ نبی ﷺ کو ماننے کے بعد جزئیات میں نبی ﷺ سے الجھے، اس مسئلہ کی دلیل دو گے تو عمل کروں گا ورنہ نہ کروں گا۔ امتی اپنے نبی ﷺ سے بلا مطالبہ دلیل مسئلہ تسلیم کر لیتا ہے۔ اپنی تسکین قلب کے لئے کوئی دلائل جمع کر لے یا مخالفین کی زبان بندی کے لئے اپنے نبی ﷺ کے مسئلے پر دلائل بیان کرے، اس سے وہ امتی ہونے سے نہیں نکلتا بلکہ اعلیٰ درجہ کا امتی شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح مقلد اپنے امام سے بلا مطالبہ دلیل تسلیم کر لے، اپنے تسکین

قلب کے لئے خود اس کے دلائل تلاش کرے یا مخالفین کی زبان بندی کے لئے امام کے مسئلے بیان کر دے تو وہ امام کا نافرمان نہیں ہوگا بلکہ امام کا اعلیٰ درجہ کا وفادار ہوگا۔

سوال نمبر ۴۵:

چار مصلے مکہ معظمہ میں خاص خانہ کعبہ میں قائم ہوئے تھے، ان کو کس نے قائم کیا تھا اور کیوں قائم کیا اور کب قائم کیا؟ کیا اس سے مسلمانوں کے دین کے ٹکڑے نہیں ہوئے؟ اور اماموں نے اسے کیوں قائم نہ کیا بلکہ یہ ساتویں صدی کی بدعت ہے۔

جواب:

ساتویں صدی سے لے کر ۱۳۶۵ھ تک مکہ مکرمہ میں چار مصلے رہے، جس سے پوری دنیا پر واضح رہا کہ اہل سنت کے چار مذاہب ہیں۔ ان کا فائدہ یہ تھا کہ اہل سنت کے نام سے کوئی نیا فرقہ نہیں بن سکتا۔ جس ملک میں نیا فرقہ بنتا لوگ فوراً پوچھتے خانہ کعبہ میں تمہارا کون سا مصلیٰ ہے؟ جب وہ نہ بتا سکتا تو ان کا فتنہ وہیں ختم ہو جاتا۔ ۱۳۶۵ھ میں نجدی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے ایک حنبلی مصلیٰ باقی رکھا۔ کعبہ میں جب چار مصلے تھے تو غیر مقلدوں کا مصلیٰ اس وقت بھی نہ تھا، اب ایک ہے وہ بھی مقلدوں کا ہے غیر مقلدوں کا اب بھی نہیں۔ اس لئے غیر مقلدوں کا تعلق کبھی بھی نہ رہا۔ آج جو غیر مقلدین شور مچاتے ہیں کہ وہاں کا امام رفع یدین کرتا ہے، وہ رفع یدین غیر مقلدین کا امتیازی نشان نہیں وہ حنبلی، شافعی بھی کرتے ہیں۔ غیر مقلدین یہ بتائیں کہ تقریباً چھ سو سال خانہ کعبہ میں چار مصلے رہے کیا چاروں حق تھے یا نہیں؟ اگر صدیوں تک وہاں ناحق رہ سکتا ہے تو یہ حکومت جس کی ابھی ایک صدی مکمل نہیں ہوئی ان کا طریقہ ناحق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہم چاروں کو برحق مانتے ہیں۔ غیر مقلدین تقلید کو شرک کہتے ہیں وہ بتائیں کم از کم چھ سو سال کعبہ میں شرک ہوتا رہا؟ کعبہ اس وقت کعبہ بھی تھا یا نہیں؟

سوال نمبر ۴۶:

جب کہ ہمارے نزدیک چاروں مذاہب برحق ہیں پھر اہل حدیث کو جو ایک برحق مذہب ہے کے مطابق آمین، رفع یدین اور سورۂ فاتحہ بجالاتے ہیں، کیوں روکا جائے؟

جواب:

چاروں مذاہب برحق ہیں، ان کی مثال جیسے چار کھیت ہوں اور ان میں سے وہ آدمی جس کا کھیت نہیں وہ مانگ کر گنا لے لے، یقیناً حلال ہے لیکن غیر مقلدوں کی طرح گنا ایک کھیت سے چوری کر لیا، آلو دوسرے کھیت سے چوری کر لئے، لکڑیاں تیسرے کھیت سے چوری کر لیں، یہ چوری کا مال یقیناً حرام ہے۔ وہ چاروں مذاہب ہیں، غیر مقلدیت چوری ڈاکہ کی مارکیٹ ہے۔ اتنی بے غیرتی ہے کہ ائمہ اربعہؒ کو دین کے ٹکڑے کرنے والا کہا جاتا ہے اور انکے مسائل چوری کر کے نماز میں شامل کئے جاتے ہیں، ہم اسے نمک حرامی کہتے ہیں۔ انسان جس دیگ سے کھائے اسی میں پیشاب کرے، کتا جہاں سے کھاتا ہے ان کو نہیں بھونکتا ہے۔ غیر مقلد ایسا باؤلا کتا ہے کہ جہاں سے کھاتا ہے انہی کو کاٹتا ہے۔

سوال نمبر ۴۷:

اہل سنت والجماعت کی کیا تعریف ہے؟ جب کہ مقلد نہ سنت سے دلیل لے سکے نہ جماعت صحابہ کے اجماع سے، پھر اہل سنت کیوں کہا جائے؟

جواب:

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو چار دلائل کو مانتے ہیں۔ سنت میں علم قرآن کا اور نمونہ عمل نبی ﷺ کی شان کا، والجماعت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع جس کی پہچان ائمہؒ کے اجماع سے ہوتی ہے اور حنفی، شافعی میں اجتہادی مسائل اور ہمارے لئے اجماعی مسائل حجت قاطعہ ہیں اور اجتہادی اختلافی مسائل رحمت واسعہ ہیں۔ یہ کہنا کہ مقلد کتاب وسنت یا

اجماع کو نہیں مانتا، یہ جھوٹ ہے۔

فقہ حنفی کے چار اساس
کتاب و سنت اجماع و قیاس

سوال نمبر ۴۸:

اہل حدیث صرف کتاب و سنت پر عمل کرنے والی جماعت ہے۔ جب سے کتاب و سنت ہے تب سے یہ ہے یا بعد میں اس کا عامل کوئی نہیں رہا تھا یعنی کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ پر کسی کا عمل ہی نہ تھا حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کے عامل قیامت تک رہیں گے۔

جواب:

اہل حدیث انگریز کے دور سے پہلے کسی مذہبی فرقہ کا نام نہ تھا بلکہ ایک علمی طبقہ کا نام تھا جیسے محدث یا شیخ الحدیث کو اہل حدیث یا اصحاب حدیث کہتے تھے۔ اسی طرح انگریز سے پہلے اہل قرآن کسی مذہبی فرقے کا نام نہ تھا بلکہ ایک علمی طبقہ کا نام تھا جو قرآن کا حافظ ہو۔ اس لئے اہل قرآن، اہل حدیث بحیثیت فرقہ انگریز سے پہلے کہیں وجود میں نہ تھا۔ مذہبی فرقے اور علمی طبقے کے نام میں ایک واضح فرق ہوتا ہے۔ مذہبی فرقے کا نام ہر عالم، جاہل، بچے، بوڑھے پر بولا جاتا ہے جیسے عالم سنی، جاہل بھی سنی، بچہ بھی سنی۔ علمی طبقے کا نام، جب تک علم حاصل نہ کرے، اس پر استعمال نہیں ہوتا، مثلاً شیخ الحدیث کے بیٹے کو شیخ الحدیث نہیں کہتے جب تک علم حاصل نہ کرے، سائنس دان کی بیوی کو سائنس دان نہیں کہتے جب تک وہ سائنس نہ پڑھے۔ اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ انگریز سے پہلے اہل حدیث کسی فرقے کا نام تھا تو صرف ایک حوالہ دیں کہ انگریز سے پہلے کسی ان پڑھ کو اہل حدیث یا اہل قرآن کہا گیا ہو؟ ہم فی حوالہ آپ کو دس لاکھ روپے انعام دیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

سوال نمبر ۴۹:

قیامت کے دن حمد کا جھنڈا صرف نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہی ہوگا یا ان چاروں اماموں کے بھی جھنڈے الگ الگ لہرا رہے ہوں گے؟ حوض کوثر صرف حضور ﷺ ہی کا ہوگا یا چاروں اماموں کے بھی ہوں گے؟ اگر یہ صرف حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے تو پھر ہم دنیا میں کیوں ادھر ادھر منہ ماریں؟

جواب:

قیامت کے دن حمد کا جھنڈا حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا اس کے نیچے سارے امام مقلدین سمیت ہوں گے، اسی طرح حوض کوثر پر بھی سب حاضر ہوں گے۔ امام شعرانیؒ نے قیامت کا نقشہ جو اپنے کشوف سے مرتب کیا ہے اس میں حنفی، شافعی سب مقلدین تو میدان قیامت میں پل صراط پر بھی اور جنت کے دروازے میں بھی دکھائے گئے ہیں۔ غیر مقلدین کا وہاں نام ونشان تک نہیں وہ پہلے ہی دوزخ میں گر چکے ہوں گے۔

سوال نمبر ۵۰:

اگر کسی امام کے مقلد کے پاس کوئی صحیح حدیث پہنچے اور وہ اس امام کے قول کے خلاف ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور جو یہ کہہ کر حدیث کو ٹال دے کہ یہ میرے مذہب میں نہیں، وہ مسلمان رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا؟ اور ایسے وقت مقلد کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:

اللہ اور رسول ﷺ نے فرمایا: کتاب وسنت فقہاء سے سمجھنے چاہئیں اس لئے اگر عامی کو حدیث ملے تو فرمان رسول ﷺ فرب حامل فقه الی من هو أفقه منه و رب حامل فقه لیس بفقیه۔ (ترمذی شریف ابواب العلم ص ۹۴، ج ۲) کے مطابق فقیہ کے پاس لے جانی چاہئے اس لئے غیر مقلدین فقہاء سے سمجھنے کی بجائے اپنی رائے سے جاننے

کی کوشش کرتے ہیں وہ فقہاء کے نہیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کے نافرمان ہوتے ہیں۔

آپ تحریر کرلیں غیر مقلدین کو یہ حدیث دکھائیں جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ کبھی اس پر عمل نہ کریں گے اور کہیں گے لکھ دو، ہم اپنے مولوی (غیر فقیہ) سے سمجھیں گے۔ نبی ﷺ نے فقیہ سے سمجھنے کا حکم دیا، وہ خود غیر فقیہ ہیں اور غیر فقیہ کے پاس جاتے ہیں۔

◆

مناظرہ کوہاٹ کی چند جھلکیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید:

آج سے چند سال قبل بھی کوہاٹ میں ایک مناظرہ ہوا تھا۔ جس میں غیر مقلدین کی طرف سے یہ شور اور دعویٰ تھا کہ اہل سنت والجماعت حنفی جو نماز پڑھتے ہیں وہ قرآن و حدیث سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ ہم صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں، جب کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔ اہلِ سُنت والجماعت نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ ہم بالترتیب چار دلائل شرعیہ کو تسلیم کرتے ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع (۴) قیاس

مگر اوّلیت ہمارے ہاں بھی کتاب وسنت کو ہی حاصل ہے۔ جب مسئلہ کتاب وسُنت سے صراحۃً مل جائے تو ہم کسی اور طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس لئے اگر آپ نماز کی مکمل ترتیب اور مسائل کی مکمل تفصیل ہمیں صرف قرآن اور حدیث سے صراحۃً دکھادیں گے تو ہم وہی نماز پڑھنا شروع کر دیں گے۔ اور اگر آپ مکمل نماز ثابت نہ کر سکے اور ہرگز نہ کرسکیں گے تو آپ دنیا میں بھی مجرم ہوں گے کہ قرآن، حدیث کا نام محض دھوکے کے لئے لیتے ہو، نہ قرآن، حدیث سے تمہارا نام اہلِ حدیث ثابت ہے، نہ تمہاری نماز، اور تم آخرت میں بھی مُجرم ہو گے، جب ہم استغاثہ کریں گے کہ اے اللہ ان لوگوں نے ہمیں قرآن وحدیث سے مکمل نماز نہیں دکھائی تھی۔ مناظرہ شروع ہوگیا تو اہلِ سُنت والجماعت مناظر نے کہا کہ ہمارے نزدیک نماز کی حسبِ ذیل سات شرائط ہیں:

۱۔ بدن کا پاک ہونا۔ ۲۔ کپڑوں کا پاک ہونا۔
۳۔ جگہ کا پاک ہونا۔ ۴۔ ستر کا چھپانا۔
۵۔ وقت کا ہونا۔ ۶۔ قبلہ کی طرف منہ ہونا۔
۷۔ نیت کرنا۔ (تعلیم الاسلام ص ۴۴)

جب کہ اہل حدیث کہلانے والے اِن شرائط کو نہیں مانتے، چنانچہ نواب صدیق حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ گندگی سے آلودہ جسم سے نماز پڑھنا گناہ ہے۔ لیکن اس طرح پڑھی ہوئی نماز باطل نہیں (بدور الاہلہ ص ۳۸) اُن کے صاحبزادہ میر نور الحسن صاحب فرماتے ہیں ’’جو شخص ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے یا بالکل ننگا نماز پڑھے اُس کی نماز صحیح ہے (عرف الجاوی ص ۲۲) اور فرماتے ہیں اگر عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو تو عصر کی نماز وقت سے پہلے ہی ظہر کے ساتھ ادا کر لے۔ (فتاویٰ ثنائیہ) تو آپ قرآن وحدیث سے ان کا غلط ہونا ثابت کر دیں۔

اہلِ سُنت والجماعت مناظر کا مطالبہ یہ تھا کہ آپ کسی آیت یا حدیث سے ان شرائط کا غلط ہونا ثابت کر دیں، ہم ان شرائط کا غلط ہونا مان لیں گے اِن سے توبہ کر لیں گے۔ لیکن چونکہ نماز پھر بھی فرض ہی رہے گی۔ اس لئے اس کی ادائیگی کے لئے نماز کی صحیح شرائط کا جاننا اور اُن کے مطابق نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اس لئے آپ پھر ہمیں نماز کی شرائط اسی عام فہم ترتیب سے قرآن پاک یا حدیث صحیح سے دکھادیں تاکہ ہم اُن کے مطابق نماز ادا کر لیا کریں۔ مگر غیر مقلد مناظر شیرِ سرحد ابو عمر عبدالعزیز نورستانی پوری نماز تو کیا ثابت کرتا۔ نماز کی شرائط بھی دکھانے سے عاجز رہا۔ اور آج تک عاجز ہے اور رہے گا۔

مناظرہ کا اثر:

الحمدُ لِلّٰہ اس مناظرہ کا اثر ملک گیر رہا۔ پورے ملک میں غیر مقلدین نے کان پکڑ پکڑ کر توبہ کی کہ آئندہ کبھی ہم اس بات پر مناظرہ نہیں کریں گے کہ اپنی مکمل نماز کی ترتیب وتفصیل قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔ اس کے بعد لاہور۔ اوکاڑہ۔ گوجرانوالہ۔ وہاڑی۔ مظفر گڑھ۔ جہلم۔ گجرات وغیرہ مختلف شہروں میں اہلِ سُنت والجماعت نے ان

سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنی نماز مکمل ترتیب وتفصیل سے ثابت کردیں مگر

زمین جُنبد نہ جُنبد نورستانی والا معاملہ

ان حضرات کو غلط بیانی کرتے وقت کبھی فکرِ آخرت کا خیال نہیں آتا۔ اگر یہ لوگ اِس کے خلاف بات کریں کہ فلاں فلاں جگہ اہلِ سُنت والجماعت کو شکست ہوئی تو ہم صرف ایک ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک اور صرف ایک مناظرے کی کیسٹیں مہیا کی جائیں جس میں غیر مقلد مناظر نے اپنی نماز کی مکمل ترتیب اور تفصیل صرف قرآن حدیث سے ثابت کردی ہو۔ تو ہم آپ کی فتح اور حقانیت کے قائل ہوجائیں گے۔ لیکن

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مناظرے سے فرار کا طریقہ:

جب شیرِ سرحد ابوعمر عبدالعزیز نورستانی (سفید ڈھری پشاور) نماز کی شرائط بھی نہ بتا سکے تو اب مناظرہ کی بجائے ہنگامہ آرائی پر اُتر آئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قوّت حاصل کرنے کے لئے شراب پینا جائز ہے۔

اہلِ سُنت والجماعت کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ شراب بھی عربی لفظ ہے۔ ہر پینے والی چیز کو شراب یا مشروب کہتے ہیں۔ ہاں جس کو ہم اپنی زبان میں شراب کہتے ہیں اُس کو عربی زبان میں خمر کہتے ہیں۔ اگر نورستانی صاحب خمر کا لفظ دکھا دیں کہ امام صاحبؒ نے فرمایا ہو کہ قوّت حاصل کرنے کے لئے خمر کا پینا جائز ہے، تو ہم اپنی شکست تسلیم کرلیں گے بلکہ لکھ دیں گے۔

ڈھٹائی کی حد:

نورستانی نے ترمذی شریف کے ساتھ لگی ہوئی تقریر ترمذی جو حضرت شیخ الہندؒ کی طرف منسوب ہے اور اس کے مرتب کرنے والے کا نام وہاں نہیں ہے میں سے ایک عبارت پڑھی کہ خمر کا لفظ مِل گیا اور سب غیر مقلد مولویوں نے شور مچادیا کہ ہم جیت گئے

مسلک اہل حدیث زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے مگر حوالہ ہمیں نہیں دکھاتے تھے۔ جب نعرہ بازی سے تھک گئے تو ہم نے حوالہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو وہاں خمر کی بجائے ماسوی الخمر کا لفظ تھا کہ امام صاحبؒ خمر کے علاوہ مشروبات پینے کی اجازت دیتے ہیں۔ خدا ضد کا ستیاناس کرے غیر مقلد کہنے لگے اگرچہ پورا لفظ ماسوی الخمر ہی ہے مگر اس میں خمر کا لفظ بھی تو آ گیا ہے جب پوچھا گیا کہ اللہ اور ماسوی اللہ میں آپ کے نزدیک کوئی فرق نہیں کیا ان فقروں کا ایک ہی مطلب ہے کہ اہلِ سُنت اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور غیر مقلدین ماسوی اللہ کی ہی عبادت کرتے ہیں تو اب شیرِ سرحد پر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ گویا منہ میں زبان نہیں اور آیت کریمہ صم " بکم " عمی " فهم لا يعقلون. ان کے لئے ہی نازل ہوئی ہے، اس کے بعد شیرِ سرحد کی زبان پر مناظرہ کا لفظ تک نہ آیا مگر مسلمانوں میں یہ لوگ اگر انتشار پیدا نہ کریں تو اِن کا کھانا ہضم نہیں ہوتا اتنے دنوں کے بعد پیٹ اپھر گیا تھا اب یہ شور مچا دیا کہ اہلِ سُنت والجماعت جو تقلید شخصی کرتے ہیں یہ شرک اور بدعت ہے اور یہ سب حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی مشرک ہیں۔

دوسرا مناظرہ:

یہ مناظرہ ۲۰ اگست ۱۹۹۳ء کو ہونا طے پایا تھا۔ ہم اہلِ سُنت والجماعت چونکہ مسائل اجتہادیہ میں تقلید کے مدعی ہیں اور ہر عدالت میں پہلے مدعی اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے۔ اُس دعویٰ کی پوری تنقیح ہوتی ہے۔ پھر عدالت میں بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ اگر دعویٰ کی ہی وضاحت نہ ہو تو بحث سننے والے ہرگز فیصلہ نہیں کر سکتے کہ دلائل دعویٰ کے موافق تھے بھی یا نہیں، اور دعویٰ ثابت ہوا یا نہیں، اس لئے اہلِ سُنت والجماعت کی طرف سے صحیح سات بجے اپنا دعویٰ اور شرائط غیر مقلدین کو بھیج دی گئیں۔

شرائط مناظرہ مابین اہلِ سُنت والجماعت وغیر مقلّدین

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

۱. دلائل:

غیر مقلّدین کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف قرآن اور حدیث کو دلیل مانتے ہیں۔ اس لئے غیر مقلد مناظر قرآن کی آیت یا صریح صحیح غیر معارض حدیث کے علاوہ کچھ نہیں کہے گا۔ اگر کہے گا تو اُس کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ انتظامیہ اُسے روکے گی۔ اگر نہ رُکا تو اُس کی شکست کی تحریر دے گی۔ اہلِ سُنت والجماعت مناظر کتابُ اللہ۔ سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجماع اُمت اور قیاس سے استدلال کرے گا۔ وہ ان چار دلیلوں سے باہر نہیں نکلے گا۔ اگر نکلے تو اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا جائے گا بلکہ روکنے پر نہ رُکے تو اُس کی شکست کی تحریر دی جائے گی۔

۲. نام:

جس طرح منکرین سُنت کو قرآن نے کبھی اہلِ قرآن نہیں کہا۔ اسی طرح منکرین اجماع وقیاس وفقہ کو قرآن وحدیث میں کہیں اہلِ حدیث نہیں کہا گیا۔ غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ قرآن، حدیث کے علاوہ کوئی دلیل شرعی نہیں۔ اس لئے وہ اہلِ حدیث نام استعمال نہیں کریں گے کیونکہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اہلِ سُنت بننے کا حضورؐ نے حکم دیا۔ **علیکم بسنتی** (**الحدیث**) **من رغب عن سنتی فلیس منی** (**الحدیث**) اس لئے اہلِ سُنت والجماعت نام ہم استعمال کریں گے۔

۳۔ قرآن پاک کا نام اہلِ قرآن بھی لیتے ہیں اہلِ حدیث بھی قادیانی بھی اہلِ سُنت بھی لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس مُلک میں قرآن پاک اہلِ سُنت ہی لائے۔ انگریز کے دور سے پہلے کی ان کی تفاسیر۔ تراجم حواشی موجود ہیں، لیکن اہلِ قرآن۔ قادیانی اور غیر مقلدین کا کوئی ترجمہ یا تفسیر یا حاشیہ قرآن انگریز کے دور سے پہلے کا نہیں۔ پھر یہ بھی یاد رہے جو قرآن یہاں پڑھا جارہا ہے وہ قاری عاصم کوفی کی قرات اور قاری حفص کوفی کی روایت ہے۔

۴۔ جس طرح اہلِ قرآن کے نام سے یہ دھوکا نہیں ہونا چاہیئے کہ شاید قرآن اہلِ قرآن کا ہی ہے۔ اس لئے اہلِ حدیث نام رکھ لینے سے اس دھوکا میں نہیں آنا چاہئے کہ حدیث کی کتابیں غیر مقلدین کی ہیں کیونکہ حدیث۔ فقہ۔ تفسیر اور اصول کی تمام کتابیں اہلِ سُنت کی ہیں کسی ایک مؤلف کے بارہ میں بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا نہ تقلید کرتا تھا بلکہ مجتہدین کو بوجہ قیاس ابلیس اور مقلدین کو مشرک کہتا تھا۔ جب تک غیر مقلد مناظر کسی کتاب کے بارہ میں یہ ثابت نہ کردے گا کہ اس کا مؤلف نہ مجتہد تھا نہ مقلد بلکہ مجتہد کو ابلیس مقلد کو مشرک کہتا تھا۔ اُسے اپنی کتاب نہ کہے گا۔

۵۔ ہم غیر مقلدین کی وہ کتابیں اُن کے مقابلہ میں پیش کریں گے جن کا غیر مقلد ہونا اُن کے اقرار یا تاریخی شہادت سے ثابت کریں گے۔

۶۔ مناظرہ صرف تحقیقی دلائل کا نام ہوتا ہے اس لئے تحقیقی دلائل سے آگے نہیں بڑھے گا۔ الزامی جواب مناظرہ کا حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے الزامی جوابات کی بجائے تحقیقی جوابات ہی ہوں گے، اگر غیر مقلد مناظر تحقیقی جوابات سے گریز کر کے الزامی جوابات پر اتر آیا تو ہم اُس کے مقابلے میں الزاماً ہر غیر مقلد کی کتاب پیش کریں گے خواہ وہ تقلید چھوڑ کر نیچری بنا ہو یا چکڑالوی۔ قادیانی بنا ہو یا لامذہب۔

۷۔ خلط مبحث نہیں ہوگا زیر بحث مسائل اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید ہے جو کتاب وسنّت کا حکم بتانے والی ہے نہ کہ کافر باپ دادوں کی تقلید جو کتاب وسنت سے ہٹانے والی ہے خلط مبحث ہوگا اور یہود کی طرح تحریف وتلبیس ہوگی جو شکست کی علامت ہوگی۔

۸۔ وقتِ مناظرہ دو گھنٹے ہوگا۔ پہلے گھنٹے میں غیر مقلد مناظر مسائل اجتہادیہ میں عامی کے لئے مطلق تقلید کا وجوب اور شخصی کی اباحت ثابت کرے گا یا مستند کتاب سے حرام اور شرک کا حکم دکھا کر حرام اور شرک ثابت کرے گا۔ پھر فیصلہ لکھا جائے گا کہ کیا واقعی قرآن اور اپنی حدیث کی کتاب سے اُس نے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا۔ دوسرے گھنٹے میں اہلِ سُنت مناظر ثابت کرے گا کہ مسائل اجتہادیہ میں عامی کے لئے مجتہد کی تقلید مطلق واجب بالذات اور شخصی واجب بالغیر ہے۔ پھر فیصلہ لکھا جائے گا کہ اہلِ سُنت مناظر نے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا یا نہیں فقط۔

موضوع بحث منجانب اہلِ سُنت والجماعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل اجتہادیہ میں جو خود اجتہاد کر سکتا ہو۔ اُسے مجتہد کہتے ہیں اُس پر اجتہاد کرنا واجب ہے۔ جو شخص اجتہاد نہ کر سکتا ہو اس پر تقلید واجب ہے جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو نہ تقلید کرے اس پر تعزیر واجب ہے اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

۱۳۲۵ھ میں علمائے حرمین شریفین نے علمائے دیوبند سے چند سوالات پوچھے جن میں سوال نمبر ۸، نمبر ۹ یہ تھا۔

سوال: تمام اُصول وفروع میں چار اماموں میں سے کسی ایک امام کا مقلّد بن جانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو مستحب ہے یا واجب، اور تم کس امام کے مقلّد ہو؟

الجواب: اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ آئمہ کی تقلید چھوڑنے اور اپنے نفس وہوا کی اتباع کرنے کا انجام الحاد وزندقہ کے گڑھے میں جا گرنا ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے اور بایں وجہ ہم اور ہمارے مشائخ تمام اصول وفروع میں امام المسلمین ابوحنیفہؒ کے مقلّد ہیں۔ خدا کرے اسی پر ہماری موت ہو۔ اور اسی زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ المھند علی المفند یعنی عقائد علمائے اہلِ سُنت دیوبند (صفحہ ۴۳) اس پر چوبیس متقدمین علماء اہلسنت دیوبند اور سینتیس (۳۷) متاخرین علماء اہل سنت دیوبند کے دستخط ہیں۔ اس کے بعد اس جواب پر علمائے حرمین شریفین۔ علمائے مصر۔ علمائے شام کی بھی تصدیقات لکھی گئیں اور سب نے علماء دیوبند کو اہلِ سُنت قرار دیا۔

بعدازاں جب حرمین شریفین میں موجودہ سعودی حکومت قائم ہوئی تو اس حکومت نے بھی تقلید کے خلاف کوئی حکم نافذ نہ فرمایا بلکہ حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ نے مکہ مکرمہ میں اعلان فرمایا کہ

ہمارا مسلک:

ہم فروعی مسائل میں امام احمد بن حنبلؒ کے طریقہ پر ہیں چونکہ آئمہ اربعہ (ابو حنیفہ۔ مالک۔ شافعی۔ احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا طریقہ منضبط ہے۔ اس لئے ہم ان کے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے ان کے سوا چونکہ اور لوگوں مثلاً روافض۔ زیدیہ امامیہ وغیرہ کے مذاہب منضبط نہیں ہیں، اس لئے ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ چاروں آئمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کریں (الھدایۃ السنیہ) مؤلفہ علامہ سلیمان بن سحمان نجدی کا اُردو ترجمہ تحفہ وہابیہ اسماعیل غزنوی ص ۶۱۔

حرم پاک مکہ مکرمہ میں جب چار مصلّے تھے تو بھی غیر مقلدین کا مصلّی وہاں نہ تھا اب ایک مصلّٰی تو بھی حنابلہ کا نہ کہ غیر مقلدین کا، غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی معیار الحق بار دوم ۱۲۹۷ھ ص ۴۲ پر ہے کہ عامی پر مجتہد اہلِ سُنت کی مطلق تقلید واجب ہے اور شخصی مباح۔ مولانا محمد حسین بٹالوی ۱۳۳۸ھ نے اشاعۃ السنہ میں، مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۹۴۸ء نے اخبار اہلِ حدیث، میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی ۱۹۵۶ء نے تاریخ اہلِ حدیث میں، مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی ۱۹۶۳ء نے (داؤد غزنوی) میں اسی بات کو دہرایا گویا جماعت اہلِ حدیث کے پنج تن پاک کا ۱۹۶۳ء تک مطلق تقلید کے وجوب اور شخصی کے مباح ہونے پر اتفاق رہا ہے۔ جس طرح ہم نے اپنا مسلک اپنی مستند کتاب کے حوالہ سے لکھا آپ بھی اپنی مستند کتاب کے حوالہ سے تقلید کے بارہ میں تحریر کر کے بھیج دیں۔ اور یہ بھی وضاحت کریں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جن علماء نے المھند پر تصدیق لکھی اور موجودہ سعودی حکومت کا مسلک اور مذکورہ پانچ اہل حدیثوں کا مسلک مشرکانہ ہے یا نہیں۔

فقط۔ محمد امین صفدر عفی اللہ عنہ

۲۰-۸-۱۹۹۳ صبح سات بجے

نوٹ: آپ کی جماعت کی مستند کتاب کے حوالہ کے بغیر کوئی تحریر متعلق حکم تقلید مطلق و تقلید شخصی ہرگز مقبول نہ ہوگی۔

فقط محمد امین صفدر عفی اللہ عنہ

غیر مقلدین نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف شور مچایا کہ ہم ان کا جواب اتنی جلدی کیسے لکھ سکتے ہیں۔ آخر اہلِ سُنت والجماعت نے کہا کہ اگر جواب لکھنے میں زیادہ وقت صرف ہونے کا اندیشہ ہے تو آپ ان کا جواب ٹیپ کروادیں۔ مگر اُن کو جواب آتا تو ٹیپ کرواتے۔ نہ جواب آیا نہ ٹیپ کرواسکے، بالآخر تقریباً نو بجے مناظرہ کے لئے بیٹھے۔

اہل سنت والجماعت کی طرف سے احقر (محمد امین صفدر) مناظر تھا لیکن شیرِ سرحد نورستانی اب باوجود موجود ہونے کے مناظرہ کرنے کو تیار نہ ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے اسلام آباد زرعی بارانی یونیورسٹی کے لیکچرار طالب الرحمٰن زیدی کو مناظرہ کے لئے بٹھایا۔ جو ہارون آباد میں اپنی نماز کا مکمل طریقہ ثابت کرنے سے عاجز رہا تھا۔ اہلِ سُنت والجماعت کی طرف سے مناظرہ ہارون آباد کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے مگر طالب الرحمٰن نماز کے بارہ میں سوالات کا آج تک جواب شائع نہ کر سکا۔

اہلِ سُنت والجماعت مناظر نے ابتداء کی اور لوگوں کو سمجھایا کہ پہلے یہ سمجھیں کہ اہلِ سُنت اور غیر مقلدین میں اختلاف کیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے تقلید کی تعریف یوں نقل فرماتے ہیں: تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اُس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (الاقتصاد ص ۱۷) اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقلدین جن مسائل میں تقلید کرتے ہیں وہ مسائل یقیناً بادلیل ہیں کوئی ایک مسئلہ بھی بے دلیل نہیں۔ البتہ عوام کے لئے مسائل جان کر اُن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اُن مسائل کے دلائل کا مطالبہ ضروری نہیں۔

وضاحت:

(۱) اسلام واقعۃً حق اور سچا دین ہے مگر آج کل کے اکثر مسلمان ایسے ہیں جو اسلام کو حق مانتے ہیں لیکن اُس کی حقانیت کے دلائل کفار کے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔ ایسے اسلام کو تقلیدی اسلام کہا جاتا ہے، ہم اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کو حق مانتے

کی وجہ سے مسلمان ہیں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ دلیل تفصیلی نہ جاننے کی وجہ سے مشرک ہیں ، ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ۔ حالانکہ اکثر غیر مقلدین بھی اسی طرح کے مسلمان ہیں اور اپنے آپ کو غلطی سے مسلمان سمجھتے بھی ہیں ، اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اصولِ دین میں تقلید کر کے مسلمان ہیں مشرک نہیں تھے اور فروعی مسائل میں تقلید کیسے شرک ہو جائے گی ۔

(۲) حاجی صاحب جو بانی مناظرہ ہیں یہ حج کر کے آئے ہیں مگر حج کا مکمل طریقہ اب بھی قرآن و حدیث سے نہیں نکال سکتے ۔ یہ دوسروں کو دیکھ کر حج کر آئے ہیں ۔ جو تقلید ہے ۔ اہلِ سُنت کے نزدیک یہ حاجی صاحب کہلائیں گے جب کہ ان غیر مقلدین کے نزدیک یہ مکہ مدینہ میں شرک کرتے رہے اور اب بھی حاجی نہیں بلکہ مشرک ہیں ۔

(۳) حاجی صاحب جب تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں تو قرآن پاک کے اعراب اور اوقاف کے دلائل ان کو ہرگز یاد نہیں ۔ مگر یہ اس حُسن ظن پر تلاوت کرتے ہیں کہ اگر چہ مجھے ان کے دلائل یاد نہیں مگر قرآن پاک میں ایک زبر اور ایک زیر بھی بغیر دلیل کے نہیں اس تلاوت کو تقلیدی تلاوت کہتے ہیں ۔ اہلِ سنت کے نزدیک حاجی صاحب کو اس تلاوت پر ثواب ملے گا ۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک یہ تقلیدی تلاوت کی وجہ سے مشرک ہے تلاوت کا ثواب کیا ملتا ۔ اس شرک کی وجہ سے باقی نیکیاں بھی برباد ہو گئیں ۔ نکاح بھی ٹوٹ گیا ۔

(۴) آج جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور اُن کو ہر ہر مسئلے کی دلیل تفصیلی قرآن و حدیث سے معلوم نہیں وہ تقلیدی نماز پڑھ رہے ہیں صرف اس حسنِ ظن پر کہ اگر چہ ان مسائل کے تفصیلی دلائل یاد نہیں مگر اس نماز کا ایک مسئلہ بھی بے دلیل نہیں ۔ تمام مسائل با دلیل ہیں ۔ اہلِ سُنت اس نماز کو صحیح مانتے ہیں ، غیر مقلدین اس نماز کو شرک قرار دیتے ہیں ۔ غیر مقلدین سو فیصد یہی تقلیدی نماز پڑھتے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق مشرک بنتے ہیں افسوس کہ تقلید کا نام چھوڑا مگر شرک ان کی جان نہیں چھوڑتا ۔

(۵) ایک شخص ہمارے پاس آتا ہے جو عیسائی ہے اُس کا نام رحمت مسیح ہے اور کہتا ہے کہ میں اسلام قبول کرنے آیا ہوں ہم نے اُسے مسلمان کر لیا ۔ اُس کا نام رحمت اللہ رکھ دیا ۔

اس نے نہ ہی عیسائیت کا جھوٹا ہونا ہمارے سامنے کسی دلیل سے ثابت کیا بلکہ بلا ذکر دلیل عیسائیت چھوڑ دی۔ اور نہ ہی اسلام کی حقانیت کے دلائل کا ہم سے مطالبہ کیا۔ مگر اسلام قبول کر لیا صرف اس حُسن ظن پر کہ اسلام یقیناً سچا دین ہے۔ اور اس کی صداقت دلائل سے ثابت ہے اگر چہ میں نے وہ دلائل نہیں پوچھے اب اہلِ سُنت کے نزدیک یہ آیا تو کافر تھا اور گیا مسلمان ہو کر۔ مگر غیر مقلدین کے نزدیک وہ کافر آیا تھا کافر ہی رہا بلکہ اس پر ہر دو شرک اور سوار ہو گئے عیسائیت کو بھی تقلیداً چھوڑا جو شرک ہے اور اسلام بھی تقلیداً قبول کیا جو دوسرا شرک ہے۔

اہلِ سُنت والجماعت مناظر نے جب اس عام فہم طریقہ سے نقطہ ء اختلاف سمجھایا۔ تو شیرِ سرحد نورستانی اور طالب الرحمٰن کے جسم پر لرزہ اور زبان پر سکتہ طاری تھا اور پورے مناظرے میں ان کا جواب نہیں دے سکے۔ اور اپنے غیر مقلد حاجیوں، قاریوں اور نمازیوں کو شرک کی دلدل سے نہیں نکال سکے۔

دلائل کی وضاحت:

مسئلہ کی وضاحت کے بعد دلائل کی وضاحت ضروری تھی کہ کون مناظر کون سے دلائل سے استدلال کر سکتا ہے۔ اہلِ سُنت والجماعت مناظر نے بتایا کہ ہم اہلِ سُنت والجماعت بالترتیب چار دلائل کو مانتے ہیں۔ کتاب اللہ۔ سُنتِ رسولؐ۔ اجماع اور قیاس۔ اور مثال سے سمجھایا کہ دیکھو ہم نماز میں رکوع کرتے ہیں اس کا حکم قرآن پاک میں ہے۔ مگر رکوع جاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھنا، رکوع سے اُٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد پڑھنا قرآن پاک سے ثابت نہیں۔ یہ سب سُنت سے ثابت ہے۔ اب تینوں اذکار کا آہستہ پڑھنا نہ قرآن پاک میں صراحۃً ہے نہ کسی حدیث میں صراحۃً ہے۔ البتہ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ پھر اگر بھول کر رکوع میں سبحان ربی العظیم کی بجائے سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ لیا جائے تو نماز فاسد ہو گئی یا سجدہ سہو لازم ہو گیا۔ یا کیا ہو گا اس کا جواب سوائے قیاس کے کہیں نہیں ملے گا کہ یہ ترکِ سُنت ہے اور سنت کے ترک سے

نہ نماز فاسد ہوتی ہے نہ سجدہ سہو لازم آتا ہے نماز ہوگئی۔ اس مسئلہ میں ہم نے اپنے امام کی تقلید کی اگر آپ اس مسئلہ کا حکم صراحۃً قرآن وحدیث میں نہ دکھا سکے تو آپ یہ مسئلہ کہاں سے لیں گے افسوس کہ نورستانی اور اُس کے مناظر نے پورے مناظرے میں اس مسئلہ کا حکم قرآن وحدیث سے نہ دکھایا نہ اس کا کوئی متبادل حل پیش کیا۔

اس کے بعد اہلِ سُنت والجماعت مناظر نے کہا کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں، وہ قرآن اور حدیث کے علاوہ کوئی بات نہیں کرے گا۔ مگر افسوس کہ تقریباً تین گھنٹے کے مناظرہ میں ایک آدھ آیت پڑھی وہ مسئلہ سے بے تعلق ۔ نہ کوئی حدیث بیان کی جس سے سب نے جان لیا کہ مناظرہ کے وقت نورستانی صاحب اور اُن کے مناظر اہلِ حدیث ہرگز نہیں رہتے ۔ سارا وقت احادیث نفس بیان کرنے میں ضائع کرتے ہیں۔

لیکن اس مناظرہ میں تو نورستانی اور اس کے مناظر نے اجماع اُمت اور اجتہاد کو صراحۃً دلیل شرعی مان لیا۔ اس پر اُن سے تین سوالات پوچھے گئے:

(۱) کہ اہلِ سُنت والجماعت حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی چار دلائل کو مانتے ہیں تو اُن کی فقہ کی مستقل کتابیں ہیں، جن میں کتاب۔ سنت۔ اجماع۔ قیاس کے تمام مسائل آسان اور عام فہم ترتیب سے درج ہوتے ہیں آپ بھی اپنے فرقہ کی ایسی مستند مکمل اور مدوّن کتاب بتائیں۔ لیکن وہ پورے مناظرے میں ایسی کتاب کا نام نہ بتا سکے اور نہ ہی پیش کر سکے۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ جان چھڑانے کے لئے اجماع اور اجتہاد کو ماننے کا اقرار کرتے ہیں اس پر قائم نہیں رہتے ورنہ ضرور مذاہب اربعہ کی طرح ان کی مکمل کتابیں جن میں اجماعی اور قیاسی مسائل جمع ہوتے موجود ہوتیں۔ (یہ دلیل قابلِ غور ہے)

(۲) دوسرا سوال یہ پوچھا گیا کہ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی ان چاروں دلائل کو مانتے ہیں تو اُن کو آپ اہلِ حدیث نہیں مانتے، بلکہ اہل الرائے کہتے ہیں اب آپ نے بھی یہ چاروں دلیلیں مان لیں تو آپ بھی اہلِ حدیث نہیں رہے بلکہ اہل الرائے بن گئے ہیں۔

آئندہ اپنے کو اہل حدیث کہہ کر کسی کو دھوکا نہ دینا۔ اس سوال کا جواب بھی پورے مناظرے میں نہیں دیا۔

(۳) تیسرا سوال یہ تھا کہ جب آپ اجتہاد کرتے ہیں (باوجود نااہل ہونے کے) تو اس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ اجتہاد کتاب وسنت کی روشنی میں ہے۔ اس لئے مَا اَنْـزَلَ اللّٰہ میں شامل ہیں لیکن آئمہ مجتہدین نے جو اجتہادات کئے اُن کا اعلان ہوتا ہے القیاس مُظھِرٌ لا مثبت ۔ کہ ہم قیاس سے کوئی مسئلہ گھڑتے نہیں بلکہ کتاب وسنت کے ہی پوشیدہ مسئلہ کو ظاہر کرتے ہیں جو یقیناً ما انزل اللّٰہیے ، لیکن اُن آئمہ کے مسائل کو ما انزل اللّٰہ میں شامل نہیں کرتے بلکہ ولا تتبعوا من دونہ اولیاء کے تحت لاتے ہیں۔ یہ عجب اندھیرا ہے کہ جن آئمہ کا مجتہد ہونا دلیل شرعی (اجماع اُمت) سے ثابت ہو اُن کے اجتہادات کو ما انزل اللّٰہ میں شامل نہ کیا جائے اور جو شخص اجتہاد تو کجا تقلید کی تعریف سے بھی جاہل ہو۔ جو بے چارہ خطاء کا ترجمہ ''جان بوجھ کر غلطی کرنا'' کرتا ہو۔ جس کی جہالت عالم آشکارا ہو جو فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''کہ آخری زمانہ میں لوگ جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے۔ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (متفق علیہ) کا کامل ترین مصداق ہو اس کی جہالات کو ما انزل اللّٰہ کا درجہ دیا جائے۔ آخر یہ فرق کہ جو اجتہاد کے اہل ہیں اُن کے اجتہادات مَا انزل اللّٰہ میں شامل نہیں اور جو نااہل ہوں ان کی جہالت ما انزل اللّٰہ میں شامل ہیں کس قرآن وحدیث میں ہے۔ افسوس کہ نورستانی اور اُس کے مناظر نے آخر تک اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

غیر مقلدین کا دعویٰ کہ تقلید شخصی شرک ہے:

یہ دعویٰ تھا جو غیر مقلدین نے ثابت کرنا تھا مگر نورستانی کے مناظر نے پہلے تو یہ شور مچایا کہ یہ دعویٰ نہیں ، بلکہ جواب دعویٰ ہے اس جہالت پر نورستانی نے اپنے مناظر کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ جس سے علماء یہ سمجھ گئے کہ بے چارہ نورستانی بھی دعویٰ کی تعریف نہیں جانتا۔ جب اُسے بانی مناظرہ نے خود بھی کہا کہ یہ آپ کا دعویٰ ہے۔ آپ تمام حنفیوں۔ شافعیوں

۔ مالکیوں۔ حنبلیوں کو روزانہ مشرک کہتے ہیں۔ اب یہ ثابت کرو کہ اجتہادی مسائل میں عوام کے لئے مجتہد کی تقلید شخصی شرک ہے۔ اب نورستانی کے مناظر کا فرض تھا کہ وہ ایک آیت یا ایک حدیث پڑھ دیتا کہ اجتہادی مسائل میں عوام پر مجتہد کی تقلید شرک ہے۔ یا ناکامی اور مایوسی کا ہی ذکر اس شعر میں کر دیتا۔

اے میرے باغِ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سُو کوئی کلی کھلی نہیں

اُلٹی گنگا:

نورستانی کے مناظر نے کہا کہ اہلِ سنت مناظر پہلے تقلید شخصی کا لفظ قرآن میں دکھائے پھر تقلید شخصی کی تعریف قرآن سے دکھائے۔ پھر واجب کی تعریف قرآن سے دکھائے۔ پھر اس تقلید شخصی کا واجب ہونا قرآن سے دکھائے۔

اہلِ سُنت مناظر:

اصطلاحات کی تعریفیں قرآن پاک میں نہیں ہوتیں۔ جیسے اصول حدیث کی کسی اصطلاح کی کوئی جامع مانع تعریف قرآن میں نہیں۔ اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ تمام اصطلاحات اور احکامات کی تعریفیں قرآن پاک میں ہوتی ہیں۔ تو آپ اپنے اس خودساختہ اصول پر تقلید شخصی کا لفظ قرآن پاک سے دکھا دیں۔ تو ہم اپنا غلط ہونا مان لیں گے اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں گے، کیونکہ قرآن پاک کا ہمارے نزدیک بھی دلائل میں پہلا نمبر ہے۔ اس پر بانی مناظرہ اور دیگر سامعین نے بھی اہلِ سُنت مناظر کی تائید کی اور کہا کہ سارا جھگڑا اسی سے چلا ہوا ہے کہ حنفی مشرک ہیں اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے، اس لئے آپ یہ ثابت کر دیں۔ بات ختم ہو جائے گی۔

پہلی دلیل:

نورستانی کے مناظر نے یہ آیت پڑھی اتبعو ما اُنزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اتباع کرو صرف اُس چیز کی جو اللہ نے اُتاری اور وہ قرآن و حدیث

ہے اور نہ تقلید کرو اس کے سوا اولیاء کی یہ آئمہ اربعہ کی فقہ ہے اور کہا کسی ولی کو نہ مانو۔

جواب: اہلِ سُنت مناظر نے کہا کہ اس آیت میں ہے کہ جو اللہ نے اُتارا اُس کی تابعداری کرو اس کے علاوہ کسی ولی من دون اللہ کی تابعداری نہ کرو۔ آپ کے بڑے بھائی اہلِ قرآن کہتے ہیں کہ ما انزل اللہ صرف قرآن ہے۔ صحاح سِتہ ما انزل اللہ نہیں بلکہ من دونہ اولیاء میں شامل ہیں۔ آپ کی طرف سے جواب یہ ہوتا ہے۔ کہ رسول دین میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا وما ینطق عن الھوٰی ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ. وہی کہتا ہے جو خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی ما انزل اللہ میں شامل ہے۔ ہم اہلِ سُنت والجماعت کہتے ہیں کہ مجتہدین کا بھی یہی اعلان ہوتا ہے کہ القیاس مُظھر لا مُثبت کہ ہم دین کا کوئی مسئلہ از خود نہیں گھڑتے، بلکہ کتاب وسنت کی روشنی سے ہی اخذ واستنباط کرتے ہیں۔ اس لئے کتاب وسنت سے نکالا ہوا حکم ما انزل اللّٰہ میں ہی شامل ہے، جیسا کہ آپ اپنے اجتہادات کو ما انزل اللّٰہ ہی مانتے ہیں۔ نیز اہلِ سُنت مناظر نے کہا کہ اس آیت میں نہ تقلید شخصی کا لفظ۔ نہ تقلید شخصی کا ذکر نہ تعریف نہ حکم۔ نورستانی صاحب نے بھی نہیں کہا کہ بیٹا مناظر بن بیٹھے ہو۔ دلیل اور دعویٰ کی مطابقت ضروری ہے۔ اس آیت کا دعویٰ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

اہلِ سُنت والجماعت کی پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن پاک میں اپنی اتباع کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اتباع بلا مطالبہ دلیل ہوتی ہے۔ اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا بھی حکم ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اور ظاہر ہے کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی بلا مطالبہ دلیل ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اجماع کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے۔ وَمَن یّشَاقِقِ الرَّسول من بعد ماتبین لہُ الھُدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولّہٖ ما تولّٰی ونصلہٖ جھنم وساء ت مصیرًا (۴۔۱۱۵) اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ

کھل چکی اُس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اُس کو وہی طرف جو اُس نے اختیار کی، اور ڈالیں گے اُس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔ اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع کا مخالف اور منکر جہنمی ہے، یعنی اجماع اُمت کو ماننا ضروری فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جُدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا (تفسیر عثمانی ص ۱۲۵)

اجماع کے بعد منیب کی اتباع کا بھی حکم دیا۔ **واتبع سبیل من اناب الی** اور تقلید کر اُس کے مذہب کی جو رجوع ہوا میری طرف (۳۱۔۱۵)

مجتہد کتاب وسنت کی طرف ہی رجوع کر کے احکام شرعیہ کا استنباط کرتا ہے۔ ان چار اتباعوں میں ظاہر ہے کہ خدا کی اتباع احکام الوہیت میں ہوگی، رسول کی اتباع احکام رسالت میں ہوگی۔ اجماع کی اتباع احکام اجماعیہ میں ہوگی اور مجتہد کی تقلید احکام اجتہادیہ میں ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ غیر مجتہد کو احکام اجتہادیہ میں مجتہد کی تقلید کا حکم دے رہا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ پس خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کی اتباع فرض ہوئی کیونکہ یہ تینوں خطا سے معصوم ہیں۔ اور مجتہد خطاء سے معصوم نہیں اگر چہ اُس کی خطا پر بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں اس لئے وہ معصوم تو نہیں لیکن مطعون بھی نہیں بلکہ ہر ہر حال میں ماجور ہے اس لئے اُس کی تقلید واجب ہوئی۔ آیت کریمہ میں من ہے جو جنس کے لئے ہے جو ایک مجتہد اور ایک سے زیادہ کو برابر شامل ہے اور جس ملک میں ایک ہی مجتہد کا مذہب متواتر ہو وہاں تکویناً اُسی کی تقلید شخصی متعین ہے، جیسے یمن میں جس تواتر اور یقین کے ساتھ حضرت معاذؓ کے اجتہادی احکام ملتے تھے اُس تواتر کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ وغیرھما کے فتاویٰ نہیں ملتے تھے، اس لئے یمن کے سب لوگ حضرت معاذؓ کی ہی تقلید شخصی کرتے تھے۔ اسی طرح اس ملک میں درساً افتاءً وعملاً صرف اور صرف مذہب حنفی ہی متواتر ہے۔ اس لئے اس ملک میں اس حکمِ خُداوندی کا پورا کرنا صرف امام صاحبؒ کی تقلید سے ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اس آیت پر عمل ممکن ہی نہیں۔

غیر مقلد مناظر کا واویلا:

اس قرآنی دلیل سے سب سامعین مسئلہ کو مان گئے مگر غیر مقلدین نے شور وغوغا شروع کر دیا۔ انہیں سمجھایا گیا کہ قرآن پاک سُن کر شور مچانا ابو جہل کی تقلید ہے۔ آپ تو مجتہد کی تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ ابو جہل کی تقلید کب سے آپ پر فرض ہوگئی ہے۔

لفظی چکر: نورستانی اور اُس کے مناظر نے کہا کہ اتباع کا معنی تقلید کرنا تحریف قرآن ہے۔ اتباع کہتے ہیں قرآن وحدیث کی بات ماننے کو۔ جب کہا گیا کہ یہ قرآن وحدیث سے دکھادیں تو مناظر صاحب کی بولتی بند ہوگئی، یہ فرق قرآن وحدیث سے نہ دکھا سکا۔ وہ تو یہیں بند تھا پھر جب اہلِ سُنت مناظر نے کہا کہ تمہیں تو قرآن پاک کی کبھی ہوا بھی نہیں لگی، قرآن پاک میں ہے کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے ہم اپنے باپ دادا کی اتباع کرتے ہیں۔ (۲۔۱۷۰) کیا یہاں اتباع کا معنی قرآن وحدیث کرتے ہو۔ اسی طرح قرآن نے شیطان کی اتباع سے منع کیا ہے۔ (۲/۱۶۸، ۲/۲۰۸، ۶/۱۴۲، ۲۴/۱۲۱) کیا اُن کی شہوات کا نام قرآن وحدیث تھا۔ پھر قرآن میں بعض کے بارے میں آتا ہے **فاتبعوا امر فرعون** (۱۱۔۹۷) کیا فرعون قرآن وحدیث سناتا تھا کہ اُس کی بات ماننے کو اتباع کہا گیا ہے، اب فرمایئے تحریف آپ کر رہے ہیں یا ہم۔ اب تو نورستانی اینڈ کمپنی پر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ اور دنیا دیکھ رہی تھی کہ اُن کی باتیں قرآن پاک کی صریح آیات کے خلاف ہیں۔ اب لوگوں کا خیال تھا کہ یہ لوگ قرآن کی صریح مخالفت سے توبہ کرلیں گے۔ مگر ضد کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ نورستانی مناظر نے ان آیات کو ماننے کی بجائے یہ مطالبہ کر دیا کہ یہ ثابت کرو کسی اصولی نے تقلید اور اتباع کو ہم معنیٰ قرار دیا ہو۔ آہ قرآن سے تسلّی نہ ہوئی اب کسی امتّی کے قول کی ضرورت پیش آرہی ہے۔ چنانچہ منکرین قرآن کو گھر تک پہنچانے کے لئے ان کا یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا گیا۔ کتاب کشاف اصطلاحاتِ فنون سے دکھایا گیا کہ **التقلید اتباع الانسان غیرہ** (ص ۱۱۷۸) تقلید یہ ہے کہ دوسرے کی اتباع کرے۔ یہی بات علامہ ابن ملک اور علامہ ابن المعینی نے شرح منار مصری ص ۲۵۲ پر اور نامی شرح

حسامی ص ۱۹۰ پر بھی ہے، قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں ''اتباع اور تقلید کے معنی واحد ہیں'' (سبیل الرشاد ص ۲۷) حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اتباع وتقلید میں فرق کیا ہے وہ اُن کی خاص اصطلاح ہے جو ہم پر حجت نہیں لا مناقشۃ فی الاصطلاح (خیر التفید ص ۲۲)

ایک اور بدحواسی:

اب نورستانی اور اُس کے مناظر صاحب مبہوت ہو چکے تھے۔ قرآنی دلیل ماننا اپنے مذہب کی شکست تھی۔ مگر خاموش ہو جانا بھی بہت بڑی ذلت تھی تو مناظر صاحب نے اس مثال کو پورا کر ہی دیا کہ مُلّا آں باشد کہ چُپ نشود۔ بدحواس ہو کر بولے جب تقلید بحکم قرآن واجب ہے تو امام ابوحنیفہؒ کس کے مقلد تھے۔ انہوں نے کیوں اس حکم کو نہیں مانا۔

اہلِ سُنت مناظر نے بتایا کہ امام ابوحنیفہؒ تو مُنیب ہیں اور ہم ان کے مقلد ہیں یہ ایسی ہی جہالت کا سوال ہے، جیسے کوئی جاہل کہے کہ اگر مقتدی پر امام کی اقتدا واجب ہے تو امام اس واجب کا کیوں تارک ہے۔ کوئی باغی کہے کہ اگر رعایا پر حاکم کی تابعداری واجب ہے تو حاکم کیوں اس واجب کا تارک ہے، کوئی مریض کہے اگر مجھے اپریشن کرانا لازمی ہے تو ڈاکٹر کیوں اپریشن نہیں کراتا۔ ہائے افسوس ایسی جہالتوں کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔

ایک اور دلیل:

اہلِ سُنت والجماعت مناظر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ جن کو قرآن **اولوالالباب**. فقہاء۔ اہلِ استنباط اور اولوالابصار کے معزز القاب سے یاد کرتا ہے ان کو حکم دیا ہے **فاعتبروا یا اولی الابصار**. اے صاحب بصیرت لوگو قیاس کرو۔ اسی حکم کے مطابق مجتہد پر اجتہاد واجب ہے، لیکن جو لوگ خود یہ اہلیت نہ رکھتے ہوں وہ کیا کریں، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون** (الانبیاء) اگر تم نہیں جانتے تو یاد رکھنے والوں سے دریافت کر لیا کرو۔ قرآن پاک میں اولوالابصار اور اہلِ ذکر کو قیاس اور اجتہاد کا حکم دیا تو لوگ اُن سے اُن

قیاسی اور اجتہادی مسائل کا ہی سوال کریں گے اور وہی لوگ سوال کریں گے جو خود قیاس اور اجتہاد نہیں کر سکتے۔ اسی کو عرف میں تقلید کہتے ہیں۔ اس میں اہلِ ذکر جنس ہے۔ جیسے انسان جنس ہے ایک انسان کو بھی انسان ہی کہا جاتا ہے۔ تو ایک اہلِ ذکر کی تقلید بھی تقلید ہی ہوئی۔ اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ ہمارے اس ملک میں جس طرح قرآن پاک کی سات قرائتوں میں سے عوام وخواص میں صرف قاری عاصم کوفیؒ کی ہی قراءت تلاوت متواتر ہے۔ اور سب لوگ حتیٰ کہ غیر مقلدین بھی ساری عمر ایک ہی کوفی قاری کی قراءت پر تلاوت کر رہے ہیں۔ غیر مقلدین نے مکی قاری کو بھی چھوڑ دیا اور مدنی قاری کو بھی، سات میں سے ایک کوفی قاری کی قرأۃ پر تلاوت کرتے ہیں تو آج تک اس کو کسی نے شرک نہیں کہا بالکل اسی طرح اس ملک میں آئمہ اربعہ کے مذاہب میں سے صرف حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہی مذہب عملاً متواتر ہے۔ اسی لئے یہاں تکویناً صرف اور صرف امام صاحب کی تقلید شخصی متعین ہے۔ یہ کہنا کہ ایک کی تقلید شرک ہے اور زیادہ کی شرک نہیں، ایک جاہلانہ بات ہے۔ قرآن وحدیث میں کہیں اس کا نشان تک نہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ جو چیز شرک ہے وہ ایک کے ساتھ بھی شرک ہے اور دس کے ساتھ بھی شرک ہے، مثلاً ایک بت کو سجدہ کرنا اگر شرک ہے تو دس بتوں کو بھی سجدہ کرنا شرک ہے، آج تک کسی جاہل نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ ایک بُت کو سجدہ کرنا تو شرک ہے لیکن صبح ایک بت کو سجدہ کرو دوپہر دوسرے بُت کو سجدہ کرو۔ سہ پہر تیسرے بُت کو سجدہ کرو اور شام کو چوتھے بُت کو سجدہ کرو تو تم مشرک نہیں رہو گے بلکہ اہل حدیث بن جاؤ گے۔

تیسری قسم وہ لوگ ہیں جو نہ تو خود اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں اور نہ ہی مجتہدین کی تقلید کریں ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں آتا ہے۔ **اُولٰئِک کالانعام بَلْ ھُم اَضل** وہ چوپایوں سے بھی گمراہ تر ہیں اور قبر میں فرشتہ قیامت تک ان کی پٹائی یہ کہہ کر کرے گا کہ **لادریت ولا تلیت** (بخاری ج۱ ص۱۷۸) نہ تو خود صاحب درایت تھا اور نہ کسی صاحبِ درایت کی تقلید کی تھی اور جب قبروں سے اُٹھیں گے تو روتے ہوئے دوزخ کو جا رہے ہوں گے اور یہ پکار رہے ہوں گے **لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحابِ السعیر۔**

اگر ہم (عقل والوں کی بات) سن لیتے (تقلید کر لیتے) یا خود صاحب (مجتہد) ہوتے تو آج دوزخ کی آگ میں نہ جلتے۔ کیونکہ دنیا میں ہدایت اور قبر وحشر میں نجات ان ہی دو طریقوں میں منحصر ہے۔ یا انسان خود صاحب بصیرت ہو یا صاحب بصیرت کی تقلید کر لے یہ بات کتاب وسنت کے علاوہ بھی ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ ہر فن میں نہ جاننے والے ماہرین فن کی تقلید کرتے ہیں۔ فرشتے کی پٹائی سے بھی ثابت ہوا ہے کہ غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔

قرآن کی تحریف معنوی:

اس واضح دلیل کے بعد اگر قرآن پاک کی عظمت ذرا بھر بھی دل میں ہوتی تو نورستانی کو مان لینا چاہیے تھا کہ تقلید واجب ہے مگر اُن کے مناظر نے شور مچا دیا کہ سُنّی مناظر نے قرآن میں تحریف کر دی ہے سورۃ النمل میں اس آیت کے بعد بالبیّنات والزبر ہے کہ سوالات بادلیل پوچھا کرو۔ سنی مناظر نے یہ الفاظ نہیں پڑھے اس پر وہاں موجود علماء تو توبہ توبہ کر رہے تھے کہ قرآن پر اتنا بڑا جھوٹ کیونکہ بالبیّنات والزبر کا تعلق ارسلنا کے ساتھ ہے ہم نے رسولوں کو دلائل اور کتابیں دے کر بھیجا لیکن نورستانی کا مناظر یوں ترجمہ کر رہا تھا کہ سوال کرنے والا دلائل اور کتابوں کے ساتھ سوال کرے اس صورت میں تو کلام کا مطلب ہی فوت ہو جائے گا بلکہ بالکل بے معنی ہو جائے گا کیونکہ سائل کو مسائل کے دلائل بھی یاد ہیں تو اس کو پوچھنے کی کیا ضرورت؟ افسوس کہ نورستانی اور اس کے ساتھی علماء اس غلط ترجمہ پر خوش ہو رہے تھے نہ خدا کا خوف تھا نہ انسانوں کی شرم اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس قرآنی دلیل سے فرار کے لئے فوراً یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ کوئی حنفی اپنے امام سے بھی تقلید کا واجب ہونا ثابت نہیں کر سکتا اگر ہمت ہے تو ثابت کر دکھاؤ۔

آئمہ اور تقلید:

اھلِ سُنت مناظر نے بتایا کہ جس طرح صحابہ کے زمانہ میں تقلید متواتر تھی۔ اسی طرح آئمہ سے بھی تقلید تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ حدیث کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں صحابہ اور تابعین کے ہزارہا فقہی فتاویٰ مذکور ہیں۔ جن میں نہ فتویٰ

دینے والوں نے اپنے فتویٰ کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل بیان کی، نہ عمل کرنے والوں نے ان سے دلیل کا مطالبہ کیا کہ جب تک آیت یا حدیث سے دلیل نہیں دو گے ہم عمل نہیں کریں گے، اسی کا نام تقلید ہے، اس پورے خیر القرون میں دو ہی قسم کے لوگ تھے مجتہدین جو بلا ذکر دلیل فتاویٰ دیتے اور مقلّدین جو بلا مطالبہ دلیل اُن فتاویٰ پر عمل کرتے تقلید کا انکار کرنے والا یا تقلید کو شرک کہنے والا کوئی بدعتی آدمی بھی اُس دور میں نہیں تھا چہ جائیکہ ایسا بدعتی فرقہ اُس زمانہ میں موجود ہوتا۔ اسی طرح آئمہ اربعہ نے جو لاکھوں مسائل عوام کے لئے مدوّن کروائے اُن مسائل کے ساتھ دلائل کو بالکل مرتب نہ کروایا۔ اور عوام نے بھی بلا مطالبہ دلیل تواتر کے ساتھ ان پر عمل شروع کر دیا۔ تو لاکھوں مسائل کو بلا ذکر دلائل مرتب کروانا کہ عوام اس پر عمل کریں یہ دعوتِ تقلید ہے جو آئمہ سے متواتر ہے اس کا انکار متواترات کا انکار ہے اور کفایہ (کتاب الصوم ج ۲ ص ۲۹۴) پر ہے کہ "جب مفتی وصفِ اجتہاد سے متصف ہو تو عامی پر واجب ہے کہ اُس کی تقلید کرے اگرچہ مفتی مجتہد سے اس میں چُوک ہی ہوگئی ہو۔ اس کے علاوہ کسی چیز کا اعتبار نہیں یہ بات حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے، ابن رُستم نے امام محمدؒ سے اور بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے روایت کی ہے۔ اب غیر مقلّد مناظر کا فرض ہے کہ وہ بھی آئمہ اربعہ سے ثابت کرے کہ کسی امام نے عامی کے لئے مجتہد کی تقلید شخصی کو شرک کہا ہو۔ یہ سارے مِل کر بھی قیامت تک ایک بھی ایسا قول پیش نہیں کر سکتے۔ چنانچہ سارے مناظرے میں وہ ایسا قول پیش کرنے سے عاجز رہے اور منہ اوپر نہیں اُٹھا سکتے تھے۔

ترجمہ میں پریشانی:

امام صاحب کے جس ارشاد کا ترجمہ اوپر لکھا ہے اس میں یہ الفاظ تھے **وان کان المفتی اخطا فی ذلک.** اگرچہ مفتی سے اس میں چُوک ہوگئی ہو اور احادیث میں صراحت ہے کہ مجتہد کی خطا پر بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں، اب نورستانی کا مناظر اخطاً کا ترجمہ کر رہا تھا کہ اگرچہ مفتی نے جان بوجھ کر غلطی کی ہو اور اس سے بڑھ کر ایک حدیث کا

بھی ترجمہ کر دیا کہ میری اُمت میں جو جان بوجھ کر غلطی کرے وہ معاف ہے اللہ کا شکر ہے قرآن اُس نے پڑھا نہیں ورنہ قرآن پاک کی آیت **لیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ ولکن ماتعمدت قلوبکم و کان اللہ غفوراً رحیما.** جس کا ترجمہ ہے ''اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چُوک جاؤ لیکن وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان'' مگر مناظر صاحب کے مطابق ترجمہ یوں بنتا ''اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں جان بوجھ کر غلطی کرو تم لیکن وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ اب دیکھو یہ ترجمہ قرآن پاک کی آیت کو کس طرح بے معنی کر دے گا۔ مناظر صاحب سارے مناظرے میں اس کا صحیح ترجمہ نہ کر سکے، نورستانی اور باقی غیر مقلد علماء اپنے مناظر کی جہالت پر سخت پریشان تھے۔ جو شخص نہ قرآن کا ترجمہ صحیح کر سکے نہ ہمارے امام کے ایک قول کا بھی صحیح ترجمہ کر سکے حدیث کا ترجمہ بھی غلط کرتا ہو وہ اس فرقہ کا رئیس اور مناظر ہے۔ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک واضح ہو گیا کہ آخری زمانہ میں لوگ جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا (بلکہ مناظر) بنالیں گے وہ بے علمی سے مسائل بتائیں گے خود گمراہ ہوں گے دوسروں کو گمراہ کریں گے (متفق علیہ) اس حدیث پاک کے مطابق کس کو اس فرقہ کے ضال اور مضل ہونے میں شک ہو سکتا ہے؟

تقلید کی تعریف میں ایک اور چکّر:

قرآن وحدیث کا نام لے کر تقلید کو شرک کہنے والوں کا جھوٹ اور فریب آج روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکا تھا، قرآن وحدیث اس مسئلہ میں ان کو دھتکار چکے تھے۔ اب وقت پورا کرنا تھا۔ پھر تقلید کی تعریف کا نیا چکر ڈال دیا تاکہ عوام کے ذہن کو اُلجھایا جا سکے۔ نورستانی کے مناظر کے پاس نہ قرآن کی آیت تھی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ بزعم خود دس کتابوں کی عبارتیں تقلید کی تعریف پر پڑھ ڈالیں، کتاب التعریفات کو بڑے فخر سے پیش کیا مگر اُس کی تین چوتھائی عبارت چھوڑ دی۔ تعصب اور ضد کا خدا ستیاناس کرے نورستانی خود دیکھ رہا تھا مگر اُس نے بالکل نہیں کہا کہ بیٹا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کو

یہ منافق کی نشانی فرمایا ہے۔ اہل حدیث کی نشانی نہیں فرمایا۔ تم ایسی خیانتیں کر کے ساری جماعت کو بدنام کر رہے ہو مگر نورستانی اُس کو اس بدحرکت سے تب تُو کتا اُس میں اگر ذرّہ بھر بھی دیانت ہوتی **اذلیس فلیس** بات صرف اتنی تھی کہ بعض کتابوں میں تقلید کے بیان میں لکھا تھا کہ تقلید حقیقی یہ ہے کہ ایسی بات کو ماننا جو بے دلیل ہو۔ اس تعریف کے مطابق بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں کیونکہ ان کی طرف رجوع کرنا دلیل کی طرف رجوع کرنا ہے اور اس تعریف کے مطابق عوام کا مفتی مجتہد کی طرف رجوع کرنا یا قاضی کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا بھی تقلید نہیں کیونکہ اس رجوع کو نص نے واجب قرار دے دیا ہے اور مجتہد کا قول دلیل پر مبنی ہوتا ہے بے دلیل نہیں ہوتا۔ اس لئے مجتہد کی تابعداری کو تقلید نہیں کہا جائے گا۔ لیکن عرف (اہل اسلام اور اہلِ اصول) کی یہ ہے کہ مجتہد کی تابعداری کو باوجود دلیل ہونے کے تقلید کہا جاتا ہے اور یہی اہلِ اُصول میں مشہور اور قابلِ اعتماد ہے (مطلب عبارت فواتح الرحموت) بلکہ غزالی۔ آمدی اور ابن حاجب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کی پیروی کو بھی تقلید کہا جائے تو کوئی حرج نہیں (معیار الحق) خلاصہ اس کا یہی ہے کہ اگر تقلید کا معنی بے دلیل بات کو مان لیا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی۔ اور اجماع کی پیروی کی طرح مجتہد کی پیروی کو بھی تقلید نہیں کہا جائے گا کیونکہ ان کی پیروی دلیل کی پیروی ہے، اور اگر تقلید کا معنی یہ لیا جائے کہ کسی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لیا جائے تو اس کے موافق نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اور مجتہد سب کی پیروی کو تقلید کہا جائے گا مگر عرف میں مجتہد کی پیروی کو تقلید کہا جاتا ہے۔ جیسے حمد اور نعت دونوں لفظوں کا معنی تعریف ہے مگر عرف میں حمد کا لفظ خدا کی تعریف کے لئے اور نعت کا لفظ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے لئے خاص ہوگیا ہے اب اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص نے خدا کی نعت پڑھی یا فلاں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد پڑھی تو دانشور لوگ اس کو پسند نہیں فرمائیں گے، اسی طرح عرف میں مجتہد کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل ماننے کو تقلید کہتے ہیں۔ لیکن لا.

مذہب مناظر یہی جھوٹ بولتا رہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی با دلیل بات کو ماننا تقلید نہیں اور امام کی بے دلیل بات کو ماننا تقلید ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے، اہلِ سُنت کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ نہیں ہے کہ مجتہد کی بات بے دلیل ہوتی ہے۔

حوالے کا مطالبہ اور منہ کی کھانا:

نورستانی کے مناظر نے جب دیکھا کہ الفاظ کے چکر سے بھی جان نہیں چھوٹی تو کہا کہ بخاری کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فرشتہ اس لئے پٹائی کرے گا کہ تُو نے تقلید نہیں کی تھی۔ اس میں لفظ لاتلیت کا مطلب بیان کیا ہے کہ تو نے تقلید نہ کی اگر یہ مطلب آج سے پہلے کسی شارحِ حدیث نے بیان کیا ہو تو میں اپنی شکست لکھ دوں گا۔ ایک حوالہ پیش کرو۔ تمہاری فتح میری شکست، مناظر اہلِ سنت نے فوراً قسطلانی شارح بخاری کی عبارت حاشیہ بخاری سے دکھادی **لا اتبعت العلماء بالتقلید فیما یقولون**۔ یعنی فرشتہ قیامت تک مارتا رہے گا اور کہتا رہے گا تُو نے تقلید نہیں کی تھی، بہت سے سامعین نے اُٹھ کر عبارت دیکھی۔ تو ہر طرف سے آوازیں آرہی تھیں کہ مسئلہ ثابت ہوگیا، بانی مناظرہ نے کہا لکھنے لکھوانے کو رہنے دو بات صاف ہوگئی ہے، یہ عجیب لطف رہا کہ اہلِ سنت مناظر کے دلائل سے سامعین مطمئن تھے، اسلئے کسی نے نہیں کہا کہ آپ وجوب ثابت کریں کیونکہ سب دلیل کو سمجھ چکے تھے مگر نورستانی کے مناظر کو بار بار لوگ کہتے تھے کہ مجتہد کی تقلید شخصی کا شرک ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کرو۔ اب پھر لوگوں نے کہا کہ وقت ضائع نہ کرو اور قرآن وحدیث سے مجتہد کی تقلید شخصی کا شرک ہونا ثابت کرو۔

آخری دلیل:

آخر مجبور ہو کر اُس نے اپنے معدے کی ساری غلاظت منہ کے ذریعہ اُگل دی اور جواب آخرت اور خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر احبار ورھبان والی آیت آئمہ اربعہ پر چسپاں کردی۔ جب قرآن نے ان احبار اور رھبان کو کہیں مجتہد نہیں کہا بلکہ حرام خور، پرلے درجہ کے جھوٹے خدا کے احکام کو بدلنے والے، جھوٹی کتابیں لکھ لکھ کر خدا کے ذمہ لگانے

والے بتایا ہے۔ آئمہ اربعہ کو ان حرام خوروں پر قیاس کرنا دین سمجھانے والوں کو دین مٹانے والوں پر قیاس کرنا۔ مجتہدین کو محرمین پر قیاس کرنا۔ کاشفین وحی کو کتمانِ وحی کے مجرموں پر قیاس کرنا۔ حق واضح کرنے والوں کو باطل میں تلبیس کرنے والوں پر قیاس کرنا۔ خدا اور رسول کا راستہ بتانے والوں کو خدا ورسول کے راستے سے ہٹانے والوں پر قیاس کرنا۔ انعام یافتگان کو ضالین اور مغضوبین پر قیاس کرنا۔ حلوے کو پاخانے پر قیاس کرنا۔ دودھ کو پیشاب پر قیاس کرنا۔ اور اس خبیث قیاس کو قرآن کے نام سے پیش کرنا۔ اس سے بڑا ظلم دنیا میں کیا ہوسکتا ہے۔ نورستانی اس پر خوش تھا مگر اُس نے بھی مناظر سے نہیں کہا کہ بیٹا دلیل تقلید شخصی کی مانگی گئی ہے، اس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جیسے لوگ حنفی شافعی کہلاتے ہیں ذرا اُن کے مقلدین کی ایسی نسبتیں تو قرآن سے دکھادو تاکہ اس کو تقلید شخصی کہا جاسکے۔ بیٹا وہ تو مجتہدین نہیں تھے نہ اُن کی تقلید شخصی کی کوئی نسبت۔ اُن کی مثال دیکھنی ہے تو اپنی جماعت کو دیکھ لو یہ غیر مجتہد مولویوں کے مسائل اندھادھند مان رہے ہیں مگر کسی سے ان یہود ونصاریٰ کی طرح تقلید شخصی کی کوئی نسبت بھی قائم نہیں کرتے۔

آہ اگر ان لوگوں میں ایک ذرہ بھی خوفِ خدا ہوتا۔ ذرہ بھر بھی انسانوں کی شرم ہوتی تو یہ آئمہ کے لئے اُن حرام کاروں اور جھوٹوں والی آیت نہ پڑھتے بلکہ آئمہ والی آیت پڑھتے۔ **ولقد اتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائہ وجعلناہ ھدی لبنی اسرائیل وجعلنا منھم آئمة یھدون بامرنا** (الایۃ) یعنی موسیٰؑ کے بعد ہم نے بنی اسرائیل میں ایسے امام بنائے جو ہمارے احکام کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ یہ آیت پڑھنی چاہئے تھی۔ پھر بوکھلا کر بولا قرآن میں آتا ہے۔ **ولا یشرک فی حکمہ احدا**۔ اللہ کے حکم میں کوئی شریک نہیں لوگوں نے کہا پھر منکر حدیث بن جاؤ۔ کہنے لگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے حکم میں خود اپنا شریک بنالیا ہے، فرمایا ہے جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک بننے کی اجازت مل گئی ہے کہا گیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے امیر کی

اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی کیا آپ کے تمام امراء بھی خدا کے شریک تھے۔ کہنے لگا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نہیں کہتا خدا کی ہی بات بتاتا ہے۔ اس لئے شریک نہیں کہا جائے گا جب کہا گیا مجتہد بھی اپنی نہیں کہتا خدا رسول کی ہی بات سمجھاتا ہے اس کو کیوں شریک کہا جائے۔ تم جب نا اہل ہو کر اجتہاد کرتے ہو یہ شرک کیوں نہیں اور آئمہ مجتہدین کا اجتہاد کیوں شرک ہے تو زبان گنگ ہوگئی۔

ضمنی باتیں:

اوّل۔ اصل موضوع سے ہٹ کر کچھ ضمنی باتیں بھی درمیان میں آئیں، اہلِ سُنت مناظر نے جب کہا کہ اہلِ سنت مناظر چاروں دلیلوں میں سے جس سے چاہے استدلال کرے گا۔ مگر غیر مقلد صرف قرآن وحدیث سے استدلال کرے گا تو غیر مقلد مناظر نے کہا مناظرہ میں صرف اتفاقی دلیل سے استدلال ہوگا۔ تاکہ اتفاق ہوجائے۔ نورستانی نے اپنے مناظر کی بات کو بڑا سراہا۔ اہلِ سُنت مناظر نے کہا کہ جب آپ کا مناظرہ اہلِ قرآن سے ہوگا تو کیا آپ احادیث سے استدلال چھوڑ دیں گے؟ مزید کہا یہ تو یہودیوں والی بات ہوئی جیسا وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے نبی ہونے پر یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں تینوں کا اتفاق ہے لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ یہودی نبی مانتے ہیں نہ عیسائی، تو کیا آپ اتفاق کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کردیں گے، یا اگر کوئی رافضی یہی بات کہے کہ حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور خلفائے ثلاثہ کو ہم خلیفہ نہیں مانتے تو آپ خلفائے ثلاثہ کی خلافت سے انکار کردیں گے۔ آخر اس کے جواب سے لاجواب ہوکر چاروں دلیلوں کا صحیح ہونا مان لیا۔

دوسری بات:

اہلِ سُنت والجماعت مناظر نے کہا کہ تم جو یہ غلط مطالبہ کرتے ہو کہ تقلید شخصی کی اصطلاحی تعریف قرآن میں دکھاؤ کیا اصول حدیث کی تمام اصطلاحات قرآن میں ہیں تو نورستانی کے مناظر نے کہا قرآن میں آتا ہے اذا جاء کم فاسق بنبأ فتبيّنوا۔

سند کی تحقیق فرض ہے اہلِ سنت مناظر نے کہا کہ صحیح مسلم میں ہے پہلے زمانہ میں لوگ سند کی تحقیق نہیں کرتے تھے کیا وہ سب صحابہ اور تابعین اس فرض کے تارک تھے؟ اس پر اُس نے کہا کہ سارے صحابہ عادل تھے اس لئے تحقیق سند کی ضرورت نہ تھی، تو اُسے بتایا گیا کہ آپ کے علماء کا تو یہ عقیدہ ہے کہ خود قرآن نے بعض صحابہ کو فاسق کہا ہے، نواب وحید الزمان جو آپ کے ہاں قرآن اور صحاح ستہ کے مترجم ہیں وہ یہی آیت لکھ کر لکھتے ہیں۔ **ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا** یہ ولید بن عقبہ (صحابی) کے حق میں نازل ہوئی یعنی اس آیت میں اُن کو فاسق کہا ہے اور قرآن کی آیت **افمن کان مومناً کمن کان فاسقاً** میں ولید۔ معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ کو فاسق کہا گیا ہے، (الابرار ج ۳ ص ۹۴) آئندہ اپنا پورا عقیدہ لوگوں کو بتایا کرو کہ قرآن نے بعض صحابہ کو فاسق اور مقلدین کو مشرک کہا ہے۔

اس کے جواب میں اس نے الزامی طور پر کہا کہ نور الانوار میں حضرت معاویہؓ کو جاہل کہا ہے۔ مناظر اہلِ سُنت نے کہا کہ حاشیہ میں اُس کی تردید کر دی گئی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آئی تو اُس نے صاف انکار کر دیا کہ یہاں کوئی تردید نہیں نشان لگا کر دو۔ جب نشان لگا کر دیا تو پھر عبارت نظر آئی وہ عبارت اس سے قبل نہ نورستانی کو نظر آئی نہ مناظر صاحب کو جب نشان لگا کر دکھایا تو صم "بکم" بن گئے۔

مناظر اہلِ سُنت والجماعت نے سمجھایا کہ ہر قسم کی غلطی سے پاک دنیا میں صرف ایک کتاب ہے جس کا نام قرآن پاک ہے، دوسری کتابوں میں غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن ایک ہوتا ہے غلطی لگنا، ایک ہوتا ہے غلطی کا چل جانا۔ جس طرح تراویح میں قرآن پاک سناتے ہوئے قاری کو غلطی لگ جاتی ہے مگر سامع اُس غلطی کو چلنے نہیں دیتا۔ تو جب غلطی کی اصلاح ہوگئی اور وہ غلطی چلی نہیں تو اب اُس غلطی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اسی طرح اگر کسی مصنف سے ذاتی طور پر کوئی غلطی ہوئی تو اُس کو شارحین نے چلنے نہیں دیا۔ اب اس اصلاح شُدہ غلطی کو بیان کرنا اور اُس کی تردید کا ذکر نہ کرنا یہ بہت بڑا دھوکا ہے اور آپ کی تقریریں اور تحریریں اسی دھوکے پر مبنی ہوتی ہیں۔

الحاصل! کوہاٹ کے اس مناظرہ میں اہلِ سُنت والجماعت کو اللہ تعالیٰ نے نمایاں کامیابی عطا فرمائی جب کہ غیر مقلّدین اپنے دعویٰ کہ مجتہد کی تقلیدِ شخصی شرک ہے اس کو ثابت کرنے میں سو فیصد ناکام رہے۔

(۱) جس طرح مناظرہ ہارون آباد میں وہ اپنی نماز ثابت نہ کر سکا تھا۔ یہاں بھی اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکا۔

(۲) وہ اپنا نام اہل حدیث بھی قرآن سے ثابت نہ کر سکا جیسا کہ پہلے مناظروں میں ثابت نہ کر سکا تھا۔

(۳) وہ یہ بھی ثابت نہ کر سکا کہ حدیث کی ایک کتاب بھی کسی غیر مقلّد نے لکھی ہے جس میں نہ اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا بلکہ اُسے شرک کہتا تھا۔

(۴) جس طرح کوٹلی نجابت کے مناظرہ میں **لا یرفعھما** کا غلط ترجمہ کرتا رہا کہ وہ رفع یدین کرتے تھے اسی طرح یہاں خطا کا ترجمہ جان بوجھ کر غلطی کرنا، کرتا رہا۔

(۵) جس طرح ہارون آباد کے مناظرہ میں اصول کرخی کی آدھی عبارت پڑھتا تھا۔ اسی طرح اس مناظرہ میں بھی آدھی آدھی عبارتیں پڑھتا رہا۔

(۶) تقلید کی مذمت کرنے والے کو تقلید کی صحیح تعریف بھی یاد نہ تھی۔ اس تعریف میں کئی قلابازیاں کھاتا رہا۔ (۷) کافروں والی آیت آئمہ اربعہ پر فٹ کر کے اندرونی خباثت ظاہر کرتا رہا۔

(۸) شرک کی تعریف بھی نہ کر سکا جس کے مطابق ایک کی تقلید شرک ہو اور زیادہ کی تقلید توحید ہو۔

(۹) وہ محدثین جن کا ذکر طبقات حنفیہ۔ طبقات مالکیہ۔ طبقاتِ حنابلہ۔ طبقاتِ شافعیہ میں ہے بقول اس کے وہ سب تقلید شخصی کی وجہ سے مشرک قرار پا گئے۔

(۱۰) آئمہ حرمین شریفین پہلے بھی سب مقلد تھے اب موجودہ سعودی حکومت بھی حنبلی ہے اس وجہ سے وہ بھی بقول اس کے سب کے سب مشرک قرار پا گئے۔ اُن کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔ اُن کے خطبہ سے حج ادا کرنا اب کیسے درست ہوگا۔ فقط

غیر مقلدین کا آپریشن

اور

ضرورتِ تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم : امابعد

(۱)...... کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے اہل قرآن! وتر پڑھو اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ‘‘اہل قرآن’’ خاص اہل اللہ ہیں۔ کیا ان احادیث میں اہل قرآن سے موجودہ فرقہ ‘‘اہل قرآن’’ یعنی منکرین حدیث مراد ہے؟

(۲)...... کیا اس لفظ ‘‘اہل قرآن’’ سے علمی طبقہ یعنی حفاظ کرام مراد ہیں یا کوئی مذہبی فرقہ؟

(۳)...... کیا انگریز کے دور حکومت سے پہلے کسی جاہل کو اہل قرآن کہا گیا ہے؟

(۴)...... کیا پاک و ہند میں ۹۰ھ میں جو مسلمان آئے وہ سب ‘‘اہل قرآن’’ تھے کیونکہ اس زمانہ میں صحاح ستہ کا وجود نہ تھا؟

(۵)...... کیا فرقہ ‘‘اہل قرآن’’ کا وجود کسی پہلی اسلامی حکومت میں تھا، ان کا ترجمہ قرآن، تفسیر قرآن، نماز کی کتاب، ان کا مدرسہ، ان کی مسجد، ان کی قبر بھی کسی اسلامی ملک میں تھی؟

(۶)...... اس فرقہ نے جب اپنا نام ‘‘اہل قرآن’’ رکھ لیا تو اب قرآن ان کا ہو گیا، اہلحدیث کا قرآن سے کوئی تعلق رہا یا نہیں؟

اہلحدیث غیر مسلم:

(۷)...... کراچی کے مسعودی فرقہ نے اہلحدیث سے کٹ کر اپنا نام جماعت المسلمین رکھ لیا، اب قرآن وحدیث میں جہاں مسلم کا لفظ آتا ہے وہ اپنا فرقہ مراد لیتا ہے اور اہلحدیث کو غیر مسلم کہتا ہے، کیا اس میں وہ حق بجانب نہیں؟

(۸)...... قرآن پاک میں لفظ ''ربوہ'' دو جگہ آیا ہے کیا اس سے قادیانیوں کا شہر ربوہ مراد ہے؟ نہیں تو کیوں؟

(۹)...... کیا قرآن پاک میں جہاں حزب اللہ کا لفظ آیا ہے اس سے کیپٹن عثمانی کراچی والے کا فرقہ مراد ہے؟

(۱۰)...... اہل قرآن کا کہنا ہے کہ جب سے قرآن ہے اس وقت سے اہل قرآن ہیں۔ جب قرآن سچا ہے تو اہل قرآن یقیناً سچے ہیں۔ اہل قرآن کو اس وقت تک جھوٹا نہیں کہا جا سکتا جب تک قرآن کو جھوٹا نہ کہا جائے۔

آج تک چیلنج قبول نہیں ہوا:

(۱۱)...... اہل قرآن کا کہنا ہے کہ اہلحدیث قرآن کے منکر ہیں اسی لئے اہل قرآن کو کافر کہتے ہیں۔ قرآن کو ماننا ان کے نزدیک کفر ہے۔

(۱۲)...... ان کا کہنا ہے کہ سب صحابہ اہل قرآن تھے ان میں سب سے کسی ایک نے بھی صحاح ستہ نہ پڑھی۔

(۱۳)...... ان کا سوال ہے کہ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، صحاح ستہ مانے بغیر صرف قرآن مان کر مسلمان تھے یا کافر؟

(۱۴)...... ان کا کہنا ہے کہ اہلحدیث یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ احادیث قرآن کا بیان اور قرآن کی تفسیر اور تشریح ہیں لیکن ہم نے بارہا چیلنج دیا کہ آئیے ہم ترتیب وار ایک ایک حدیث پڑھتے جائیں گے آپ ہر حدیث کے موافق ایک ایک صریح آیت لکھاتے جائیں مگر ایک بھی اہلحدیث آج تک اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔

تفسیر قرآن کا نام کوک شاستر:

(۱۵)......ان کا کہنا ہے کہ اہلحدیث کو قرآن کی بالکل سمجھ نہیں ہے چنانچہ نواب صدیق حسن نے تفسیر لکھی تو مولوی ثناء اللہ نے لکھا کہ یہ سب شوکانی کی تفسیر ہے۔ (مظالم روپڑی ص ۲۱) مولانا ثناء اللہ نے تفسیر لکھی تو علماء عرب و عجم نے اسے کافر اور مرتد قرار دیا۔ مولوی عنایت اثری نے تفسیر لکھی تو عبداللہ روپڑی نے اس کو غلط قرار دیا۔ عبداللہ روپڑی نے تفسیر لکھنا شروع کی تو مولوی ثناء اللہ نے اس تفسیر کا نام کوک شاستر رکھا۔

(۱۶)......ان کا کہنا ہے کہ اہلحدیث قرآن پر عمل نہیں کرتے اور عمل کر بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ ان کو قرآن آتا ہی نہیں۔ یہ قرآن پاک کو صرف تبرک اور تلاوت کیلئے مانتے ہیں اور بس۔

اہلحدیث جھوٹے ہیں:

(۱۷)......ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے جبکہ یہ خدا تعالیٰ کیخلاف قرآن کو مجمل کہتے ہیں۔

(۱۸)......وہ کہتے ہیں: قرآن یقینی ہے اور حدیث کو خود محدثین ظنی مانتے ہیں۔ دین یقین کا نام ہے نہ کہ ظن کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا.**

(۱۹)......ان کا کہنا ہے کہ جتنی جھوٹی حدیثیں مسلمانوں نے گھڑیں کہ اس پر مستقل کتابیں ہیں، اتنا جھوٹ کسی اور امت نے اپنے نبی پر نہیں بولا اور وہ جھوٹی حدیثیں گھڑنے والے سب اہلحدیث ہی تو تھے۔ تو جو اہلحدیث نبی پر جھوٹ بولتے تھے ان کی حدیثیں دین کیسے بن گئیں۔

اختراع اہلحدیث:

(۲۰)......ان کا کہنا ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے اہل قرآن کو خاص اہل اللہ فرمایا مگر اہلحدیث نہ اس زمانہ میں تھے نہ حضرت نے کبھی ان کو نجات پانے والے فرمایا۔

(۲۱)......بلکہ اس کے برعکس آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں کذاب و دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس حدیثیں لایا کریں گے جو تمہارے باپ دادا نے سنی بھی نہ ہوں گی،

ان سے بچنا، وہ لوگ گمراہ کرنے والے اور فتنہ ڈالنے والے ہوں گے، او کماقال (مسلم)

(۲۲)……خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس میرے نام سے لوگ مختلف حدیثیں لائیں گے ان میں سے جو کتاب اللہ کے موافق ہوں گی یا میری سنت کے موافق ہوں گی وہ میری طرف سے ہوں گی اور جو قرآن پاک اور میری سنت کے خلاف ہوں گی وہ میری طرف سے نہیں ہوں گی۔ (الکفایہ خطیب بغدادی) معلوم ہوا کہ بہت سی حدیثیں سنت کو مٹانے والی ہوں گی۔

(۲۳)……آنحضرت ﷺ نے **علیکم بسنتی** تو فرمایا **علیکم بحدیثی** کہیں نہیں فرمایا۔

(۲۴)……بعض غیر مقلد کہا کرتے ہیں کہ سنت اور حدیث ایک ہی چیز ہے لیکن یہ بات گزشتہ حدیث کے خلاف ہے، وہ کوئی صریح حدیث پیش کریں کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔

(۲۵)……آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: **من رغب عن سنتی فلیس منی**۔ (بخاری) مگر اہلحدیث سنتوں کو چھوڑ کر مخالف سنت حدیثوں پر عمل کرنے لگے۔

(۲۶)……قرآن و حدیث میں اجماع امت کے منکر کو دوزخی کہا گیا ہے مگر آج اجماع امت کے منکر اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں جو کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

(۲۷)……آنحضرت ﷺ نے فقہ کے مخالف کو شیطان اور منافق فرمایا۔ فقہ کے مخالف کا نام اہلحدیث کسی حدیث میں نہیں۔

منکرین فقہ:

(۲۸)……اہل قرآن کہتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ارشادات کا انکار نہیں کرتے، ہاں صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث کو ہم قرآن کے برابر اور دین کا ماخذ نہیں مانتے۔ تو اہلحدیث ان کو منکرین حدیث کہتے ہیں لیکن خود چار فقہوں کا انکار کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو منکرین فقہ نہیں کہتے، یہ کیسا تضاد ہے۔

(۲۹)……اہل قرآن کہتے ہیں کہ احادیث قرآن کی طرح یقینی اور دائمی ضابطہ عمل یعنی دین نہیں، ہاں بوقت ضرورت ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہی کچھ اہلحدیث فقہ کے بارے

میں کہتے ہیں کہ یہ دائمی عمل کیلئے نہیں، ہاں استفادہ کیا جا سکتا ہے تو فرق کیا ہے؟

(۳۰)...... اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جو یہ تقسیم فرمائی ہے کہ کچھ لوگ اہل ذکر ہوتے ہیں، باقی ناواقف، ان ناواقفوں کو اہل ذکر سے سوال کا حکم دیا ہے، آپ اس تقسیم کے قائل ہیں یا نہیں؟

استنباط، اجتہاد اور تقلید:

(۳۱)...... اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو اہل استنباط قرار دیا ہے باقی لوگوں کو ان کی طرف لوٹنے کا حکم دیا ہے۔ اس تقسیم کے آپ قائل ہیں یا نہیں؟

(۳۲)...... اللہ تعالیٰ نے ہر قوم سے ایک یا چند ایک کو فقیہ بننے کا حکم دیا ہے اور باقی ساری قوم کو ان کی فقہ ماننے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟

(۳۳)...... آپ کے فرقہ میں بھی یہ تقسیم ہے یا آپ کے فرقہ کے سب لوگ فقیہ، اہل ذکر اور اہل استنباط ہیں؟

(۳۴)...... آپ کے فرقہ کے وہ لوگ جو اہل استنباط اور فقیہ نہیں اور ان پر بھی کتاب وسنت کے مطابق زندگی گزارنا لازم ہے یا نہیں؟

(۳۵)...... اگر وہ لوگ احکام کے پابند ہیں تو ان کیلئے ایسے اجتہادی احکام جاننے کا کیا راستہ ہے اور اس راستہ کا اختیار کرنا ان پر فرض ہے یا واجب؟

(۳۶)...... آپ نے عمر بھر اللہ کی عبادت اور اللہ کے بندوں سے معاملات اجتہاد سے کئے یا تقلید سے؟

(۳۷)...... اجتہاد کی کیا کیا شرائط ہیں؟ آپ میں سب موجود ہیں یا بعض، جو لوگ اجتہاد کی قوت نہ رکھتے ہوئے اجتہاد کریں وہ فَافْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا کے مصداق ہیں یا نہیں؟

(۳۸)...... کیا آپ تمام مسائل میں اجتہاد کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں یا بعض میں، اپنے خاص اجتہاد کے کم از کم دس نمونے پیش فرمائیں اور کم از کم دس مسائل وہ لکھیں جن میں

آپ نے تقلید فرمائی ہو؟

(۳۹)...... اجتہادی مسائل میں مجتہد اجتہاد کرے تو اس میں صواب پر دو اجر اور خطاء پر بھی ایک اجر ملے گا، یہ تو فرمان نبوی ﷺ ہے، مگر اہلحدیث کا کہنا ہے کہ یہ رائے اور اجتہاد کارِ شیطان ہے، یہ کس حدیث میں ہے؟

(۴۰)...... ائمہ مجتہدین کی تقلید کو شرک کہنا اور اپنے نفس کی تقلید کو فرض کہنا، یعنی فہمِ مجتہد حجت نہیں کیونکہ خطاء سے معصوم نہیں مگر فہمِ نااہل حجت ہے کہ معصوم عن الخطا ہے مثل رسول و خدا کے، اسی لئے جو لوگ اس کے فہم کا انکار کرتے ہیں تو وہ یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے ہمارے فہم کا انکار کیا بلکہ کہتے ہیں کہ اس نے خدا، رسول ﷺ کا انکار کیا۔

(۴۱)...... روز اول سے آج تک یہی معمول رہا ہے کہ عامی کو جو مسئلہ پوچھنا ہو، وہ عالم سے پوچھا۔ عالم نے حکم بتایا، سائل نے مانا اور کاربند ہوا۔ صحابہؓ سے آج تک حکم بتاتے وقت علماء نے کبھی عوام کو دلیل تفصیلی اس طرح بیان نہیں کی کہ اس کو خوب ذہن نشین ہو جائے کہ یہ حکمِ ثابت صحیح، واضح اور صریح غیر معارض اور غیر منسوخ ہے نہ کبھی عامی نے ایسی دلیل تفصیلی کا مطالبہ کیا، یہی تقلید ہے اور کتب حدیث مثلاً کتاب الآثار، موطا، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور دیگر کتب حدیث کے تراجم و ابواب میں یہ آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہے۔ ہزارہا فتاویٰ صحابہؓ و تابعینؒ کے کتب حدیث میں اور لاکھوں فتاویٰ فقہاء کے کتب فقہ و فتاویٰ میں بھرے پڑے ہیں جن میں نہ مفتی نے دلیل تفصیلی بیان کی نہ مستفتی نے دلیل تفصیلی کا مطالبہ کیا نہ محدثین نے ایسے فتاویٰ کو مردود قرار دے کر کتابوں سے خارج کیا تو غیر مقلدین کے نزدیک دور صحابہ سے لے کر آج تک کے سب عامی مشرک ہوئے اور تمام علماءِ امت مشرک گر ہوئے، کہاں ہے خیر القرون اور کون ہیں خیر الامت؟

زمانہ خیر القرون گروہ در گروہ:

(۴۲)...... صحابہؓ قرآن پاک میں فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا پڑھتے رہے مگر خود گروہ در گروہ ہو گئے۔ مکہ میں ابن عباسؓ اور ان کے مقلدین کا مذہب چلتا تھا، مدینہ میں

حضرت عمرؓ کا الگ مذہب تھا، کوفہ میں حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کا الگ مذہب، آج بھی کتب حدیث ان کے اختلافی فتووں سے بھرپور ہیں، پھر عطاء کا مذہب الگ، ابراہیم نخعی کا الگ، حسن بصری کا الگ، مجاہد کا الگ، ان کے اختلافات آج تک کتابوں میں باقی۔ وہ لوگ اگرچہ عباسی، مسعودی، عطائی وغیرہ نہ کہلائے مگر کام وہی رہا جو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کرتے ہیں۔ ہمیں کام سے کام ہے نہ کہ نام سے پھر یہ خیر القرون اور خیر الامت کیسے ہوا؟

حجر پرستی شرک مگر ابن حجر پرستی توحید:

(۴۳)...... آپ حضرات ائمہ لغت کی تقلید کرتے ہیں، ائمہ صرف، ائمہ نحو اور ائمہ اصول کی تقلید کرتے ہیں۔ راویوں کو ضعیف اور ثقہ کہتے ہیں تو علماءِ اسماء الرجال کی تقلید کرتے ہیں۔ راویوں کی پیدائش، رہائش، موت میں مؤرخین کی تقلید کرتے ہیں۔ حدیث کے ضعیف و صحیح ہونے میں محدثین کی تقلید کرتے ہیں، یہ سب تقلیدیں کرتے ہیں کس کے حکم سے؟ کیا خدا و رسول ﷺ نے ان کی تقلید کا حکم دیا تھا؟ اور آپ کے کوئی بڑے بزرگ فرما گئے تھے کہ بیٹا سب کی تقلید کرنا بس ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہ کرنا؟

(۴۴)...... آپ حضرات کی تقریر و تحریر سے واضح ہے کہ ائمہ اربعہ کو تو دین کے ٹکڑے کرنے والا کہا جاتا ہے لیکن ان کے مقلدین جیسے ابن حجر، نووی کی جوتیاں تک چاٹی جاتی ہیں۔ جب امام شافعیؒ کی تقلید شرک ہے تو ابن حجر کی تقلید کیا ایمان ہے؟ عجیب بات ہے کہ حجر پرستی شرک ہو مگر ابن حجرؒ پرستی توحید، مشرکین کا بھی کچھ ایسا ہی طرز تھا کہ رب الارباب ذی العرش کو چھوڑ کر اس کے بندوں کی بندگی کرتے تھے۔

غیر مقلدیت منصب رسالت پر:

(۴۵)...... جیسا اہل بدعت کا طریق ہے کہ اپنی ہر ادا کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور دوسروں کی ہر نیکی کو شان رسالت کی گستاخی کا نام دیتے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنی دلیل کو تین بار پورے زور سے صحیح، صحیح، صحیح کہتے ہیں اور مخالف جتنی احادیث پڑھے پوری طاقت سے اس کو ضعیف، ضعیف، ضعیف کہا جاتا ہے اور جو آپ کے اس فیصلے کو نہ مانے اسے خدا کا منکر اور

نبی ﷺ کا دشمن کہا جاتا ہے، آپ نے کب سے منصب رسالت سنبھالا ہے کہ آپ کے فیصلوں کا منکر منکرِ رسول قرار پا گیا۔

مقلد پٹے والا اور غیر مقلد بے پٹا کتا بن بیٹھا:

(۴۶)...... تاریخ اسلام اس پر شاہد عدل ہے کہ عوام تو کجا علماء بھی خیر القرون کے بعد اجتہاد کی وادی میں قدم رکھتے ہوئے ڈرتے تھے اسی لئے علماء خواہ مفسرین ہوں یا محدثین، قاضی ہوں یا مفتی، فقہاء ہوں یا مؤرخین، سلاطین ہوں یا وزراء ان سب کے حالات میں چار ہی قسم کی کتابیں ملتی ہیں۔ طبقات حنفیہ، طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ، طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب علماء کے حالات میں نہیں لکھی گئی مگر آج مادر پدر آزادی اور ذہنی آوارگی کی وبا ایسی پھیلی کہ ان تمام مقلدین کو پٹے والے کتے کہا جاتا ہے جو ایک ہی مالک کے وفادار اور ایک ہی گھر سے کھاتے ہیں اور ہر جاہل غیر مقلد بے پٹا کتا بن بیٹھا ہے۔ جو کبھی اپنے امام مسجد کی قے چاٹتا ہے، کبھی وحید الزمان کا فضلہ تلاش کرتا ہے، کبھی ہدایہ اور عالمگیری سے چوری دودھ پینے کی کوشش میں پٹتا ہے، کبھی اپنے نفس کو معبود بنا کر پوجنا شروع کر دیتا ہے۔ پٹ پٹا کر ائمہ مجتہدین کے منہ آنے لگتا ہے، ان کے احکام سمجھنے کی لیاقت نہیں مگر ان کے احکام پرکھنے کی ہمت دکھاتا ہے، کاٹتا ہے، دوڑتا ہے بقول مولانا رومؒ:

مہ فشاند نور سگ عو عو کند
ہر کسے بر طینت خود خو کند

(۴۷)...... دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے سوا کسی کی بات حجت نہیں لیکن چند معدّلوں اور جارحوں کو درمیان میں کھڑا کر رکھا ہے کہ ان کے قول کو نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث کے برابر بلکہ قرآن و سنت پر حاکم بنا دیا ہے، وہ شریک فی الالوہیت نہ ہوں تو شریک فی الرسالت ضرور ہیں بلکہ مصداق اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا ہیں۔

(۴۸)...... ائمہ اور اقوال میں ہر مکلف عامی کو تخییر ہے یا تخیر اور اس کی کیا سبیل ہے؟

(۴۹)...... یہ تخییر یا تخیر مطلق ہے یا ائمہ اربعہ میں محصور؟

(۵۰)...... تلفیق آپ کے ہاں جائز ہے یا فسق؟ مختلف اعمال میں یا ایک عمل میں بھی؟ قبل عمل یا بعد عمل بھی؟

تقلید کیا ہے؟

(۵۱)...... تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلائے گا اور اس سے اس کی دلیل کی تحقیق نہ کرنا (فتاوی ثنائیہ ج۱/ص۲۶۰) یعنی تقلید کا تعلق اعتماد، اعتبار اور حسن ظن پر ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ قائل کے پاس اس قول کی دلیل نہیں ہوتی بلکہ قائل کے پاس اس قول کی تفصیلی دلیل ہوتی ہے۔ صرف سائل نے وہ دلیل تفصیلی اس لئے طلب نہیں کی کہ اس پر اعتبار کر لیا تو ترک تقلید یہ ہے کہ کسی کی بات محض اعتبار سے نہ ماننا بلکہ کسی بات کو بغیر دلیل تفصیلی قرآن وحدیث کے نہ ماننا۔ کیا کسی نفس الامر میں با دلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل ماننا کفر، شرک، حرام یا بدعت ہے؟

(۵۲)...... آج کل سو فیصد مسلمان ایسے ہیں جو اس لئے مسلمان ہیں کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے، وہ کسی غیر مسلم کے سامنے اسلام کی صداقت کو دلائل سے بیان نہیں کر سکتے خود اسلام کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کیا ہے، یہ لوگ مسلمان ہیں یا کافر؟ اگر ان پر رحم فرما کر ان کو مسلمان کہا جائے تو فرمائیے کہ جب ایمانیات میں تقلید جائز ہے تو فروعات میں کیسے کفر ہو گی؟

(۵۳)...... اگر کوئی کافر بلا مطالبہ دلیل مسلمان ہو جائے تو اس کو مسلمان مانا جائے گا یا وہ ڈبل کافر ہو جائے گا۔ ایک کفر پہلے تھا ایک کفر تقلیدی ہو گیا؟

(۵۴).... معاذ اللہ اگر کوئی مسلمان بلا مطالبہ دلیل مرتد ہو جائے تو اس کو مرتد مانا جائے گا یا مسلمان؟

(۵۵)...... آج کل سو فیصد غیر مقلد نمازی بھی، نماز کے تمام جزئیات کے دلائل تفصیلیہ سے ناواقف ہیں، ان کی نماز محض اپنے مولویوں کی تقلید میں ادا ہو رہی ہے۔ کیا یہ لوگ نماز پڑھ کر تقلید کی وجہ سے کافر اور مشرک ہیں یا نہیں؟

حسن ظن پر تلاوت:

(۵۶)...... آج کل سو فیصد عوام غیر مقلد جو قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں وہ نہ اعراب کے دلائل جانتے ہیں نہ اوقاف کے، صرف اس حسن ظن پر تلاوت کرتے ہیں کہ اگرچہ ہمیں دلائل یاد نہیں مگر اس قرآن کی ایک زبر، ایک زیر بھی بغیر دلیل کے نہیں۔ علماء کے پاس ایک ایک زبر کی دلیل موجود ہے، اس حسن ظن پر تلاوت کرنے سے آدمی کافر اور مشرک ہو جاتا ہے یا نہیں؟

غیر مقلدوں کا تقلیدی حج:

(۵۷)...... آپ کسی غیر مقلد حاجی صاحب کو بٹھا لیں، اس سے حج کا طریقہ بالتفصیل، بالترتیب پوچھنا شروع کر دیں اور ہر جزئی مسئلہ کی دلیل تفصیلی پوچھتے جائیں وہ بے چارہ لوگوں کی دیکھا دیکھی محض تقلیداً حج کر کے آیا ہے تو وہ تقلیدی حج کے بعد مسلمان رہا یا کافر ہو گیا؟

غیر مقلدین کا تقلیدی جنازہ اور بلا جنازہ میت کو قبر میں پھینک آنا:

(۵۸)...... آپ کسی غیر مقلد کو جنازہ کے موقع پر پکڑ لیں، پہلے اس سے بالترتیب مفصل نماز جنازہ کا طریقہ لکھوا کر دستخط کروالیں پھر اس سے پوچھیں کہ اس میں فرائض کتنے ہیں، سنتیں کتنی ہیں؟ وہ بغیر کسی کی تقلید کے ہرگز نہیں بتا سکے گا۔

(۵۹)...... پھر اس سے پوچھیں کہ آپ پہلی تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، آمین، سورۃ پڑھتے ہیں، یہ ساتوں چیزیں بالترتیب جنازہ کی حدیث میں دکھلا دیں؟ وہ ہرگز نہ دکھا سکے گا۔

(۶۰)...... پھر اس سے کہیں کہ دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی اس طرح کہ امام بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی آہستہ آواز سے اس کی دلیل قرآن یا حدیث سے دکھائیں، وہ ہرگز نہ دکھا سکے گا۔

(۶۱)...... پھر پوچھیں کہ تیسری تکبیر کے بعد دس گیارہ دعائیں امام بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی آمین آمین کہتے رہیں، اس کی صریح حدیث دکھاؤ؟

(۶۲)...... پھر یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے سلام پھیریں، اسکی دلیل لاؤ؟ وہ ہرگز نہ لا سکے گا۔ جب تقلیدی عمل ان کے نزدیک باطل ہے تو گویا یہ بلا جنازہ اپنی میت کو قبر میں پھینک آئے۔

غیر مقلد عورت کی اپنے غلام سے صحبت:

(۶۳)...... اگر امتیوں پر اعتماد شرک ہے تو قرآن کی بہت سی آیات پر صحیح عمل ناممکن ہو جائے گا مثلاً ایک غیر مقلد نے یہ آیت پڑھ لی **وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ.** اور عبادت کر اپنے رب کی کہ تجھے یقین آ جائے۔ اس نے سب عبادتیں چھوڑ دیں کہ عبادات اصل مقصود نہ تھیں اصل مقصود تو یقین تھا وہ مجھے حاصل ہو چکا ہے۔ آپ مفسرین کے اقوال دکھائیں کہ اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں امتیوں کی بات ماننے کو شرک سمجھتا ہوں۔

(۶۴)...... ملک یمین غلام اور لونڈی دونوں کو کہتے ہیں۔ اب قرآن پاک کی جس آیت کے مطابق آقا کو اپنی لونڈی کے ساتھ صحبت کرنے کا حق ہے اسی آیت سے ایک غیر مقلد عورت اپنے غلام سے صحبت کروانے لگے تو آپ کیسے روکیں گے۔ مفسرین کی بات کو وہ قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دیتی ہے۔

(۶۵)...... آیت وضو میں نہ چہرے کی حد مذکورہ ہے نہ غسل اور مسح کا فرق، تو اس پر غیر مقلد کیسے عمل کرے گا؟

(۶۶)...... ایک غیر مقلد قرآن کا ظاہری ترجمہ پڑھ کر وضو میں پاؤں پر مسح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اصل قرآنی حکم مسح ہی ہے اگرچہ حدیث سے غسل کا بھی جواز ہے۔ وہ غلط وضو سے نمازیں برباد کر رہا ہے، احادیث کو ضعیف کہہ کر ٹالتا ہے۔

روزہ رکھنے کی بجائے فدیہ دے دینا:

(۶۷)...... ایک غیر مقلد رمضان کے روزے نہیں رکھتا اور فدیہ دے دیتا ہے اور یہ آیت پڑھ دیتا ہے **وَالَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ** اب کوئی منسوخ کہتا ہے یا سلب

ماخذ کا قول کرتا ہے تو یہ امتیوں کے اقوال ہیں جو حجت نہیں۔

قرآن کا حال:

(۶۸)......ایک غیر مقلد نے دو بہنوں سے ایک ہی دفعہ نکاح کر لیا کسی نے آیت پیش کی کہ لَاتَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ. قرآن میں آیا ہے۔ اس نے کہا: اس کا مطلب ایک مکان میں جمع کرنا ہے، اگر الگ الگ مکان میں رکھیں تو اس آیت کے خلاف نہیں۔ اس کو اس پر مفسرین کے اقوال پیش کیے گئے کہ نکاح میں جمع کرنا مراد ہے۔ اس نے کہا: میں امتیوں کے اقوال مان کر مشرک نہیں بن سکتا، یہ قرآن کا حال ہوگا۔

(۶۹)......اور حدیث کو تو اعتماد و اعتبار کے بغیر مانا ہی نہیں جا سکتا۔ آج اسماء الرجال کی کتابیں دو قسم کی ہیں: ایک وہ جن کو منقح سمجھا جاتا ہے جیسے تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، خلاصہ تہذیب الکمال، ان میں نہ جارح تک کوئی سند نہ جرح کی کوئی واضح دلیل، ان کتابوں پر اعتماد تقلید در تقلید ہے۔

(۷۰)......دوسری قسم کی کتابیں غیر منقح ہیں جن میں ہر قسم کی رطب و یابس باتیں اسانید سے مذکور ہیں لیکن اسانید کے بعض راوی ایسے ہیں جنکے حالات نامعلوم ہیں تو ایسی کتابوں پر بھی اعتماد کرنا محض تقلید ہی تقلید ہوگا۔

دنیا کا سب سے پہلا گناہ:

(۷۱)......دنیا میں سب سے پہلا گناہ ترک تقلید ہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم دیا، یہ حکم تھا اس کے ساتھ کوئی دلیل نہ تھی، فرشتے حکم سنتے ہی بلا مطالبہ دلیل سجدے میں گر گئے، یہی تسلیم القول بلا دلیل ہے اور تقلید کا ہار گلے میں پہن لیا۔ مگر شیطان نے اس بلا دلیل حکم کو تسلیم نہ کیا اور تقلید کے ہار پر لعنت کے طوق کو ترجیح دی۔

کیا صحابہ کرامؓ مشرک ہو گئے؟

(۷۲)......حضرت صدیق اکبرؓ نے جب جمعِ قرآن کا حکم دیا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے

عرض کیا آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے صرف یہ فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ اچھائی ہے، کوئی آیت یا حدیث نہ پڑھی۔ سب صحابہ نے اسے بلا طلبِ دلیل تسلیم فرمالیا۔ (بخاری)

(۷۳)...... حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کے وقت حضرت عمرؓ نے یہ قیاس فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ابوبکر صدیق کو نماز میں ہم سب کا امام بنادیا تھا، اسی پر قیاس کر کے ہم احکامِ سلطنت میں بھی آپ کو آگے کرتے ہیں، سب صحابہؓ نے اس قیاس کی تقلید میں بیعت کی۔ کیا غیر مقلدین کے نزدیک اس قیاس کی وجہ سے معاذ اللہ حضرت عمرؓ شیطان بنے؟ ہرگز نہیں۔ شیطان تو ان کے سایہ سے بھاگتا تھا اور کیا معاذ اللہ سب صحابہؓ مشرک ہوگئے؟ ہرگز نہیں۔ ان کو مشرک کہنا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ سے تقلید کا ثبوت:

(۷۴)...... حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے منشور کا اعلان یوں فرمایا کہ آپ پہلے مسئلہ کتاب اللہ سے لیتے اگر نہ ملتا تو سنت سے لیتے اگر کسی مسئلے کا نشان نہ قرآن میں ملتا نہ سنت میں تو اجتہاد کرتے اور فرماتے هذا رأيي یہ میری رائے ہے۔ اگر صواب ہو تو اللہ کی طرف سے ہے اگر خطا ہو تو میری طرف سے ہے اور میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں (جامع بیان العلم ج ۲/ص ۵۱) افسوس آج ہر جاہل غیر مقلد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں سب مسائل صاف طور پر قرآن وحدیث میں دکھا سکتا ہوں گویا اس کا علم قرآن وحدیث کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب ابوبکرؓ رائے سے مسئلہ بتاتے تو سب لوگ ان کی رائے کو مانتے، یہی تقلید ہے۔ معلوم ہوا: دورِ صدیقیؓ میں کوئی غیر مقلد نہ تھا جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو کار ابلیس کہتا اور اس رائے کی پیروی کرنے والوں کو مشرک کہتا۔

(۷۵)...... حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا، اس حکم نامہ میں نہ آیت سے دلیل بیان کی نہ حدیث سے، محض اپنی رائے سے ایسا کیا۔ تمام صحابہ نے آپ کی

رائے کی تقلید میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ تسلیم کرلیا، یہی تسلیم القول بلا دلیل تقلید ہے۔

حضرت عمرؓ سے تقلید کا ثبوت:

(۷۶)...... حضرت عمرؓ نے خلیفہ بنتے ہی اپنا منشور تمام مجتہد قاضیوں کو یہ بھیج دیا کہ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مسئلہ نہ ملے تو اجتہاد و رائے سے فیصلہ کرو۔ (جامع بیان العلم ج ۲/ص ۵۶) مجتہدین کے فیصلوں کا ماننا بھی تقلید ہے۔

(۷۷)...... حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ ان کے حکم سے سارا مہینہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھنے لگے جو بظاہر حضور ﷺ کے حکم مبارک کہ فرض کے بعد باقی نمازیں گھر پڑھا کرو (بخاری) کے خلاف تھا جبکہ عمرؓ نے کوئی دلیل بیان نہ فرمائی تھی۔

(۷۸)...... جو لوگ دور فاروقی، عثمانی، علوی میں بیس تراویح پڑھتے تھے آپ کے نزدیک وہ عامل بہ سنت تھے یا کسی اجتہاد کے مقلد۔

(۷۹)...... فاروق اعظمؓ نے تین طلاق کو تین قرار دینے کا اعلان فرمایا تو سب نے اس کو تسلیم کرلیا، حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ نہ کوئی آیت بطور دلیل پیش فرمائی نہ حدیث، یہ تسلیم القول بلا دلیل تقلید ہی ہے یا کیا؟

حضرت عثمانؓ سے تقلید کا ثبوت:

(۸۰)...... حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت اس شرط پر ہوئی کہ وہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے طریقہ کی پیروی کریں گے۔ کیا اس اقرار سے جو بیعت ہوئی وہ خلافت غیر مقلدوں کے اصول پر صحیح ہے یا غلط؟

(۸۱)...... حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جمعہ کی اذان کا جو اضافہ ہوا اس کا اعلان کرتے وقت حضرت عثمانؓ نے کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل بیان فرمائی تھی یا سب صحابہ نے بلا مطالبہ دلیل آپ کے حکم کو تسلیم کرلیا جو تقلید ہے؟

(۸۲)...... آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ مانگ کر قرآن پاک کی

ساتوں لغات پر تلاوت کی اجازت لی تھی مگر حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے مشورہ سے لغتِ قریش کے علاوہ باقی چھ لغات پر قرآن پاک کی تلاوت سے منع فرمادیا، اس پر کوئی آیت یا حدیث پیش نہ فرمائی، امت کو اختلاف سے بچانے کی مصلحت تھی، سب لوگوں نے آپ کے اس فرمان کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کرلیا، یہی تقلید ہے۔

دور صحابہؓ میں ایک بھی غیر مقلد نہیں تھا

(۸۳)...... آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی جن کی مادری زبان بھی عربی تھی مگر بقول شاہ ولی اللہؒ صدیق اکبرؓ کے بعد حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وابن عباسؓ کامیاب مجتہد تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ جزوی طور پر مجتہد تھے (حجۃ اللہ البالغہ) اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں فرماتے ہیں: صحابہ دو گروہ بودند مجتہد و مقلد۔ معلوم ہوا کہ دور صحابہ میں ایک بھی غیر مقلد نہ تھا۔

غیر مقلدین خود چھپ کر تقلید کرتے ہیں کیونکہ بغیر تقلید گزارہ نہیں:

(۸۴)...... زید نے ایک مرد کو زنا کی تہمت لگائی اس پر کتنی حد لگے گی؟ صاف حدیث پیش کریں، عورت پر قیاس نہ کریں؟

(۸۵)...... سدھائے ہوئے کتے کا شکار حلال ہے: یہ قرآن و حدیث میں ہے، اگر کوئی شخص شیر، چیتے، بھیڑیے، بندر، باز، شکرے وغیرہ کو تعلیم دے لے تو ان کا شکار حلال ہوگا یا حرام؟ قیاس سے یا کسی نص سے؟

(۸۶)...... بھینس کو عربی میں ''جاموس'' کہتے ہیں۔ یہ لفظ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اب بھینس کا گوشت، دودھ، دہی، گھی، لسی، پنیر حلال ہے یا حرام؟ گائے پر قیاس کر کے یا کسی نص سے تو وہ پیش کریں؟

(۸۷)...... 'چوہا' گھی میں گر کر مر جائے اس کا حکم حدیث میں موجود ہے، اگر بلی کا بچہ، خنزیر کا بچہ، کتیا کا بچہ، چھپکلی، سانپ، بچھو، چیونٹی، بھڑ، جھینگر وغیرہ گھی میں گر کر مر جائیں تو ان کا حکم قیاس سے معلوم ہوگا یا کسی نص سے؟

(۸۸)...... اگر تیل، دہی، دودھ، شربت، سرکے، شیرے، لسی، عرق وغیرہ مین چوہا گر کر مرجائے تو اس کا حکم کسی صریح نص میں موجود ہے یا گھی پر قیاس سے معلوم کیا جائے گا؟

(۸۹)...... کیا بیع العنب بالزبیب جائز ہے؟ کسی نص سے یا بیع الرطب بالتمر پر قیاس کر کے؟

(۹۰)...... زید نے زینب کو تین شرعی طلاقیں دیں، اس نے بکر سے نکاح کیا، پھر بکر نے اسے طلاق دے دی، اب زینب عدت گزار کر زید سے نکاح کر سکتی ہے؟ یہ مسئلہ قرآن و حدیث میں ہے، لیکن اگر بکر نے طلاق نہیں دی زینب نے خلع کرالی یا بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرایا تو اب عدت گزار کر زید سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثبوت کسی صریح نص سے ہے یا محض طلاق پر قیاس سے؟

(۹۱)...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سونے، چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے، اب سونے چاندی کے برتنوں میں پانی لے کر وضو یا غسل کرنا، اس سے تیل لگانا، اس کے قلم سے لکھنا، اس کی سلائی سے سرمہ لگانا، اس کی عطر دانی سے عطر چھڑکنا حلال ہے یا حرام اور دلیل نص صریح ہے یا محض قیاس؟

(۹۲)...... چاندی سونے کے ورق کھانا جائز ہیں یا نہیں؟ دلیل کوئی نص ہے یا کوئی قیاس؟

(۹۳)...... آنحضرت ﷺ نے پتھروں سے استنجاء کا حکم فرمایا۔ اب کوئی شخص کپڑے، ٹشو پیپر، روئی، اون، گھاس، درخت کے پتوں سے استنجا کرے تو پاک سمجھا جائے گا یا نہیں دلیل کوئی صریح نص ہے یا پتھر پر قیاس؟

(۹۴)...... لونڈی زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر نصف حد ہے، زانی غلام پر بھی نصف حد ہو گی تو کسی نص سے یا قیاس سے؟

(۹۵)...... غلام مرد ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے، آزاد مرد پر قیاس کر کے یا صرف دو عورتوں سے حد پر قیاس کر کے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دوسرے قول پر اجماع ہو گیا۔ آپ نص کا حکم پیش کریں؟

(۹۶)...... غلام تین طلاقوں کا اختیار رکھتا ہے یا دو کا یا ڈیڑھ کا، جواب نص سے دیں نہ کہ

قیاس سے؟

(۹۷)...... لونڈی کی طلاق کی عدت تین حیض ہے یا دو حیض یا ڈیڑھ حیض، جواب نص صریح سے دیں، قیاس نہ فرمائیں؟

(۹۸)...... جنبی کو غسل کیلئے پانی نہ ملے تو حدیث میں تیمم کا حکم ہے، حائضہ یا نفاس والی کو پاک ہونے کے غسل کیلئے پانی نہ ملے تو اس کو بھی تیمم جائز ہے؟ کسی صریح نص سے یا جنبی پر قیاس کر کے؟

(۹۹)...... قرآن پاک میں ہے کہ اگر سفر میں کاتب نہ ہو تو رہن رکھ لو، گھر میں رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ کس نص سے؟

(۱۰۰)...... اگر سفر میں کاتب بھی موجود ہو تو بھی رہن رکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ جواب صریح نص سے دیں؟

(۱۰۱)...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پاخانہ سے فارغ ہو کر وضو کیلئے پانی نہ ملے تو تیمم کرلو، اگر پیشاب یا خروج ریح یا خروج مذی یا قے یا خون بہنے سے یا آپ کے مذہب پر مس ذکر یا عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جائے تو تیمم کا جواز نص سے ہے یا قیاس سے؟

(۱۰۲)...... اگر پانی موجود ہے مگر پیاس کا خوف ہے یا آٹا گوندھنے کو پانی نہ بچے گا یا پانی کے استعمال سے بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے یا نہیں اور دلیل نص صریح ہے یا کوئی قیاس؟

(۱۰۳)...... اگر پینے کی چیز میں مکھی گر کر مر جائے تو اس کو نکالنے کا حکم حدیث میں ہے۔ اگر مکھی، مچھر، چیونٹی، بھڑ، جگنو وغیرہ دودھ، شوربے، سرکے، عرق میں گر جائیں تو ان کو کسی نص سے نکالیں گے یا قیاس سے؟

(۱۰۴)...... حدیث میں بغلوں کے بال اکھاڑنے کا حکم ہے (بخاری) آج کل غیر مقلد مرد استرے سے صاف کراتے ہیں۔ اس کی حدیث دکھائیں؟

(۱۰۵)...... جو غیر مقلد عورتیں پاؤڈر اور کریم سے بغلوں کے بال صاف کرتی ہیں وہ کس

حدیث پر عمل کرتی ہیں؟

(۱۰۶)...... حدیث میں زیر ناف بال استرے سے لینے کا ذکر ہے، غیر مقلد عورتیں کریم، پاؤڈر کے استعمال میں کس حدیث پر عمل کرتی ہیں؟

(۱۰۷)...... اللہ تعالیٰ نے قرض کے متعلق نصاب شہادت کے بارے میں یہ بیان فرمایا کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں، اب سوال یہ ہے کہ میراث، وصیت، امانت، غصب اور دیگر مالی معاملات میں بھی نصابِ شہادت یہی ہوگا؟ تو نص سے یا قیاس سے؟

(۱۰۸)...... کتے کے جھوٹے کا ناپاک ہونا تو حدیث میں ہے۔ خنزیر، شیر، چیتا، بھیڑیا، بندر، گینڈا، گیدڑ، لومڑی وغیرہ درندوں کے جھوٹے کا حکم اس پر قیاس کر لیا جائے گا یا ہر ایک کیلئے نام بنام صریح نص آپ پیش کر سکتے ہیں؟

(۱۰۹)...... مندرجہ بالا جانوروں کے جھوٹے کے حکم کے علاوہ ان جانوروں کے پیشاب، پاخانے، قے، خون، پسینے وغیرہ کے پاک یا ناپاک ہونے کی نام بنام صریح نصوص موجود ہیں یا یہ کام قیاس سے ہی لیا جائے گا؟

حضرات گرامی! نبی کریم ﷺ کی حدیثوں پر عمل کرنے کا داعی فرقہ اہلحدیث تو خود قیاس پر عمل کر کے مشرک بنا بیٹھا ہے کیونکہ ان کے ہاں قیاس پر عمل کرنا شرک ہے اور ہم جو حنفی ہیں ہمیں یہ قیاس پر عمل کرنے سے مشرک بتلاتے ہیں۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ غیر مقلد اگر قیاس پر عمل کریں تو اہلحدیث کہلائیں اور ہم قیاس پر عمل کریں تو مشرک و منکرین حدیث کہلائیں۔ فیصلہ اور انصاف جوش میں نہیں، ہوش میں کریں۔

(۱۱۰)...... قرآن پاک میں پردہ کی آیت میں حصر کے ساتھ ان کا ذکر ہے جن سے پردہ نہیں ان کے علاوہ سب سے پردہ ہے مگر ان میں ماموں، چچا، تایا کا ذکر نہیں تو کیا ان تینوں سے پردہ فرض ہوگا یا اس وجہ سے کہ جن سے پردہ نہیں وہ محرم ہیں یعنی ان سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہے اور یہ وجہ چچا، ماموں، تایا میں بھی موجود ہے اس لئے اس حصر کو توڑ دیا جائے گا اور ان تینوں سے بھی پردہ فرض نہ ہوگا؟

(۱۱۱)...... قرآن پاک میں ماں باپ کے سامنے ''اُف'' کہنے سے منع کیا گیا اب کوئی ماں باپ کو مارے، پیٹے یا ان کے منہ پر تھوکے تو اس آیت کی دلالت سے وہ بھی حرام ہوگا یا نہیں؟ کیا آپ دلالۃ النص کو مانتے ہیں یا نہیں؟

(۱۱۲)...... اگر آپ دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص کو مانتے ہیں تو ان کی جامع مانع تعریف بیان فرمائیں؟

(۱۱۳)...... اگر آپ ایسے مسائل میں قیاس کو مانتے ہیں، تو اپنے آپ کو اہل قیاس کیوں نہیں کہتے، اہلحدیث کیوں کہتے ہو؟

(۱۱۴)...... حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بوقت ضرورت قیاس کو مانتے ہیں ان سب کا اصول فقہ موجود ہے۔ آپ اگر قیاس کو مانتے ہیں تو اپنی جماعت کی مسلمہ کتب اصول فقہ کی فہرست دیں۔ یہ کب لکھی گئیں اور ان میں سے کون کون سی آپ کے ہاں داخل نصاب ہیں؟

(۱۱۵)...... مذاہب اربعہ قیاس کو مانتے ہیں تو ان سب کی فقہ کی کتابیں موجود ہیں جو داخل نصاب اور مدار فتویٰ ہیں، آپ اگر قیاس کو مانتے ہیں تو اپنی مسلمہ کتب فقہ جو داخل نصاب ہوں اور مدار فتویٰ ہوں ان کی فہرست بیان فرمائیں؟

(۱۱۶)...... آپ کے ہاں مجتہد کی شرائط وہی ہیں جو مذاہب اربعہ میں مسلم ہیں یا کچھ کم زیادہ ہیں تو ارشاد فرمائیں؟

(۱۱۷)...... کیا آپ کے ہر شخص میں شرائط اجتہاد کامل طور پر موجود ہیں یا بعض میں؟

(۱۱۸)...... ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے، آپ کے ہاں کون کون سے مجتہد ہوئے ہیں جن کو اہل السنۃ کی تمام جماعتوں نے اجتہاد کا جامع تسلیم کیا ہو، ان کی تاریخ پیدائش وغیرہ بیان فرمائیں؟

(۱۱۹)...... آپ کے قیاسات قطعی ہوتے ہیں یا ظنی، آپ کے ہاں قطعی اور ظنی کی تعریف اور ان کا حکم کیا ہے، باحوالہ بیان فرمائیں۔

(۱۲۰)...... آپ کے مجتہدین میں اختلاف بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو دونوں حق پر سمجھے جاتے ہیں یا ایک کو حق دوسرے کو باطل کہا جاتا ہے؟

(۱۲۱)......اس اختلاف کی بنیاد ان کے اختلافی اصول ہیں تو وہ کس کتاب میں ہیں یا اختلاف محض اتباع ہوئی سے ہوتا ہے؟

نبی پاک ﷺ پر جھوٹ اور عوام سے فراڈ:

(۱۲۲)......نواب صدیق حسن صاحب کی کتاب الروضۃ الندیہ، نواب وحید الزمان کی نزل الابرار من فقہ النبی المختار، کنز الحقاق من فقہ خیر الخلائق، ہدیۃ المہدی من فقہ المحمدی، میر نور الحسن کی کتاب عرف الجادی من جنان ہدی الہادی، حسن علی کی کتاب النہج المقبول من شرائع الرسول، ابوالحسن کی فقہ محمدیہ کلاں جو سب دور برطانیہ میں لکھی گئیں، ان میں سے ایک بھی کسی اسلامی حکومت میں نہیں لکھی گئی اور نہ ان کو فقہ نبوی قرار دیا گیا، ان کتابوں کا ہر ہر مسئلہ نبی معصوم علیہ السلام سے ثابت ہے یا نبی علیہ السلام کے نام سے محض ان پر جھوٹ باندھے گئے ہیں؟ کیا اہلحدیث ہونے کیلئے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنا بھی ضروری ہے؟

(۱۲۳)......بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے، اس کا کیا مطلب ہے کہ ان کتابوں کا وجود ہی نہیں، یا ان کے لکھنے والے اہلحدیث نہیں؟ یا انہوں نے اہلحدیث ہو کر قرآن وحدیث کی طرف جھوٹے مسئلے منسوب کیے؟ تو ان جھوٹ بولنے والوں کے رد میں آپ کی جماعت کی طرف سے کون کون سی کتابیں لکھی گئیں؟ اور ان جھوٹی کتابوں کے مقابلہ میں سچی کتابیں لکھنا ضروری تھا، وہ کتابیں کون کون سی ہیں جن میں دین کے مکمل مسائل ہوں اور ان کو آپ کی پوری جماعت مانتی ہو۔

(۱۲۴)......کیا یہ بات سچی نہیں کہ اہلحدیث، حدیث کا نام لے کر اس قسم کی جھوٹی کتابیں لکھتے ہیں جس طرح اہل قرآن، قرآن کا نام لے کر دین میں جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ لوگوں نے دین میں جب جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو حدیث کا نام لے کر بولتے ہیں۔

(۱۲۵)......بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم صرف حدیث کو مانتے ہیں، ہم اہلحدیث ہیں تو یہ ایک جھوٹ ہے جیسے اہل قرآن کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں لیکن ایک بھی شخص

نہیں جو اپنی زندگی کے مکمل مسائل قرآن کے مطابق ثابت کر سکے۔ ایسے ہی ہمیں آج تک ایک اہلحدیث بھی ایسا نہیں ملا جو زندگی کے تمام مسائل تو کیا صرف نماز کے تمام جزئی مسائل حدیث سے دکھا سکتا ہو۔

(۱۲۶)...... اگر آپ اہلحدیث ہیں تو آپ کی حدیث کی کون سی کتاب ہے جس کا پہلا باب مجتہدین کو ابلیس ثابت کرنے کے لئے باندھا گیا ہو اور احادیث سے ثابت بھی کیا ہو۔ دوسرا باب تقلیدِ مجتہد کو شرک ثابت کرنے کا باندھا ہو اور صریح آیات و احادیث سے ثابت کر دکھایا ہو کہ غیر مجتہد کا اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید کرنا شرک ہے؟

(۱۲۷)...... بعض جاہل، عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم چونکہ اہلحدیث ہیں اس لئے حدیث کی ساری کتابیں ہماری ہیں، یہ محض دعویٰ ہے دلیل نہیں جیسے منکرین حدیث کہتے ہیں ہم چونکہ اہل قرآن ہیں، اس لئے قرآن ہمارا ہے تو کیا اہلحدیث ان کا یہ دعویٰ سن کر قرآن سے دستبردار ہو گئے ہیں؟ مسعودی فرقہ کہتا ہے: ہم جماعت المسلمین ہیں اسلام ہمارا ہے، ہمارے سوا سب غیر مسلم ہیں تو کیا اہلحدیث ان کا یہ دعویٰ سن کر اسلام سے دستبردار ہو چکے ہیں؟ شیعہ کہتے ہیں: ہم محبان اہل بیت ہیں، اہل بیت صرف ہمارے ہیں، ہمارے علاوہ سب اہل بیت کے منکر ہیں، تو کیا ان کا یہ دعویٰ سن کر اہلحدیث اہل بیت سے دست بردار ہو گئے ہیں؟

(۱۲۸)...... جس طرح اہل قرآن کا عمل بالقرآن صرف اتنا سامنے آیا کہ محدثین کو گالیاں دینا اور حدیث کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اور شیعہ سے حب اہل بیت کا یہی ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ کو گالیاں دے لیں۔ اسی طرح موجودہ اہلحدیث کا عمل بالحدیث اس سے زیادہ نہیں کہ فقہاء کو گالیاں دیں، فقہ کے خلاف بدگمانیاں پھیلائیں، بدزبانیاں کریں۔ اس پر سینکڑوں اشتہارات اور رسالے ہم پیش کر سکتے ہیں بلکہ اس بدزبانی میں یہ لوگ اہل قرآن اور شیعہ سے سبقت لے گئے ہیں۔

(۱۲۹)...... اگر آپ کے نزدیک مجتہد اور اجتہاد و قیاس کی کوئی شرط نہیں، ہر وہ شخص جو مدعی اسلام ہو اجتہاد کر سکتا ہے اور اس کے اجتہادات کو تسلیم کرنا لازمی ہے تو مرزا قادیانی،

مودودی، اسلم جیراجپوری، غلام احمد پرویز، عنایت اللہ مشرقی اور ان کے وہ مسائل جو قرآن وحدیث کے نام سے انہوں نے پیش کئے ہیں وہ سب آپ کو مسلّم ہیں یا نہیں؟ اگر مسلّم نہیں تو کیوں، اس لئے کہ آپ قرآن وحدیث کو نہیں مانتے یا ان کے فہم کو غلط کہتے ہیں تو فہم کے صحیح وغلط ہونے کا کیا معیار ہے؟

(۱۳۰)...... اور اگر دعویٰ اسلام کی بھی ضرورت نہیں تو پادری فانڈر، گولڈ سیک، صفدر علی، عماد الدین، رام چندر، سوامی دیانند، پنڈت شردھانند نے بھی اپنی کتابوں میں قرآن و حدیث کے نام سے بہت سے مسائل لکھے ہیں تو وہ سب آپ کو تسلیم ہیں یا نہیں، عدم تسلیم کی وجہ بتائیں کہ اصل قرآن، حدیث کا آپ کو انکار ہے یا ان کے فہم کو غلط سمجھتے ہیں؟

(۱۳۱)...... جب آپ کے نزدیک مجتہدین کا فہمِ قرآن وحدیث بھی غلط، مرزا قادیانی وغیرہم کا فہم قرآن وحدیث بھی غلط، سوامی دیانند وغیرہ کا فہمِ قرآن وحدیث بھی غلط تو آپ کے ہر جاہل کا فہمِ قرآن وحدیث جو ان سب کے ہاں غلط ہے اس کی صحت کا کیا معیار ہے؟

(۱۳۲)...... کیا قرآن وحدیث میں فقہاء، اہل استنباط، اہل ذکر اور مجتہدین کے فہم کو ماننے کا حکم ہے؟ اگر ہے تو اس کو تسلیم فرمائیے، رہا یہ کہ فقیہ کس کو مانا جائے ہر مدعی کو یا صرف اس کو جس کا فقیہ ہونا دلیل شرعی اجماع امت سے ثابت ہو؟

(۱۳۳)...... آپ کے نزدیک اوامر شرعیہ میں فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب اور مباح کی درجہ بندی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان کی جامع مانع تعریف، ان کے منکر اور تارک کا حکم کیا ہے اور شریعت میں ہر ایک کے ثبوت کا کیا طریقہ ہے؟

(۱۳۴)...... آپ کے نزدیک منہیات شرعیہ میں حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور گناہوں میں کبیرہ اور صغیرہ کی تقسیم ہے یا نہیں، اگر ہے تو ہر ایک کی جامع مانع تعریف، اس کے منکر اور تارک کا حکم اور اس کے ثبوت کا شرعی طریقہ بیان فرمائیں۔

(۱۳۵)...... کیا کسی حدیث میں ہے کہ قیامت کو پہلے فرائض کا حساب ہوگا پھر نوافل کا، آپ کے وہ افعال جن کو آپ نہ فرض مانتے ہیں نہ سنت نہ نفل وہ حساب کے کسی کھاتے

میں پڑیں گے یا بیکار جائیں گے؟

(۱۳۶)...... حدیث کی جس قدر کتابیں آج دستیاب ہیں ان کے مؤلفین یا مجتہدین ہیں یا مقلدین جیسا کہ کتب طبقات سے ظاہر ہے، ایک کتاب بھی کسی غیر مقلد کی تالیف نہیں بلکہ دنیا میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس کے راویوں کو تاریخی شہادت سے غیر مقلد ثابت کیا جا سکے۔ غیر مقلد اسے کہتے ہیں جو نہ شرائط اجتہاد کا جامع ہو اور نہ ہی تقلید کرے، نا اہل ہو کر دین میں رائے لگائے۔

طبقات غیر مقلدین:

(۱۳۷)...... کسی چیز کا ثبوت جیسے اقرار سے ہوتا ہے شہادت سے بھی ہوتا ہے، بلکہ علمائے اصول نے تو لکھا ہے: البینة حجة متعدیة والاقرار حجة قاصرة (المدخل صفحہ ۱۳۵) بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم محدثین کو تب مقلد مانیں گے جب ان کا اپنا اقرار ثابت ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ پھر انکو غیر مقلد کہنے کیلئے بھی انکا اقرار دکھانا ضروری ہوگا، ان کے محدث بلکہ مسلم ہونے کے لئے بھی انکا اقرار دکھانا ضروری ہوگا، اگر صحابہ کے منکر بھی یہی مطالبہ کریں کہ صحابی وہی ہے جس کا اقرار ملے بلکہ کوئی یوں شرط لگا دے کہ ثقہ وہی راوی ہو گا جس کا اقرار ہو کہ میں ثقہ ہوں اور کذاب وہی ہوگا جو خود کہے میں کذاب ہوں۔ الغرض جن طبقات کی کتابوں سے ان کا محدث ہونا ثابت ہے، مسلم ہونا ثابت ہے ان سے ہی ان کا مقلد ہونا بھی ثابت ہے، اسی طرح کوئی طبقات غیر مقلدین نامی کتاب پیش کریں؟

(۱۳۸)...... ائمہ مجتہدین کے اختلافات کی بنیاد احادیث اور صحابہ کا اختلاف ہے۔ اہل قرآن نے اس اختلاف کے بہانہ سے ائمہ، صحابہ اور احادیث سب کو چھوڑ دیا، بس ایک مرحلہ باقی ہے کہ اختلاف قرأت کی وجہ سے قرآن کو بھی چھوڑ دیں۔ غیر مقلدین نے ائمہ اور صحابہ کو تو چھوڑ دیا لیکن احادیث اور قرآن کو نہیں چھوڑا۔ خود اہلحدیث میں یہ اختلاف موجود ہے، اس لئے اہلحدیث مسلک کو بھی چھوڑ دینا چاہیے بلکہ اہل اسلام کے اختلاف سے اسلام کو بھی سلام کر دیں۔ الغرض اگر ایسا اختلاف مذموم ہے تو جہاں جہاں اختلاف

ہے سب کو چھوڑنا چاہئے یا سب کو ماننا چاہئے۔

غیر مقلد وکیل کا بیان:

(۱۳۹)...... ایک غیر مقلد وکیل کا کہنا ہے کہ میں نے "ترمذی شریف مترجم مولانا بدیع الزمان اہلحدیث" خریدی کہ نماز، روزہ کے تمام مسائل حدیث صحیح کے مطابق انجام دوں گا، مگر اس کے مطالعہ سے مجھے مکمل مسائل تو نہ ملے۔ البتہ مزید کئی غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ ناجی گروہ کا نام اہلحدیث ہے اور اہل قرآن گمراہ ہیں، مگر ترمذی جلد ۱/صفحہ ۱۹۸ پر حدیث مل گئی کہ اے اہل قرآن ! وتر پڑھو، جبکہ اہلحدیث کا نام مجھے حدیث میں نہیں ملا۔

(۱۴۰)...... میں سمجھتا تھا کہ ہر صحیح حدیث سب مسلمانوں کیلئے واجب العمل ہے مگر ترمذی شریف میں بے شمار مقامات پر یہ پڑھا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر بعض کا عمل ہے اور بعض کا عمل اس کے خلاف ہے۔

(۱۴۱)...... میں یہ سمجھتا تھا کہ حدیث ضعیف واجب الرد ہے، مگر ترمذی شریف میں بہت سی حدیثیں ایسی پڑھیں کہ امام ترمذیؒ ان کو ضعیف کہنے کے باوجود لکھتے ہیں کہ فلاں فلاں لوگوں کا عمل اس کے موافق ہے۔

(۱۴۲)...... مثلاً وضو سے پہلے بسم اللہ کے باب میں فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے فرمایا! اس باب میں کوئی حدیث ایسی نہیں پاتا جس کی اسناد عمدہ ہو اور کہا اسحاق نے: اگر چھوڑ دیا بسم اللہ کو قصداً تو پھر وضو کرے (ص ۶۰) گویا ضعیف سے فرضیت ثابت ہو رہی ہے۔

(۱۴۳)...... باب ان الاذنین من الرأس میں ایک حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں: اس حدیث کی اسناد کچھ ایسی مضبوط نہیں اور اسی پر عمل ہے اکثر اہل علم کا اصحاب اور تابعین سے کہ کان سر میں داخل ہیں اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور ابن مبارک، احمد اور اسحاق کا۔ (ص ۶۳)

(۱۴۴)...... اور باب "رومال سے بدن پونچھنے کا بیان بعد وضو کے" میں ایک حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اسناد اس کی ضعیف ہے اور اجازت دی ہے بعض علماء صحابہ نے اور جو بعد ان کے تھے رومال رکھنے کی بعد وضو کے۔ (ص ۶۷)

(۱۴۵)...... صفحہ ۹۴ پر حدیث نقل کی ہے کہ "حائضہ قرآن سے کچھ نہ پڑھے" اور اس حدیث کو ضعیف بلکہ منکر لکھا ہے، مگر ساتھ ہی لکھا ہے "اور یہی قول ہے اکثر اہل علم کا صحابہ اور تابعین میں سے اور جو بعد ان کے تھے مثل سفیان ثوری اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد اور اسحاق کا۔"

(۱۴۶)...... صفحہ ۱۱۷ پر ایک حدیث کو ضعیف لکھ کر فرماتے ہیں: اسی پر عمل ہے اکثر اہل علم کا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔

(۱۴۷)...... صفحہ ۱۴۳ پر ایک حدیث کو ضعیف کہہ کر فرماتے ہیں: اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا کہ مکروہ کہتے ہیں اقعاء کو۔

(۱۴۸) صفحہ ۱۶۴ پر ایک حدیث کو ضعیف کہہ کر فرماتے ہیں: اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا، اس کی مثالیں بہت ہیں، بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے فرمان پر عمل ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۴۹)...... آپ ﷺ لوگوں کو وقت رفع حاجت قبلے کی طرف منہ کرنے سے منع کرتے مگر خود اس کے خلاف قبلہ رو ہو کر رفع حاجت کرتے تھے (ص ۵۳، ۵۴)

(۱۵۰)...... عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے کو منع فرماتے مگر خود ایسے پانی سے غسل فرما لیتے تھے۔ (ص ۷۰، ۷۱)

(۱۵۱)...... آپ ﷺ آگ کی پکی چیز کھانے کے بعد وضو کا حکم دیتے مگر خود آگ کی پکی چیز کھا کر وضو نہیں کرتے تھے۔ (ص ۷۵)

(۱۵۲)...... آپ ﷺ فرماتے: فجر کی نماز روشنی میں پڑھنے کا بہت ثواب ہے مگر خود اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ (ص ۱۰۳)

(۱۵۳)...... آپ ﷺ فرماتے: نماز میں گوشہ چشم سے ادھر ادھر دیکھنا ہلاکت ہے، مگر خود دیکھا کرتے تھے۔ (ص ۲۳۹)

(۱۵۴)...... آپ ﷺ لوگوں کو جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر جانے سے منع فرماتے مگر خود سوار ہو کر جاتے (ص ۳۷۳، ۳۷۴)

(۱۵۵)...... آپ ﷺ فرماتے: گدھے کے نمازی کے آگے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر خود نماز پڑھاتے رہے اور آگے گدھی پھرتی رہی۔ (۱۶۲)

نوٹ...... فقہاء اور محدثین نے ان میں تطبیقات بیان فرمائی ہیں، ایسی بظاہر اختلافی احادیث کی وضاحت پر امت میں سب سے پہلے امام محمدؒ نے کتاب لکھی جس کا نام ''کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ'' ہے پھر فقیہ محدث امام طحاویؒ نے ''شرح معانی الآثار'' اور ''مشکل الآثار'' تحریر فرمائیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غیر مقلدین کا اس فن میں کوئی حصہ نہیں، اسی لئے اس فرقہ کے لوگ بکثرت منکر حدیث بنے۔ غیر مقلدین کے ہاں امتیوں کی یہ تطبیقات حجت نہیں اس لئے ان کا فرض ہے کہ صریح نصوص سے کوئی تطبیق بیان فرمائیں۔

(۱۵۶)...... امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: **الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء.** (صحیح مسلم) یعنی اسناد دین (کا جزو) ہے، اگر اسناد نہ ہو تو جو شخص جو چاہے کہنے لگے۔ یہ سند کا وجوب عقلی ہے یا شرعی؟ تو اس کی دلیل شرعی کیا ہے؟

(۱۵۷)...... رسول اللہ ﷺ کے بعد تحقیق کا حق ہر ہر جاہل کو ہے یا صرف اہل استنباط تحقیق کریں گے اور باقی ان کی تقلید کریں گے؟

(۱۵۸)...... امام ابن سیرین فرماتے ہیں: پہلے لوگ (صحابہ وغیرہ) سند نہیں پوچھتے تھے، جب فتنہ واقع ہوا تو راویوں کے متعلق پوچھنے لگے تا کہ اہل السنۃ راوی کی روایت قبول کریں اور اہل بدعت کی حدیث قبول نہ کریں۔ (مسلم) اگر سند کی تحقیق کا وجوب شرعی ہے تو پہلے لوگ اس واجب کے ترک سے گنہگار تھے یا نہیں اور اگر اس کا وجوب شرعی نہیں تو بعد والوں کا اسے واجب کہنا بدعت ہے یا نہیں؟

(۱۵۹)...... کیا حدیث کے صحیح ہونے کیلئے راوی کا اہل السنۃ ہونا ہی کافی ہے یا اور بھی شرائط ہیں؟ وہ کس نے کس زمانہ میں لگائیں؟

(۱۶۰)...... کیا یہ صحیح ہے کہ امام بخاریؒ نے ۴۳۵ ایسے راویوں سے حدیث لی ہے جن سے امام مسلم نے حدیث نہیں لی اور ان میں سے ۸۰ راوی سب کے نزدیک متکلم فیہ ہیں اور امام مسلمؒ نے ۶۲۰ ایسے راویوں سے حدیث لی ہے جن سے بخاری نے حدیث نہیں لی اور ان

میں سے ۱۶۰ راوی سب کے نزدیک متکلم فیہ ہیں۔ (امعان النظر ص ۵۷) یہ بعض راویوں کا رد یا قبول کرنا کسی دلیل شرعی سے ہے یا محض اپنی رائے سے؟

(۱۶۱)…… جب خیر القرون میں فیصلہ ہو گیا تھا کہ اہل بدعت کی حدیث مردود ہے تو امام بخاری اور مسلم نے اس فیصلے کو مسترد کر کے اہل بدعت کی روایات اپنی کتابوں میں درج کر لیں، یہ کسی دلیل شرعی سے ہوا یا محض اپنی رائے سے؟

(۱۶۲)…… وہ کون سی دلیل شرعی ہے کہ امام بخاریؒ عوف الاعرابی کی سند سے حدیث لائے جس کے متعلق ابن حجر شافعی فرماتے ہیں کہ **کان قدریاً رافضیاً شیطاناً**۔ یعنی تقدیر کا منکر اور شیطان رافضی تھا۔ (تہذیب ج ۸/ص ۱۶۷) مگر ابو حنیفہؒ کی سند سے حدیث نہیں لی۔

(۱۶۳)…… عبدالملک بن اعین اخبث رافضی کی سند سے حدیث لی مگر امام جعفر صادقؒ کی سند سے حدیث نہیں لی۔

(۱۶۴)…… حریز بن عثمان، بہز بن اسد، عباد بن یعقوب جو حضرت عثمانؓ کو برملا گالیاں بکتے تھے، انکی سند سے حدیث لی اور امام شافعی سے حدیث نہ لی۔

(۱۶۵)…… جریر بن عبدالحمید امیر معاویہؓ کو اعلانیہ گالیاں بکتا تھا اس کی روایت لی ہے مگر امام شافعی کے استاد مسلم بن خالد سے حدیث نہیں لی۔

(۱۶۶)…… جب اسناد دین ہے تو امام بخاریؒ نے بے سند تعلیقات اور ترمذی نے فی الباب میں بے سند احادیث کیوں نقل فرمائیں؟

(۱۶۷)…… کیا امام بخاریؒ نے ایسے راویوں سے بھی صحیح بخاری میں حدیث لی ہے جن کو خود تاریخ میں ضعیف کہا ہے؟

(۱۶۸)…… صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کسی دلیل شرعی سے کہا جاتا ہے یا محض ابن صلاح کی تقلید میں؟

(۱۶۹)…… بخاری اور مسلم آپ کے نزدیک پوری کی پوری واجب العمل ہیں یا ان کا بعض حصہ ناقابل عمل بھی ہے تو اس کی تعیین فرمائیں۔

غیر مقلدین کی کہانی... اُن کی زبانی اور تقلید بارے ان کی آراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک مسجد میں نماز کے بعد حضرات دینی مسائل پر مولانا صاحب سے کچھ سوالات کر رہے تھے کہ ایک نو وارد شخص آیا اور سلام کے بعد بیٹھ گیا اور چند سوالات کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر اس نے سوالات کئے جس کے جوابات مولانا نے نہایت مدلل انداز میں بیان فرمائے۔ عوام کے فائدہ کیلئے ہم نے ان کا شائع کرنا مناسب سمجھا۔

سوال (۱)...... مولانا! یہ ایک فرقہ نیا نیا ہمارے علاقہ میں نکلا ہے وہ اپنے کو اہلحدیث کہتا ہے، ان کے بارے میں کچھ فرمائیے۔

جواب...... جی ہاں! یہ ایک نیا فرقہ ہے، اس فرقہ کے جماعتی مؤرخ مولانا محمد شاہجہانپوری نے ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۰ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ”الارشاد الی سبیل الرشاد“ ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں ” کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ رہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں، پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے“ چونکہ یہ

لوگ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں یعنی رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسا کہ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، بنگالہ کے لوگ ان کو رفع یدینی بھی کہتے ہیں (الارشاد ص ۱۳ مع حاشیہ)

عمل بالحدیث کے بارے انکی اپنی شہادت:

سوال (۲)......اس کا مطلب ہوا کہ یہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نیا فرقہ بھی ہیں اور فرقہ شاذہ بھی ہیں، اب تو فیصلہ آسان ہے کیونکہ رسول اقدس ﷺ نے خود فرمایا ہے: مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ ۔ گویا حدیث پاک کے مطابق یہ ایک دوزخی فرقہ ہے۔ مگر یہ فرقہ حدیث کا نام بہت لیتا ہے بلکہ اس کا دعویٰ ہے کہ حدیث کو صرف ہم ہی مانتے ہیں۔

جواب...... یہ دعویٰ اگرچہ اس فرقہ کے جاہل لوگوں میں مشہور ہے مگر فیصلہ تو اس فرقہ کے علماء کا مانا جائے گا، اس فرقہ کے بڑے علماء میں مولانا عبدالجبار غزنوی جن کو یہ امام صاحب کہتے ہیں یہ سید ابوبکر غزنوی بانی جامع ابی بکر گلشن اقبال کراچی کے دادا ہیں اور مولانا عبدالتواب ملتانی جو اس فرقہ کے بہت مایہ ناز مناظر ہوئے ہیں ان دونوں کی شہادت یہ ہے ”اور ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے مگر یہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے (بہت دور) ہیں جو حدیثیں سلف اور خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قدح اور کمزور سی جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال اور افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان (احادیث نبویہ اور فرمودات صحابہؓ) پر اپنے بیہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں، حاشا و کلا اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت محمدی کی حد بندی کے نشان گراتے ہیں اور ملت حنیفہ (اسلام) کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیث مرفوعہ (نبویہ) کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسانید آثار (صحابہ) کو پھینک دیا ہے اور ان (فرمودات رسول ﷺ اور ارشادات صحابہؓ) کو دفع کرنے کیلئے وہ حیلے بناتے ہیں کہ جن کے لئے کسی یقین کرنے والے کا شرح

صدر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی مومن کا سر اٹھتا ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۷/ص ۷۹، ۸۰) یہ اس فرقہ کی سب سے عظیم کتاب ہے اس پر علامہ احسان الٰہی ظہیر جیسے بڑے بڑے علماء کی تصدیقات ہیں۔

ہمارے سب چھوٹے بڑے سرکار انگریز کے خیر خواہ ہیں:

سوال (۳)...... یہ لوگ اپنے آپ کو سب مذاہب سے آزاد سمجھتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے جبکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ سلاطین، قضاۃ، محدثین، مفسرین، متکلمین، مجاہدین اور عوام ہمیشہ ایک نہ ایک مذہب کے پابند رہے ہیں جیسا کہ کتب طبقات، طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنابلہ وغیرہ سے ظاہر ہے جبکہ اسلامی تاریخ میں طبقات لامذہبیہ یا طبقات غیر مقلدین نامی کسی کتاب کا وجود نہیں ہے۔

جواب...... برادرم! ان کو مذہبی آزادگی (ترک تقلید) کا حکم نہ خدا تعالیٰ نے دیا تھا نہ رسول اکرم ﷺ نے بلکہ یہ حکم ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے جاری ہوا تھا اور انگریزی حکومت میں مذہبی آزادگی (غیر مقلدیت) اور انگریز کی وفاداری یہ لازم ملزوم سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں ”زمانہ غدر ہندوستان میں ہمارے سب چھوٹے بڑے سرکار انگریزی کے خیر خواہ رہے، اگر کوئی بدخواہ بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب (غیر مقلدیت) کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر (جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آرہا ہے) جما ہوا ہے۔“ (ترجمان وہابیہ ص ۵) نیز لکھتے ہیں ”کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش اور آزادگی کامل (ترک تقلید) ہر مذہب والے کو اس حکومت نے عطا کی ہے جس کا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دربار قیصری میں بمقام دہلی مجمع رؤساء معززین ہند میں رعایا برایا کو سنایا گیا (ترجمان وہابیہ ص ۸ ملخصاً) اور یہ آزادگی مذہبی ہماری عین مراد قانون انگلشیہ ہے۔ (ملخصاً ص ۲۰) آزادگی مذہب (ترک تقلید) بھی عجیب نعمت ہے اور تقلید ایک بڑی بلا ہے اور سبب عداوت حکومت انگلشیہ (ملخصاً ص ۲۸) یہ لوگ اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا

اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے خصوصاً دربار دہلی سے جو سب درباروں کا سردار ہے اور جو رسائل رد تقلید پر شائع ہوئے وہ شاہد عدل ہیں (مخلصاً ص ۳۲) نیز لکھتے ہیں ''اور یہ (اہل السنۃ والجماعۃ حنفی) چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی وتقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے ان میں قائم رہے اور جو آسائش رعایائے ہند کو بوجہ آزادگی مذہب گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے، سارے مسلمان ایک مذہب خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصب گورنمنٹ سے ظاہر کریں اور جب موقع پاویں مثل زمانہ غدر کے فساد برپا کریں'' (ترجمان وہابیہ ص ۵۹) یعنی تقلید کے سب مسلمانوں میں جو اتفاق ہے وہ انگریزی حکومت کیلئے سخت خطرہ ہے، ترک تقلید سے مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو کر یہ خطرہ ٹل جاتا ہے۔ چنانچہ نواب صاحب نے لکھا ''جہاد اور جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ از روئے شریعت اسلام ممنوع ہے، ایسے لوگ باغیوں کی طرح سزا کے مستحق ہیں، یہ جہاد خلاف سنت وایمان ہے اور خلاف ایمان واسلام کے ہے (ملخصاً ص ۶۱) اور لکھا: دین میں سب فرضوں سے بڑا فرض حاکموں کی اطاعت ہے اور یہ سب واجبوں سے بڑا واجب ہے۔ (ص ۲۹)

کافروں سے جہاد حرام اور مسلمانوں میں فساد افتراق فرض:

سوال (۴)...... اس میں تو صاف اعتراف ہے کہ ترک تقلید کا فتنہ اس لئے اٹھایا گیا کہ کافروں سے جہاد حرام اور مسلمانوں میں فساد اور افتراق پیدا کرنا فرض اور یہ سب کچھ انگریز کو خوش کرنے کیلئے تھا۔

جواب...... جی ہاں! مولانا عطا اللہ حنیف بھوجیانوی کے شاگرد خاص پروفیسر محمد مبارک تحریر فرماتے ہیں ''جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کیلئے رکھی گئی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔ اس بنیاد پر جماعت غرباء اہلحدیث باغی جماعت ہے۔ جس کا جماعت اہلحدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ پوری جماعت مع امام

کے واجب القتل ہے۔ افسوس سید احمد کی تحریک کامیاب ہو جاتی تو ضرور جماعت غرباء اہلحدیث کو مع امام کے قتل کیا جاتا، جس طرح سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔'' (علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۵۱، ۵۳ ملخصاً)

ملکہ وکٹوریہ، ملکہ معظّمہ ہے:

سوال (۵)...... سبحان اللہ! کیا ہر جواب باحوالہ ہے اور کیسی گھر کی شہادتیں پیش کی جارہی ہیں، یہ کتنی دکھ دینے والی بات ہے کہ مسلمانوں میں فتنہ ڈالا جائے، ہر گھر اور مسجد کو میدان جنگ بنا دیا جائے صرف کافر حکومت کی خوشی کیلئے اور ائمہ مجتہدین کو دین کے ٹکڑے کرنے والے اور مقلدین کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں، **الفتنۃ اشد من القتل** کی وعید کا ان کو ذرہ بھر خوف نہیں ہے۔

جواب...... اس فرقے کا پہلا قدم اسلاف امت کے خلاف بدگمانی ہے اور دوسرا قدم اکابر اسلام پر بدزبانی، ان کی تقریر اور مناظرہ **اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ** کی زندہ تصویر ہے، ان کی تحریر **لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الاُمَّةِ اَوَّلَهَا** کا کامل نمونہ ہوتی ہے۔ سیدنا امام ابو حنیفہؒ کو امام اعظم کہنا ان کے ہاں شرک ہے، مگر ملکہ وکٹوریہ کو ملکہ معظّمہ کہنا عین توحید۔ چنانچہ ان کی جماعت کے نمائندہ علماء نے جو سپاس نامہ ملکہ وکٹوریہ کو پیش کیا وہ یہ ہے:

بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ دی گریٹ قیصرۂ ہند **بارک اللہ فی سلطنتھا!**

ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں، آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادگی (ترک تقلید) کی حاصل ہے اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اٹھا رہا ہے، وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے انکو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے، اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ

مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔ (اشاعت السنۃ ج ۹/ص ۲۰۶)

انگریزی گورنمنٹ ہم پر خدا کی رحمت ہے:

سوال (۶)...... ہائے افسوس! آنحضرت ﷺ قیصر کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائیں اور یہ اسکی حکومت کیلئے برکت اور استحکام کی دعائیں کریں اور اسلامی حکومتوں کے مقابلہ میں کافر حکومت کی تعریفیں کریں۔

جواب...... جی! اس میں کیا شک ہے، میاں نذیر حسین دہلوی نے حرم پاک میں کھڑے ہو کر حرمین شریفین کی اسلامی حکومت کے مقابلہ میں کہا تھا ''انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں پر خدا کی رحمت ہے۔ (الحیات بعد الممات صفحہ ۱۶۲)

سوال (۷)...... اس سے معلوم ہو گیا کہ تقلید کا انکار کرنے والا یہ مستقل فرقہ ملکہ وکٹوریہ کی باقیات میں سے ہے۔

جواب...... جس طرح مرزا کادیانی نے دعویٰ نبوت قسط وار کیا تھا پہلے غیر تشریعی نبوت بمعنی محدثیت، پھر ظلی نبوت، بروزی نبوت اور پھر حقیقی نبوت، ان لوگوں نے بھی تقلید کا انکار قسط وار کیا، سب سے پہلی کتاب تقلید کے رد میں میاں نذیر حسین صاحب نے لکھی، اس میں تحریر فرماتے ہیں: باقی رہی تقلید وقت لاعلمی سو یہ چار قسم ہے: قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے مجتہد کی، مجتہد اہل السنۃ کی لاعلی التعین جس کو شاہ ولی اللہ ؒ نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت (معیار الحق صفحہ ۴۲) شاہ صاحب ؒ کی عبارت یہ ہے ''تقلید واجب ہے جو دلالتاً (یعنی ماہر شریعت کی رہنمائی میں) اتباع روایت (قرآن وسنت کی پیروی ہے) تفصیل اس کی یہ ہے کہ کتاب وسنت سے ناواقف جو از خود تتبع اور استنباط احکام نہیں کر سکتا اس کا یہ فرض ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ میں کیا حکم دیا ہے۔ جب بتادے تو اس کی اتباع کرے خواہ وہ صریح نص سے ماخوذ ہو یا اس سے مستنبط ہو یا کسی نص پر قیاس ہو، ان میں سے ہر ایک

، اگر چہ دلالتاً ہی سہی آنحضرت ﷺ کی طرف ہی رجوع ہے اور اسکی صحت پر امت کا یکے بعد دیگرے اتفاق ہے بلکہ ساری ہی امتیں اپنی شریعتوں میں متفق ہیں۔ (عقد الجید ص ۱۲۰، ۱۲۱) گویا جس طرح توحید، رسالت، قیامت وغیرہ تمام شریعتوں کے متفقہ مسائل ہیں اسی طرح عامی کو مسائل اجتہادیہ میں مجتہد کی تقلید کرنا سب کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔

میاں صاحب کی علمی خیانت

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جناب میاں نذیر حسین صاحب نے شاہ ولی اللہؒ کی اصل عربی عبارت میں بھی لاعلی التعیین کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اور اردو میں بھی یہ قید اپنی طرف سے بڑھائی ہے جو بہت بڑی علمی خیانت ہے اور علماء کی شان سے بہت بعید ہے۔

غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی اور انکار حدیث کے حیلے:

سوال (۸)...... بڑی حیرت کی بات ہے کہ اتنا بڑا ذمہ دار آدمی ایسی خیانت کر رہا ہے کیا یہ اتفاقاً ہوگئی یا ان کی عادت ہے؟

جواب...... اجی! اتفاقیہ کیوں ہوگئی، اسی پر مذہب کی بنیاد ہے: چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ قتادہ نے امام بخاریؒ کو دیکھ کر کہا کہ اس کو امام احمد سمجھ لو (معیار الحق ص ۲۶) حالانکہ قتادہ ۱۱۸ھ میں فوت ہو چکے تھے اور امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے تو وہ ان کے بارے میں کیسے رائے دے سکتے تھے۔ یہاں تو میاں صاحب نے شاہ صاحب کی عبارت میں ایک جملہ بڑھایا ہے، مگر صفحہ ۳۵ پر تو ایک پوری کتاب ''القول السدید'' ان کے ذمہ لگا دی ہے جو ان کی ہرگز نہیں، یہ حضرات ایسی حرکتیں حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی کرتے ہیں۔ معیار الحق صفحہ ۲۱۹ پر حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں میلین او ثلاثۃ. جس کا صحیح ترجمہ دو میل یا تین تھا مگر میاں صاحب ترجمہ کر رہے ہیں دو تین کوس، کس طرح دو میل کو نو میل بنا لیا۔ معیار الحق صفحہ ۲۲۵ پر ایک صحیح حدیث کو جھوٹا کرنے کیلئے میاں صاحب نے سلیمان الاعمش جو نہایت ثقہ راوی ہے اور سب صحاح ستہ والوں کا اجماعی شیخ ہے، سلیمان

بن ارقم بنا دیا اور اس طرح صحیح حدیث کو ضعیف کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا اور ایک سند میں راوی خالد بن الحارث تھا جو ثقہ تھا اور حدیث صحیح تھی مگر حدیث رسول کے انکار کے شوق میں خالد بن الحارث کی بجائے خالد بن مخلد کا حال لکھ کر حدیث کو ضعیف بنا دیا اور صحیح حدیث کو ماننے سے اس طرح انکار کر دیا۔ اسی طرح صفحہ ۲۳۴ پر ایک حدیث کا انکار کرنے کے شوق میں اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی بنایا، یہ محض سینہ زوری ہے۔ کاش! احناف کی ضد میں یہ رسول دشمنی سے احتراز کرتے۔

حکومت برطانیہ کی طرف سے انعام:

سوال (۹)...... اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں ضد بھی بری بلا ہے کیا کسی اور نے بھی اس تقلید کو واجب لکھا ہے؟

جواب...... جی ہاں! مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند جنہوں نے پوری جماعت کی طرف سے ایک رسالہ شائع کیا ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' جس میں انگریزوں سے جہاد کو حرام قرار دیا۔ البتہ مسلمانوں میں افتراق اور شقاق پیدا کرنے کیلئے چیلنج بازی اور اشتہار بازی کا آغاز کیا اور بقول مولانا مسعود عالم ندوی غیر مقلد، ان خدمات کی بنا پر ان کو حکومت برطانیہ نے جاگیر سے بھی نوازا۔

سوال (۱۰)...... مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی تقلید کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب...... مولانا فرماتے ہیں ''تقلید واجب جو درحقیقت روایت کی پیروی ہوتی ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص قرآن و حدیث سے بے خبر ہے، اپنے آپ قرآن حدیث سے مسائل نہیں نکال سکتا اس کا یہی کام ہے کہ وہ کسی مجتہد سے سوال کرے کہ اس مسئلہ میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے، جب وہ اس کو حکم بتادے صریح نص سے ثابت ہو خواہ اس سے استنباط کیا گیا ہو تو وہ اس کی پیروی کرے۔ اس تقلید کا رجوع روایتِ آنحضرت ﷺ کی طرف ہے اور اس کے صحیح ہونے پر ہر زمانہ کا اتفاق چلا آیا ہے۔'' (اشاعت السنۃ النبویہ ج ۱۱/ص ۳۱۶) دلیل اس تقلید کے جواز پر یہ ہے کہ صحابہ وغیرہ بلا ذکر دلیل اقوال خود

فتویٰ دیا کرتے تھے اور لوگ بلا انکار ان کی پیروی کرتے تھے۔ (ایضاً ج ۱۱/ص ۳۱۲) اس تقلید کے جواز پر سب شریعتوں کا اتفاق ہے اور اسلام میں بھی عہد نبوی اور عہد صحابہ سے بلانکیر متوارث ہے چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں ”ایسی تقلید آنحضرت ﷺ کے عہد سے متوارث چلی آئی ہے ایسی تقلید ہمیشہ کیلئے ایک کی ہو یا کبھی کسی کی اور کبھی کسی کی اس میں کوئی فرق نہیں۔“ (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱/ص ۳۱۵)

پیرزال قحبہ کو طلاق:

سوال (۱۱)...... یہ تو تقلید کے بارے میں نہایت صاف اور واضح ثبوت ہے اور ہر بات باحوالہ ہے۔

جواب...... ہاں ! مولانا موصوف مزید فرماتے ہیں ”ہمارے بھائیوں میں اب ترک تقلید اور عمل بالحدیث میں غلو ہو گیا ہے اور افراط شدید نے ان پر غلبہ اور تسلط پایا، وہ تقلید کا نام سن کر ایسے چونک پڑتے ہیں جیسے آگ کا ڈرا ہوا کرمک شب تاب کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے اور ترک تقلید کے نشہ میں ایسے سرشار ہیں کہ محل ضرورت تقلید میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں سمجھتے اور اپنے فکر نارسا اور اجتہاد ناروا سے کام لیتے ہیں۔ تقلید کو بلا استثناء صلوٰتیں سناتے ہیں اور مقلدین کو برملا برائی سے یاد کرتے ہیں۔“ (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱/ص ۳۰۳) نیز لکھتے ہیں ”ایک صاحب فرماتے ہیں اب لوگ اللہ کے فضل سے اس پیرزال قحبہ کو طلاق دے چکے ہیں اس سے نکاح کا دوبارہ کوئی طالب نہیں۔“ (ایضاً صفحہ ۳۰۴) نیز فرماتے ہیں ”کہ ہمارے خواص کا ترک تقلید میں غلو ثابت ہے تو اس سے عوام کا غلو کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے لہٰذا اس غلو کا تدارک بھی ایک بڑا بھاری فرض ہے۔“ (ایضاً ج ۱۱/ص ۳۰۶) کیا ہے کوئی فرض شناس غیر مقلد؟

سوال (۱۲)...... کس قدر صاف بات ہے اگر غیر مقلد علماء فرض شناسی کا ثبوت دیں تو امت سے فتنہ مٹ سکتا ہے۔

جواب...... مولانا موصوف تو یہاں تک فرماتے ہیں ”ہمارے بعض لوگ

لفظ تقلید سے ایسے چونک پڑتے ہیں جیسے ہندو کلمہ سے اور سکھ بانگ کی آواز سے۔'' (اشاعۃ السنۃ)

سوال (۱۳)...... ماشاء اللہ تقلید کو کلمہ اور اذان سے تشبیہ دی اور تقلید سے چونکنے والوں کو ہندو اور سکھ سے۔

جواب...... وہ تو فرماتے ہیں ''غیر مجتہدینِ مطلق کیلئے تقلیدِ مجتہدین سے فرار وانکار کی گنجائش نہیں، اس کو کہیں نہ کہیں مجتہدین ومحدثین کی تقلید کرنی پڑتی ہے بعض مسائل فرعیہ میں ہو یا اصول وقواعد استنباط میں خواہ احادیث کی تصحیح وتضعیف میں۔'' (اشاعت السنۃ ج ۱۱/ص ۳۱۲)

اتباع است، نہ تقلید است:

سوال (۱۴)...... بعض دوست کہتے ہیں کہ کسی عالم سے کتاب وسنت کا حکم پوچھنا اتباع ہے، تقلید نہیں ہے۔

جواب...... مولانا محمد حسین بٹالوی اس کے جواب میں فرماتے ہیں ''جو اس وقت کے بعض علماء نے کہا ہے کہ کتاب وسنت کا حکم پوچھ کر اس پر عمل کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع ہے یہ ایک لفظی نزاع ہے۔ جس کو وہ اتباع کہتے ہیں اس کا دوسرے علماء تقلید نام رکھتے ہیں کیونکہ تقلید بے دلیل بات مان لینے کا نام ہے اور عامیوں کے عمل واتباع میں یہی امر وقوع میں آتا ہے۔ عامی کو جو حکم کتاب وسنت کا علماءِ وقت سے معلوم ہوتا ہے اس کو وہ یوں ہی بے دلیل مان لیتے ہیں جو عرفاً تقلید کہلاتی ہے، کسی عامی کو اگر کوئی عالم یہ بھی کہہ دے کہ یہ مسئلہ قرآن حدیث میں یوں آیا ہے تب بھی وہ اس کے قول کو بے دلیل تسلیم کر لیتا ہے کیونکہ اس مسئلہ کی دلیل آیت یا حدیث کا علم اس کو حاصل نہیں ہوتا اور اگر کوئی عالم اس کو آیت قرآن یا حدیث پڑھ کر بھی سنا دے یا طوطے کی طرح یاد کرا دے تب بھی وہ آیت وحدیث کے معنی اور حدیث کی صحت تسلیم کرنے میں اس عالم کا مقلد کہلاتا ہے کیونکہ وہ کسی دلیل سے نہیں جانتا کہ آیت یا حدیث کے وہ معنی جو اس عالم نے اس کو بتائے ہیں کیونکر صحیح

ہیں اور اس حدیث کی صحت کیونکر ثابت ہے۔ لہٰذا اس کی یہ تسلیم بلا دلیل تسلیم ہے جو تقلید کہلاتی ہے گو اس کو کوئی تقلید نہ کہے اتباع نام رکھے۔ (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱/ص ۳۲۰)

سوال (۱۵)...... اس کا مطلب یہ ہوا کہ عرف میں تو یہ تقلید ہی ہے اگرچہ لغتاً اس کو اتباع بھی کہا جائے، یہ ایسا ہی ہے جیسے حمد اور نعت دونوں لفظوں کے معنی لغت میں تعریف ہیں مگر عرف میں خدا تعالیٰ کی تعریف کو حمد اور رسول اقدس ﷺ کی تعریف کو نعت کہا جاتا ہے، اب اگر کسی جلسے میں ایسا اعلان ہو کہ فلاں صاحب رسول پاک کی حمد پڑھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعت پڑھیں گے تو تمام لوگ سمجھیں گے کہ یہ شخص عرف سے جاہل ہے۔ فرمایئے! کیا مولانا بٹالوی کے بعد بھی کسی اہلحدیث عالم نے تقلید کو واجب کہا ہے؟

جواب...... جی ہاں! مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی فرماتے ہیں ’’کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اہلحدیثوں کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم کرتے ہیں کہ باوجود رسول اقدس ﷺ کی حدیث یا اقوال صحابہ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو معاذ اللہ ٹھکرا دیا کریں اور مادر پدر آزاد ہو کر جو چاہیں سو کیا کریں، اگر ان کا یہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا۔‘‘ اس کے بعد معیار الحق سے وجوب تقلید کو نقل کرتے ہیں۔ (تاریخ اہلحدیث صفحہ ۱۲۴)

سوال (۱۶)...... اف! سیالکوٹی صاحب نے غیر مقلد کو مادر پدر آزاد تک فرما دیا ان کے بعد بھی کسی عالم نے تقلید کو واجب کہا ہے؟

جواب...... جناب من! مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں ’’اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث اور فقہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود ائمہ کرام کے اقوال کو ٹھکرا دیا کریں اور بے زمام اور بے مہار ہو جایا کریں تو وہ صریحاً غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔‘‘ (داؤد غزنوی صفحہ ۳۷۳) اس کے بعد وہی معیار الحق کی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے اور مطلق تقلید کو واجب قرار دیا ہے۔

غیر مقلد بے لگام ہو جاتا ہے:

سوال (۱۷)...... عجیب بات ہے کہ مولانا داؤد غزنوی بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ غیر مقلد بے لگام ہو جاتا ہے۔

جواب...... ہاں! مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں ''یہ ایک عجیب بات ہے کہ اہلحدیث عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں اور تھوڑی سی بات پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر'' (داؤد غزنوی ص ۱۸) اور فرماتے ہیں ''ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کیلئے جو شخص دل میں سوء ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوئے خاتمہ کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے۔'' (داؤد غزنوی صفحہ ۳۷۳)

سوال (۱۸)...... اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ادب کی توفیق عطا فرمائیں۔ کیا ان کے علاوہ بھی کسی عالم نے تقلید کو واجب کہا ہے؟

جواب...... جی ہاں! مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ''اخبار اہلحدیث'' میں، مولوی ابوالحسن نے ''الظفر المبین'' صفحہ ۲۶ پر اور مولوی مستری نور حسین گرجاکھی نے اپنی کتاب ''ارکان اسلام'' میں میاں نذیر حسین کی عبارت تحریر فرمائی ہے، ان سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مطلق تقلید واجب ہے۔

سوال (۱۹)...... اگر زمانہ حال کے غیر مقلدین ان علماء کی تصریحات کا خیال کرتے تو یہ بے ادبی گستاخی ان میں راہ نہ پاتی۔

جواب...... بالکل ٹھیک ہے، میاں صاحب تو اپنے اساتذہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب، جناب مولانا شاہ محمد اسحاق قدس اسرارہم اور ان کے خاندان کا بہت ادب کرتے تھے، اکثر قرآن و حدیث کے ترجمے کے موقع پر

فرماتے مجھ سے اس کا مقراضی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے اور بیانِ مسائل میں بھی ان ہی بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے۔ ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں: اس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر یہ کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہوسکتا جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے تو بہت خفا ہو کر فرماتے: مردود! کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے، ایسی ہی اڑان گھائی اڑاتے تھے (الحیات بعد الممات ص ۳۰۲)

سوال (۲۰)...... اللہ اکبر! قرآن و حدیث کی سند مانگنے والے پر خفا ہونا اسے بے ادب، آزاد طبع اور مردود کہنا اساتذہ کی علمی عظمت و غیرت کی بنا پر تھا تو ائمہ اربعہ بھی آخر گھس کٹے تو نہ تھے۔ کاش! ان حضرات کا ادب بھی دل میں آجائے تو بہت سے اختلافات مٹ جائیں۔ آپ سب باتیں باحوالہ سمجھا رہے ہیں، ماشاء اللہ یہ فرمایئے کہ تقلید شخصی کے بارے میں ان حضرات نے کیا کہا؟

جواب...... برادرم! میاں نذیر حسین صاحب نے بحث تقلید کو شاہ ولی اللہؒ کے نام سے شروع کیا ہے اس لئے میرا بھی خیال ہے کہ پہلے شاہ صاحبؒ کی بات ہی گوش گزار کروں۔ فرماتے ہیں کہ ''اس میں شک نہیں کہ ان چار مذاہب کی تقلید کے جائز ہونے پر آج تک امت کا اجماع ہے اس لئے کہ یہ مدون ہو کر تحریری شکل میں موجود ہیں اور اس (تقلید) میں جو (دینی) مصلحتیں ہیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب ہمتیں پست ہوگئی ہیں اور خواہشات لوگوں کے نفوس میں سرایت کر چکی ہیں اور صاحب رائے اپنی ہی رائے پر نازاں ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱/ص ۱۵۳)

الی یومنا ھذا آج تک کے لفظ سے ثابت ہوگیا کہ ائمہ اربعہ سے آج تک کسی نے تقلید کا انکار نہیں کیا۔

پھر فرماتے ہیں ''سو اگر کوئی بے علم انسان ہندوستان (پاکستان) یا ماوراء النہر شہر کے علاقہ میں ہو اور اس مقام پر کوئی شافعی، مالکی، حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب والوں

کی کوئی کتاب بھی وہاں نہ مل سکے تو ایسے شخص پر صرف حضرت امام ابو حنیفہؒ ہی کی تقلید واجب ہو گی اور امام صاحبؒ کے مذہب سے اس کا نکلنا حرام ہو گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہ شخص شریعت کی پابندی اپنے گلے سے اتار کر بالکل آزاد اور مہمل ہو جائے گا۔ (الانصاف ص ۷۱)

سوال (۲۱)...... واہ ! شاہ صاحب نے تو اس ملک میں اسلام، شریعت محمدیؐ اور حنفیت کو مترادف فرمایا، خاص کر امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کو واجب قرار دیا اور اس سے نکلنے کو حرام، مگر میاں صاحب نے کیا فرمایا؟

جواب...... میاں صاحب فرماتے ہیں: اور قسم ثانی مباح ہے اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اسکو امر شرعی نہ سمجھے (معیار الحق صفحہ ۴۲) نیز فرماتے ہیں: ''عامی اور مقلد کو بھی موافق تحقیق متأخرین اور متقدمین کے تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب نہیں اگر چہ اولیٰ اور بہتر اور موجب سہل ہونے عمل کے ہے۔'' (معیار الحق ص ۸۰)

دیکھئے! میاں صاحب نے یہاں حکم بھی بدل ڈالا اور اپنی طرف سے شرط بھی بڑھادی جو ان کی شان کے لائق نہیں۔

تقلید شخصی مباح ہے:

مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص ایک کی تقلید (تقلید شخصی) کسی وجہ سے کرے، مثلاً اس مذہب کے مسائل کو قوی اور محتاط پاوے یا ایک مذہب کو اختیار کرنے میں سہولت ہو تو ایسے شخص کیلئے تقلید مذہب معین جائز و مباح ہے اور اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱/ص ۳۳۰ ملخصاً) اسی طرح مولانا ثناء اللہ صاحب فتاویٰ ثنائیہ میں، مولانا ابراہیم سیالکوٹی تاریخ اہلحدیث میں، مولانا داؤد غزنوی اور مستری نور حسین گرجاکھی بھی اس تقلید کو مباح قرار فرماتے ہیں۔

سوال (۲۲)...... ان حضرات نے تقلید کے ثبوت میں کوئی دلیل بھی بیان فرمائی ہے یا نہیں؟

جواب...... ان حضرات نے ایک تو دلیلِ اجماع بیان کی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ سب امتوں کا تقلید پر اتفاق ہے اور میاں صاحب قرآن پاک سے بھی تقلید کا واجب ہونا ثابت فرماتے ہیں ''جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہوتی ہے تو وہ اس صورت میں جبکہ لاعلمی ہو۔ **قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ۔ یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر۔'' (معیار الحق ص ۳۷) نیز میاں صاحب فرماتے ہیں: ''واضح ہو کہ جاہل ناواقف پر بمقتضائے آیت **لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ** (اگر ہم سنتے (تقلید کر لیتے) یا عقل سے کام لیتے (خود مجتہد ہوتے) تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے یعنی نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ مجتہد ہو تو اجتہاد کرے ورنہ مجتہد کی تقلید کرے) **ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ** (الآیۃ) **فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**. (وغیرھا من الآیات). مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا شرعاً فرض اور واجب ہے یعنی ہر جاہل لاعلمی کے وقت کسی عالم اہل ذکر سے، خواہ وہ عالم افضل ہو، خواہ فاضل ہو، خواہ مفضول ہو کیونکہ اہل الذکر عند التحقیق عام ہے، مسئلہ دریافت کر لیا کرے خواہ ایک عالم اہل ذکر سے پوچھ لے یا دو سے فی الجملہ، جس سے تسلی اور دل جمعی ہو، پھر جب ایک سے یا دو سے مثلاً دریافت کر لیا عہدہ تکلیف سے باہر ہو گیا، اس پر شرعاً مواخذہ نہ رہا اور اسی پر قطعاً اجماع ہو چکا۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱/ص ۱۷۹، فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۱/ص ۲۲۳)

سوال (۲۳)...... الحمد للہ قرآن پاک کی آیات اور اجماعِ امت سے تقلید کا وجوب خود ثابت فرما دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ایک ہی مجتہد کی تقلید کرے یعنی تقلید شخصی تو ان آیات و اجماع کے حکم کو پورا کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہاں ہر شخص اپنے کو مجتہد کہتا ہے تو اس ملک میں کس مجتہد کی تقلید سے آیات مذکورہ اور اجماع کا وجوب پورا ہو گا؟

جواب...... میاں صاحب نے یہ بات بھی صاف فرما دی کہ تقلید مسائل اجتہادیہ میں ہوتی ہے نہ کہ منصوصہ میں (معیار الحق ص ۳۸) ثابت ہو گیا کہ اہل ذکر سے

مراد مجتہد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دعویٰ اجتہاد کرنے والے تو آج بہت ہیں تو برادرم! صرف دعویٰ کافی نہیں اس کا مجتہد ہونا بھی دلیل شرعی سے ثابت ہونا چاہیئے، میاں صاحب فضائل امام اعظم کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ''ان کا مجتہد ہونا اور متبعِ سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں آیت کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ زینت بخش مراتب ان کیلئے ہیں'' (معیار الحق صفحہ ۵) اور جناب قاضی عبدالواحد صاحب غزنوی فرماتے ہیں ''امام ابوحنیفہؒ کی امامت فی الفقہ اجماع امت سے ثابت ہے''۔ (کتاب التوحید صفحہ ۲۶۲) الغرض امام صاحبؒ کا مجتہد ہونا اجماعِ امت سے ثابت ہے اور اجماعِ امت دلیل شرعی ہے اس لئے ان کی تقلید اس ملک والوں پر واجب ہوگی۔

امام اعظمؒ کی ہی تقلید واجب ہے:

سوال (۲۴)...... کیا خلفائے راشدین اور باقی تین اماموں کا مجتہد ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہیں؟

جواب...... ان حضرات کا مجتہد ہونا مسلم اور دلیل شرعی سے ثابت ہے مگر خلفائے راشدین کے مذاہب مکمل طور پر اصولاً وفروعاً مرتب ہی نہیں ہوئے اور باقی تین اماموں کے مذاہب اگرچہ اصولاً وفروعاً مرتب ہوئے مگر وہ اس ملک میں علماً وعملاً متواتر نہیں ہیں۔ عوام کیلئے عمل کرنے کیلئے ایسے متواتر مذہب کی ضرورت ہے جو اخبار آحاد کی طرح اسانید پر مبنی نہ ہو۔ جتنا قرآن پاک متواتر ہے کہ گھر گھر پڑھا جارہا ہے، مدارس مساجد میں پڑھا جارہا ہے۔ جس طرح نماز متواتر ہے کہ مدارس مساجد اور ہر گھر میں پڑھی جارہی ہے، ایسے ہی وہ مذہب علماً بھی متواتر ہو کہ اس مذہب کے مفتی صاحبان ہر جگہ موجود ہوں اور عملاً بھی متواتر ہو کہ ہر گھر میں اس پر عمل ہورہا ہو، اس طرز پر اس ملک میں حنفی مذہب کے سوا کوئی مذہب نہیں ہے، اس لئے اس ملک میں امام صاحبؒ کی تقلید ہی واجب ہے اور اس سے نکلنا حرام ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا۔

دور صحابہ ؓ میں تقلید:

سوال (۲۵)...... جب قرآن پاک اور اجماع سے تقلید ثابت ہوئی تو صحابہ و تابعین کے زمانہ میں بھی تقلید تھی؟

جواب...... جی ہاں! میاں صاحب بعض کتابوں سے نقل فرماتے ہیں ''زمانہ صحابہ سے لے کر اصحاب مذاہب (ائمہ اربعہ) تک یہی چال تھی کہ بدوں تخصیص ایک مذہب کی تقلید کیا کرتے۔'' (معیار الحق صفحہ ۵۵) نیز نقل فرماتے ہیں: یقین اس بات پر ہے کہ تمام مخلوقات زمانہ صحابہ سے لے کر آج تک کبھی کسی کی تقلید کرتی تھی کبھی کسی کی اور یہ امر شائع اور متکرر ہو گیا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا یعنی گویا سبیل مؤمنین کا یہی ہو گیا (ص ۶۰) اور نقل فرماتے ہیں ''صحابہ اور تابعین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اس امت میں افضل اَول ابو بکرؓ پھر عمرؓ ہیں اور انکا یہ حال تھا کہ بہت سے مسئلوں میں انکے قول کے برخلاف اوروں کی تقلید کرتے تھے اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو اس پر اجماع ہو گیا'' (معیار الحق صفحہ ۷۱) اور قرآنی اجماع نقل کیا ہے کہ ابو بکرؓ وعمرؓ سے جس نے فتویٰ پوچھ کر انکی تقلید کی اس کو جائز ہے کہ پھر اگلے مسئلے میں فتویٰ پوچھ لے ابو ہریرہؓ اور معاذ بن جبل سے۔ (معیار الحق ص ۹۰)

سوال (۲۶)...... اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ دور صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں تقلید پر اجماع تھا اور کوئی غیر مقلد پورے خیر القرون میں نہیں تھا کیونکہ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الآثار ابی یوسف، تہذیب الآثار طبری وغیرہ میں ہزارہا فتاویٰ صحابہ و تابعین کے ہیں جن میں نہ فتویٰ دینے والوں نے فتویٰ کے ساتھ اپنی دلیل تفصیلی بیان کی اور نہ فتویٰ لینے والوں نے مفتی صاحبان سے دلیل تفصیلی کا مطالبہ کیا اور مفتی صاحبان اور مستفتی صاحبان کے اس عمل پر خیر القرون میں کسی نے انکار نہ کیا تو یہ تقلید کا تواتر مثل قرآن ونماز کے تواتر کے ثابت ہو گیا۔ لیکن یہ بات کھٹکتی ہے کہ بعض صحابہ ابو بکرؓ وعمرؓ مخالف فتویٰ پر عمل کر لیتے تھے۔

جواب...... جن صحابہ کو ابو بکرؓ وعمرؓ کا فتویٰ تواتر کے ساتھ نہ پہنچا ہو وہ اس پر عمل نہ

کرنے میں معذور ہیں، دوسروں کا فتویٰ اُنہیں تواتر سے پہنچا اس پر انہوں نے عمل کرلیا۔ دیکھئے قاری عاصم کی قرأت ہمیں تواتر سے پہنچ گئی ہے، ہم اس کی روزانہ تلاوت کرتے ہیں مگر حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابن عباسؓ کی طرف بعض ایسی قرأتیں منسوب ہیں جو ہمیں تواتر سے نہیں پہنچی بلکہ شاذ ہیں، ہم باوجود قرأت عاصم پر تلاوت کرنے کے ان صحابہ کی عظمت کے زیادہ قائل ہیں۔

سوال (۲۷)...... کیا خیر القرون میں تقلید شخصی نہیں ہوتی تھی؟

جواب...... برادرم! تقلید تو اصل ہوتی ہی شخصی ہے کیونکہ اس کی بنیاد تواتر پر رکھی گئی ہے اور عوام کو کبھی اسانید کی تحقیقات پر نہیں لگایا گیا۔ یمن میں جس تواتر اور یقین سے حضرت معاذؓ کے اجتہادات عوام کو ملتے تھے اس تواتر سے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے فتاویٰ نہیں ملتے تھے۔ اس لئے سب لوگ معاذؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ اہل مکہ کو ابن عباسؓ، اہل مدینہ کو زید بن ثابتؓ، اہل کوفہ کو عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ جس تواتر اور یقین سے ملتے تھے دوسرے شہر والوں کو یہ فتاویٰ اس تواتر اور یقین سے نہیں ملتے تھے، اسلئے ہر شہر میں ایک ہی کی تقلید شخصی ہوتی تھی، اسلئے شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ شہروں میں منتشر ہوگئے اور ہر صحابی ایک ایک شہر کا مقتدیٰ بن گیا (انصاف)۔ اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

تابعین و تبع تابعین کے دور میں تقلید شخصی کا وجود:

سوال (۲۸)...... کیا صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی کہیں تقلید شخصی کا ذکر ملتا ہے؟

جواب...... اس زمانہ میں بھی تقلید شخصی ہوتی تھی، چنانچہ جب امام عطاء کی ملاقات امیر المؤمنین ہشام بن عبدالملک سے ہوئی تو ہشام نے ہر شہر کے فقیہ کے بارے میں الگ الگ پوچھا، امام عطا نے بتایا: اہل مکہ کے فقیہ نافع، اہل مدینہ کے فقیہ عطا، اہل یمن کے فقیہ طاؤس، اہل یمامہ کے فقیہ یحییٰ بن ابی کثیر، اہل شام کے فقیہ مکحول، اہل جزیرہ کے فقیہ میمون بن مہران، اہل خراسان کے فقیہ ضحاک، اہل بصرہ کے فقیہ حسن و ابن

سیرین، اہل کوفہ کے فقیہ ابراہیم نخعی ہیں (مناقب موفق ج ۱/ص ۸) دیکھئے! خیر القرون میں اتنی وسیع اسلامی سلطنت میں ہر علاقہ میں ایک ایک فقیہ کے فقہ پر عمل ہو رہا تھا۔ ان حضرات کے بہت سے فتاویٰ آپ کو کتب حدیث میں ملیں گے جن میں نہ مفتی نے دلیل تفصیلی بیان کی نہ فتویٰ لینے والے نے دلیل تفصیلی کا مطالبہ کیا، ان شہروں میں ان کی تقلید شخصی کی وجہ صرف یہی تھی کہ ہر اہل شہر کو جس تواتر اور یقین سے اپنے شہر کے مفتی کا فتویٰ ملتا تھا اس تواتر اور یقین سے دوسرے شہر کا فتویٰ نہیں ملتا تھا۔

سوال (۲۹)...... اس سے دوپہر کے سورج کی طرح یہ بات روشن ہوگئی کہ غیر مقلدیت کا کبھی خواب میں تصور نہ آتا تھا۔ کیا کسی نے وجوب تقلید پر کوئی عقلی دلیل بھی پیش فرمائی ہے؟

جواب...... میاں صاحب کے شاگرد رشید مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں: ”تمام جزئیات کتاب وسنت میں مصرحہ نہیں، پس سوائے اجتہاد کے کوئی چارہ نہیں اور یہ امر بدیہی ہے کوئی جاہل مطلق ہی اس سے انکار کرسکتا ہے فافہم۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱/ص ۱۷۸، فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۱/ص ۱۴۳) اب ظاہر ہے کہ ان جزئیات پر عمل کرنا ہر جاہل اور عالم پر واجب ہے، اب مجتہد اجتہاد سے ان جزئیات کا حکم نصوص سے تلاش کر کے عمل کرے گا اور جاہل اس کی تقلید میں عمل کرے گا۔ اس سے بھی کوئی جاہل انکار نہیں کرسکتا۔

سوال (۳۰)...... میاں صاحب نے تقلید قرآن پاک اور اجماع سے ثابت فرمادی۔ اب یہ فرمانا کہ مطلق واجب ہے اور شخصی مباح ہے جبکہ اس کو حکم شرعی نہ سمجھے، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی؟

جواب...... یہ بات ہی بے سمجھی کی ہے، سمجھ میں کہاں سے آئے، جب تقلید مطلق کا وجوب دلیل شرعی قرآن اور اجماع سے خود ثابت ہوگیا اب دلیل شرعی سے ثابت شدہ مسئلہ کو شرعی نہ کہنا علمی افلاس ہے اور کچھ نہیں۔ پھر جب تقلید مطلق کے دو ہی فرد ہیں شخصی اور غیر شخصی اور تقلید مطلق کا واجب ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہوا تو جو تقلید شخصی کرے گا

وہ بھی اسی واجب کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوگا جیسے روزہ کے کفارہ میں ساٹھ روزے رکھنا یا غلام آزاد کرنا، یا کپڑے بنا کر دینا ان تینوں میں سے جو بھی کرے گا فرض ہی ادا ہوگا۔ اس کو مباح کہنا احکام شرعیہ سے ناواقفیت ہے، میاں صاحب اگر مباح کی تعریف جانتے تو ایسی بات نہ لکھتے۔ مباح میں فعل اور ترک کے دونوں پہلو برابر ہوتے ہیں، اگر عدم تعیین امر شرعی ہے تو تعیین بھی امر شرعی ہوگی۔ میاں صاحب کا فرض تھا کہ وہ اپنی اس خانہ ساز بات کا ثبوت قرآن یا حدیث سے دیتے لیکن:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ملکہ وکٹوریہ اہل کتاب تھی:

سوال (۳۱)...... کیا آج کل کے غیر مقلدین میاں صاحب کے تحریر کردہ مسئلہ تقلید کو مانتے ہیں جبکہ میاں صاحب نے مسئلہ کو قرآن پاک اور اجماع سے ثابت بھی کر دیا؟

جواب...... نہیں، اگرچہ میاں صاحب نے یہ مسئلہ قرآن پاک اور اجماع سے ثابت کر دیا مگر ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار کے خلاف تھا۔ اس لئے دوبارہ میاں صاحب کی طرف رجوع کیا گیا کہ آپ نے اہل ذکر سے مجتہد مراد لیا ہے، اب تارک تقلید اس آیت پر کیسے عمل کرے گا؟ تو میاں صاحب نے اپنے شاگرد علی محمد نامی سے ایک فتویٰ لکھایا اور اس پر خود بھی دستخط فرما دیئے: ''اہل الذکر سے ائمہ مراد نہیں بلکہ اہل کتاب مراد ہیں۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۱/ص ۲۰۷ بحوالہ فتاویٰ نذیریہ) ملکہ وکٹوریہ بھی ان کے نزدیک اہل کتاب تھی، چنانچہ علی محمد صاحب نے لکھا کہ بعض علماء (میاں صاحب) کا اہل الذکر سے ائمہ مراد لینا اور اس آیت سے تقلید کو فرض بتانا نہایت غلط اور واہی بات ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۱/ص ۲۰۸) اولی الامر سے بھی مجتہد مراد نہیں بلکہ حاکم مراد ہیں اور انگریز حکومت کی اطاعت کے فرض ہونے پر تو پورا رسالہ ترجمان وہابیہ لکھا گیا خصوصاً صفحہ ۲۷، ۲۹، ۶۱ دیکھئے اور ملکہ وکٹوریہ کی حکومت تو حرمین شریفین کی اسلامی حکومت سے بھی ان کے لئے

بڑی رحمت تھی۔ جب اہل ذکر بھی ملکہ وکٹوریہ بن گئی اور اسلامی اولی الامر سے بھی بڑھ گئی تو اس کے اشتہار کا انکار کیسے ہوسکتا تھا؟ اس اشتہار میں مذہبی آزادگی کا حکم، انہوں نے فوراً مذہب کو چھوڑا اور لامذہب بن گئے یہاں تک لکھ دیا کہ مذہبی جاننا ہمارا استانا ہمارا ہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۳۰)

تقلید بدعت است:

سوال (۳۲)...... بعض لوگ تقلید کو بدعت کہتے ہیں؟

جواب...... تقلید کو بدعت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور ان کے سب مقلدین جن میں ہزاروں سلاطین اسلام، مجاہدین، قضاۃ، فقہاء محدثین، اولیائے کرام وغیرہم سب بدعتی ہوئے اور اس بدعت کو واجب کہنے والے میاں نذیر حسین وغیرہ کا کیا حشر ہوگا؟ دراصل اس تقلید کو بدعت کہنا اس بدعتی فرقہ کی ایجاد اور خود بدعت ہے۔

تقلید بدعت سے بچاتی ہے:

سوال (۳۳)...... بعض کہتے ہیں کہ تقلید سے بہت بدعات پھیلیں؟

جواب...... یہ بات بالکل غلط ہے۔ بدعت کہتے ہیں: جو کام دین کی کسی دلیل سے ثابت نہ ہوا سے دین سمجھ کر کیا جائے اور تقلید صرف ان مسائل سے تعلق رکھتی ہے جو ادلہ شرعیہ میں سے کسی دلیل سے ثابت ہو، تو نہ یہ خود بدعت ہوئی نہ اس میں بدعت کی گنجائش، ہاں اگر کوئی مقلد بدعت میں مبتلا ہو تو اس میں تقلید کا کیا قصور؟ اگر کوئی مسلمان شراب پیئے تو اسلام کا کیا قصور؟ اسلام تو اس سے روکتا ہے۔ اسی طرح تقلید تو بدعت سے روکتی ہے اور اس کا اعتراف خود امیر جماعت اہلحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی نے کیا ہے، فرماتے ہیں: اس تقلید سے اس قدر فائدہ تو ہوا کہ لوگ علماءِ بدعت معتزلہ، جہمیہ، معطلہ شیعہ، مجسمہ، خوارج اور روافض سے بچ گئے۔ (فتاوی علمائے حدیث ج ۱۱/ص ۳۱۳) کیسی صاف بات ہے کہ تقلید بدعت سے بچاتی ہے اور تمام بدعتی فرقے ترکِ تقلید کی پیداوار ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بدعت پیدا ہی جب ہوتی ہے کہ ائمہ مجتہدین، ماہرین کتاب وسنت

سے بغاوت کر کے اپنی خود رائی سے نئے نئے عقیدے گھڑ کر قرآن و حدیث کے ذمہ لگا دیئے جائیں۔

سوال (۳۴) ...... اس سے تو معلوم ہوا کہ ترکِ تقلید ہی بدعت اور افتراق کی بنیاد ہے؟

جواب ...... اس میں شک کیا ہے؟ ترک تقلید کے نتیجہ میں نیچری فرقہ پیدا ہوا، اس کا بانی سر سید احمد خان غیر مقلد تھا۔ مولانا اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: سر سید احمد خان کے بارے میں مسائل میں ان کی آزادگی آوارگی کی حد تک تھی اس لئے وہ غیر مقلد تھے۔ مرزا قادیانی کے بارے میں لکھتے ہیں: وہ نہ فقہ حنفی کے پابند ہیں نہ وہ صحابہ وتابعین وائمہ سلف کی روش پر چلنا پسند کرتے ہیں، وہ ترک تقلید کر گئے۔ عبداللہ چکڑالوی، حشمت علی، مولوی رمضان، غلام احمد پرویز اپنی آوارہ مزاجی کے لحاظ سے غیر مقلد تھے۔ حکیم عبدالرحیم اشرف کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ کسی نئے اسلام کی تلاش میں ہیں ان کی تلقین سے (نئے اسلام) کو ماننے والے غیر مقلد ہوں گے۔ مولوی عنایت اللہ اثری وزیر آبادی کے بارے میں فرماتے ہیں: اب انہوں نے بعض متواتر اور منصوص مسائل میں جمہور ائمہ اہلحدیث اور اکابر اہل السنۃ کے خلاف راہ اجتہاد اختیار فرمائی اور محنت کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ تلاش کر لیا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۱/ص ۳۱۴، ۳۱۶ ملخصاً)

امیر جماعت کی تحقیق کا خلاصہ یہی ہے کہ ترک تقلید آوارگی اور آوارہ مزاجی ہے۔ وہ ائمہ سے باغی ہونے کے بعد صحابہ، تابعین سے پھر حدیث سے پھر متواتر اور منصوص مسائل سے بھی باغی ہو جاتا ہے اور کسی نئے اسلام کی تلاش میں رہتا ہے۔

غیر مقلدیت اور مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی:

سوال (۳۵) ...... بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی اس فرقے کی بہت تعریف کرتے تھے؟

جواب ...... سبحان اللہ! مذہبی آوارگی کی کون تعریف کر سکتا ہے۔ مولانا نے تو ان کے خلاف کتابیں تحریر فرمائیں، ایک جگہ فرماتے ہیں: ''مجھے زندگی کے خالق کی قسم ان

(نیچری) ملحدوں کا فساد برپا کرنا اور ان کے چھوٹے بھائیوں کا فساد برپا کرنا جو غیر مقلدین سے مشہور ہیں اور جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں اور انہیں محدثین کرام سے کیا تعلق اور نسبت، یہ لوگ ہندوستان کے سب شہروں میں اور ہندوستان کے علاوہ بعض شہروں میں پھیل چکے ہیں اور ان کی وجہ سے شہروں میں خرابی، جھگڑا اور عناد واقع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکوہ اور عاجزی اور التجاء ہے۔ ایسے مفسد اور ملحد پہلے زمانوں میں اور اسلامی سلطنتوں میں کئی مرتبہ ظاہر ہوئے لیکن اکابر ملت اور امت کے بادشاہوں نے ان کا مقابلہ قاطع تلواروں سے کیا اور ان پر کاٹنے اور فنا کرنے والی تلواریں چلائیں اور ایسے ملحدوں کی ہلاکت سے یہ فتنہ ختم ہوا مگر ہمارے زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں دبدبے اور قوت والی اسلامی سلطنت باقی نہ رہی تو یہ فتنے عام ہو گئے اور ان فتنوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مشقتوں میں ڈال دیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ (الآثار المرفوعہ ص ۲۴۸)

تقلید فتنوں کا سرچشمہ ہے:

سوال (۳۶)...... ان حضرات کا کہنا ہے کہ تقلید ہی سارے فتنوں کا سرچشمہ ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب...... یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج ہی تمام اندھیروں کا سرچشمہ ہے۔ پوری دنیا میں اسلام مقلدین کی کوشش سے پھیلا، دنیا کے ہر ملک میں قرآن، سنت، فقہ اسلامی مقلدین کے ذریعے پہنچی اور کروڑوں کافر مقلدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، آج دنیا میں دین کی رونق ان مقلدین کی محنت کا ثمرہ ہے۔ غیر مقلدین تفسیر قرآن، شروح حدیث، علم اصول اور قانون اسلامی میں سراپا مقلدین کے در کے بھکاری ہیں۔ امام شافعیؒ کو گالیاں دیتے ہیں اور ابن حجر کی جوتیاں چومتے ہیں، نووی کی قے چاٹتے ہیں، ان کی کتب فتاویٰ فقہ حنفی کے حوالوں سے بھرپور ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ ترک تقلید سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا، اس پر چار شہادتیں پیش خدمت ہیں:

(۱)...... مولانا محمد حسین بٹالوی کی شہادت: پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم

ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت میں فسق و خروج تو آزادی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ (اشاعۃ السنۃ)

(۲)...... مولوی محبوب علی خاں فرماتے ہیں: جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر کے گردونواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے۔ (الکتاب المجید ص ۸)

(۳)...... موجودہ جمعیت اہلحدیث پاکستان کے صدر جناب مولانا معین الدین صاحب لکھوی ہیں: ان کا خاندان پہلے حنفی تھا۔ حضرت مولانا بارک اللہ لکھویؒ نے پنجابی نظم میں فقہی فتاویٰ مرتب فرمایا جو انواع بارک اللہ کے نام سے طبع ہوا۔ مولانا بارک اللہؒ کے صاحبزادے مولانا محمد لکھوی میاں نذیر حسین کے پاس پڑھنے چلے گئے اور غیر مقلد ہو گئے۔ مولانا بارک اللہ نے بہت سمجھایا مگر آوارہ مزاجی آنے کے بعد اصلاح و ہدایت کے دروازے تقریباً بند ہی ہو جاتے ہیں۔ آخر مولانا بارک اللہؒ نے بیٹے سے لاتعلقی کا اشتہار شائع فرمایا جو ''انتصار الاسلام'' کے آخر میں چھپا ہے۔ حافظ محمد لکھوی نے غیر مقلد ہونے کے بعد پنجابی شعروں میں کتابیں لکھیں، تفسیر بھی، مسائل کی کتابیں بھی، ان کتابوں میں آپ کی ایک کتاب رد نیچری بھی ہے اس میں آپ فرماتے ہیں

ابلیس ہزاراں سالاں کوشش کر کے خلق پھٹائی
انہاں چھ ست سالاں دیو چہ کیتی اس تھیں ودھ کمائی
ابلیس ناداں بے علماں نوں وچہ گمراہی پایا
انہاں اہل علم دا کر خناس دین ایمان گنوایا
اکثر غیر مقلد خالی مگر انہاں دے لگے
جہاں اندر دین غلو یا سستی عادت پکڑی اگے
گھر بیٹھے جمع نمازاں کر دے سفر تے عذر و رائیں
چھ ست کوہاں تے پڑھن دوگانہ سستی جہاں ادائیں

تقلید مذاہب اہل السنۃ چھڈ لگے مگر اینہاں دے
اس مذہب تھیں بہتر ہین مقلد سے دو جیاندے
ایہہ مالیخولیا گنوں یا خبطی کر دا مذہب بازی
نہ ہک مذہب اتے ٹھہرے نت تلبیس کماوے تازی

یعنی شیطان نے ہزاروں سالوں میں اتنی مخلوق کو گمراہ نہیں کیا جتنی گمراہی نیچریوں نے چند سالوں میں پھیلا دی ہے۔ شیطان تو بے علموں کو گمراہ کرتا تھا، انہوں نے اہل علم کو خناس اور تلبیس باز بنا دیا کہ ایک مکمل شیطان ہے۔ ان نیچریوں کے پیچھے سب سے زیادہ غیر مقلد ہی لگے ہیں۔ یہ غیر مقلد پہلے سے بعض مسائل دین میں بہت غالی ہیں اور بعض میں نہایت سست ہیں کیونکہ حدود شرعیہ کی صحیح تعیین فقہ کے بغیر ناممکن ہے، اسلئے غیر مقلد علماء حدود شرعیہ، نماز کی شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مباحات، مکروہات، مفسدات کی مکمل تفصیل بتانے سے عاجز ہیں بلکہ فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، مکروہ، حرام، رکن اور شرط کی جامع مانع تعریف تک بتانے سے عاجز ہیں۔

ایک مناظرہ کی جھلک:

ایک دفعہ پسرور ضلع سیالکوٹ میں آٹھ رکعت تراویح پر مناظرہ تھا، ہم حضرت صاحب السیف مولانا بشیر احمد صاحب پسروری قدس سرہٗ کی معیت میں مولانا محمد رفیق کے گھر پہنچے، آپ کی مسجد کا مینار بھی ایک تھا اور خود مولانا کا بازو بھی ایک تھا۔ مولانا محمد رفیق صاحب نے اپنا دعویٰ یوں لکھا: آٹھ رکعت تراویح باجماعت صرف رمضان میں سنت مؤکدہ ہیں۔ ہم نے پوچھا کہ ذرا سنت مؤکدہ کی جامع مانع تعریف بیان فرمائیں! مگر یاد رہے وہ تعریف آپ کے دعویٰ کے مطابق صرف قرآن یا حدیث سے ہو، کسی امتی کے اصول فقہ سے چوری نہ کرنا ورنہ آپ کا ایک بازو پہلے ہی نہیں دوسرا بھی چوری کی سزا میں کٹ جائے گا۔

مولانا محمد رفیق پسروری نے بغیر کسی آیت یا حدیث کے حوالے کے تعریف یوں بیان فرمائی کہ سنت مؤکدہ اسے کہتے ہیں کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو۔

ہم نے کہا کہ یہ تعریف نہ جامع ہے نہ مانع کیونکہ فرائض بھی آنحضرت ﷺ نے خود ہمیشہ ادا فرمائے ہیں، آپ کی تعریف کے مطابق سنت اور فرض میں کوئی فرق نہیں رہا اور پانچوں فرض نمازوں سے قبل آپ ﷺ نے اذان و اقامت کبھی بھی نہیں کہیں چہ جائیکہ ہمیشہ کہی ہوں تو آپ کی تعریف کے موافق نہ اذان سنت رہی نہ اقامت۔ اب غیر مقلدوں پر سکوت مرگ کی کیفیت طاری تھی، نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، اب جان چھڑانے کا یہ حیلہ بنایا کہ مناظرہ آج ملتوی کر دیا جائے تا کہ ایک مہینہ میں ہم سنت مؤکدہ کی تعریف یاد کر لیں۔ ہم نے کہا کہ مہینے کے بعد پھر ہم صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ کی تعریف پوچھیں گے کہ حدیث کی ان قسموں کی تعریف صرف اپنی مسلمہ دلیل شرعی یعنی کتاب وسنت سے کریں، کسی امتی کے بنائے ہوئے اصول سے نہ کریں۔ پھر آپ چار ماہ کی مہلت مانگیں گے، اس لئے آج ہی جتنی مہلت مانگنی ہے مانگ لیں، ہم چونکہ چار دلائل شرعیہ مانتے ہیں اس لئے اہل اصول نے صحیح کی جو تعریف اجماعاً کی ہوگی کہ ائمہ اربعہ کا اصول اس پر متفق ہو اس کو ہم دلیل اجماع سے مانیں گے اور جہاں اختلاف ہو گیا ہم اس میں حنفی اصول کی پابندی کریں گے۔ ہمارے بعض دوست کہتے تھے کہ وہ ایک ماہ میں یہ تعریفات یاد کر لیں گے؟ ہم نے کہا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ غیر مقلدین نے پولیس کے ذریعہ آئندہ ہونے والا مناظرہ بند کرا دیا۔ ہم نے انہیں پیغام بھیجا کہ آپ یہ پانچوں تعریفیں بمطابق شرائط لکھ کر بھیج دیں یا کم از کم چھپوا کر عوام میں تقسیم کر دیں مگر آج تقریباً بیس سال کا عرصہ ہو رہا ہے مولانا محمد رفیق صاحب ایسا نہ کر سکے اور یہ قرض سر پر لے کر فوت ہو گئے۔ کاش! ان کا کوئی جانشین ہی یہ پانچوں جامع، مانع تعریفات قرآن وحدیث سے شائع کر کے ان کا بوجھ ہلکا کرے مگر:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

لطیفہ …… میاں نذیر حسین صاحب کے ایک شاگرد پشاور میں آئے، اس علاقہ کے پہلے یہ غیر مقلد تھے، انہوں نے انگریزوں سے جہاد حرام، حنفیوں سے فساد فرض

کے قاعدے پر تقریروں کا سلسلہ شروع کیا۔ نہ منکر حدیث کی مخالفت کرتا نہ مرزائیوں کی نہ نیچریوں کی نہ عیسائیوں کی۔ رات دن فقہ کا خاکہ اڑاتا جھوٹ سے، فریب سے، استہزاء سے جیسے بھی ممکن ہوتا، احناف کے خلاف بدگمانی پھیلاتا، بدزبانی کرتا۔ ایک حنفی عالم نے سوچا کہ جب یہ فقہ کا منکر ہے تو یقیناً نہ اسکو احکام یاد ہوں گے نہ ان کی تعریفات۔ انہوں نے اس کی تقریر میں دو طالب علم بھیج دیئے کہ مولوی صاحب جب خوب جوش میں بول رہے ہوں تو کھڑے ہو کر پوچھنا کہ حضرت! فرض اور سنت کی جامع مانع تعریف کیا ہے اور ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ یہ صرف قرآن وحدیث سے بیان کریں۔ مولوی صاحب جو بڑے جوش سے فقہا کو صلوٰتیں سنا رہے تھے ایک دم سناٹا چھا گیا، لوگوں نے شور مچایا کہ فرض، سنت کی تعریف اور فرق بیان کرو تو فرمانے لگے کہ فرض وہ ہے جس پر ہمیشہ عمل کرنا ضروری ہو اور سنت وہ ہے جس کا کبھی عمل ضروری ہو کبھی چھوڑنا ضروری ہو۔ جو لوگ سنت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں وہ بے دین ہیں، ان کی نجات نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے سنت کو فرض کے برابر کر دیا۔ طالب علم نے کھڑے ہو کر پوچھا حضرت یہ آپ کی داڑھی فرض ہے یا سنت؟ آپ نے جب سے داڑھی رکھی ہے کبھی نہیں منڈائی اس سنت کو فرض بنا کر آپ بے دین تو نہیں ہو گئے۔ وہ غیر مقلد سخت پریشان ہوا۔ دوسرا طالب علم فوراً بولا: حضرت! حدیث میں آتا ہے کہ نکاح میری سنت ہے، آپ نے جب سے نکاح کیا، بیوی کو فرض بنا کر ساتھ رکھا ہے حالانکہ فرض اور سنت میں فرق کرنا نجات کیلئے شرط ہے، آپ میاں بیوی دونوں نجات سے محروم ہیں۔ ہر ہفتہ کے بعد کوئی ادلہ بدلہ ہو جائے تا کہ فرضیت کا خدشہ نہ رہے۔ افسوس! فقہ کے انکار کے نقصانات کا ان کو ایسے موقعوں پر اندازہ ہوتا ہے۔ مولوی صاحب ایسے لاجواب ہوئے کہ زمین جنبد نہ جنبد گل محمد۔ لوگ حیران تھے کہ شاید صُمٌّ بُکْمٌ والی آیت حضرت کیلئے ہی نازل ہوئی ہے اور باقی لوگوں کو تو قبر میں لگام لگے گی لیکن مولانا کی زبان کو اسی وقت لگام لگ گئی۔

قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری فرماتے ہیں: ''اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث، مبتدعین، مخالفین، سلف صالحین جو حقیقت میں ماجاء به الرسول سے جاہل ہیں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح پہلے زمانوں میں شیعہ باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ کا۔ دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار ہیں اور منافقین ہیں وہ بھی انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے۔

پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان سے مرتد اور منافق بنا دیا اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہیں کے دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنایا اور جب یہ مولوی ثناء اللہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو اس نے بھی انہیں جہال اہلحدیث کے باب میں داخل ہو کر کیا جو کیا۔

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں کوئی پرواہ نہیں، اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہلحدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہؒ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بداعتقادی اور الحاد و زندیقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ بھر بھی چیں بجبیں نہیں ہوتے، اگرچہ علماء اور فقہاء اہل السنۃ ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے۔ سبحان اللہ ما اشبه الليلة بالبارحة اور سرّ اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب عقائد اہل السنۃ والجماعۃ سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و مستکبر ہو گئے ہیں فافہم وتدبر۔ (کتاب التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد البدعہ ج۱/ص۲۶۲)

سوال (۳۷)......غزنوی غیر مقلدین کے مؤرث اعلیٰ نے تو صاف

اعتراف فرمالیا کہ یہ غیر مقلدین اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج اور روافض کے خلیفہ اور وارث ہیں اور یہ بھی کہ نیچری، مرزائی، منکرین حدیث اور ملحدین سب ترک تقلید کے بطن فتنہ پرور سے ہی پیدا ہوئے ہیں اور اس فرقہ سے مسلمانوں میں فتنہ پڑا۔ کفر وارتداد کے دروازے کھل گئے، ہزاروں مسلمانوں کے اسلام میں انہوں نے شبہات ڈالے، ہزاروں مسلمان مرتد ہوئے۔ آج بھی اسلاف سے بدگمان کرنے کی مہم بہت تیز ہے، خیر اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائیں۔

میاں صاحب نے تقلید کی تیسری اور چوتھی قسم بھی بیان کی ہے ''قسم ثالث حرام اور بدعت ہے اور وہ تقلید ہے بطور تعین کے بزعم وجوب کے اور قسم رابع شرک ہے اور وہ ایسی تقلید ہے کہ وقت لاعلمی کے مقلد نے ایک مجتہد کا اتباع کیا پھر اس کو حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض مخالف مذہب اس مجتہد کے مل گئی تو اب وہ مقلد بدستاویز ان عذرات کے جن سے سابقاً بخوبی جواب دیا گیا تو حدیث کو قبول ہی نہیں کرتا اور یا اس میں بدوں سبب کے تاویل وتحریف کر کے حدیث کو طرف امام کے لے جاتا ہے گویا کہ وہ مقلد مذہب اپنے امام کا نہیں چھوڑتا۔ سو ان قسموں سے قسم اول اور قسم ثانی تو محتاج اثبات کی نہیں کیونکہ ان دونوں کو فریقین تسلیم کرتے ہیں لیکن قسم ثالث اور رابع معرکۃ الآراء اور محل نظر ہے۔'' (معیار الحق صفحہ ۴۲)

جواب...... میاں صاحب نے چونکہ تقلید کے رد میں کتاب لکھنے کی قسم کھائی تھی، اب جو تقلید مقلدین کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تقلید مطلق واجب بالذات ہے اور شخصی واجب بالغیر ہے۔ اس کو تو میاں صاحب مان گئے۔ اب تقلید کی ایک یا دو فرضی قسم بنا کر لکھ دیں جن کا مقلدین کی کتابوں میں نام نشان بھی نہیں، وہ بہتان مقلدین پر باندھ دیا کہ وہ اس قسم کی تقلید کرتے ہیں اور یہ شرک ہے اس لئے مقلدین مشرک ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس تقلید کو مقلدین مانتے ہیں اس کو تو میاں صاحب نے نہ صرف تسلیم کرلیا بلکہ قرآن اور اجماع سے ثابت بھی کیا اور جس کی تردید کی اس کو مقلدین جانتے بھی نہیں ماننا تو بعد کی بات ہے۔

میاں صاحب نے تاویل کو تحریف کے ساتھ ملا کر ذکر کیا، حالانکہ تاویل باجماع

امت جائز اور تحریف باجماع امت حرام ہے۔ جس کو حرام اور حلال میں امتیاز نہیں وہ فقہا کا منہ چڑاتا ہے، کل کو بھینس کے دودھ اور خنزیرنی کے دودھ کو برابر کر دے گا۔

پھر یہ کتنا بڑا جھوٹ بولا کہ یہ معرکۃ الآراء ہے، گویا حنفی اس پر باقاعدہ مناظرے کرتے اور کتابیں لکھتے ہیں کہ نبی پاک کی حدیث صحیح، صریح، غیر منسوخ، غیر مؤول اور غیر معارض کے مقابلہ میں ہم امام کی بات مانتے ہیں۔ کیا میاں نذیر حسین نے ساری عمر میں ہماری اصول فقہ سے ایک بھی حوالہ پیش کیا؟ ہرگز نہیں۔ جہاں حدیث صحیح، صریح، غیر معارض موجود ہو وہاں نہ مجتہد کو اجتہاد کی گنجائش ہے نہ تقلید کا اسمیں جواز ہے۔

سوال (۳۸)...... یہ تقسیم مقلدین کی اصول کی کتابوں میں بھی ہے یا میاں صاحب کی طبع زاد ہے؟

جواب...... مقلدین کی کتب اصول میں اس تقسیم کا کہیں نام ونشان نہیں، یہ میاں صاحب کی طبع زاد ہے لیکن انکے اندھے مقلدوں نے پوری دنیا میں اس سے فتنہ ڈالا ہے۔ میاں صاحب کی تقسیم میں علم کی بو بھی نہیں، امت میں قرآن پاک کی سات قرأتیں متواتر ہیں۔ کل کو کوئی میاں صاحب لکھ دے کہ قرأت قرآن کی چار قسمیں ہیں: ایک مطلق قرأت کسی سنی قاری کی قرأت پر یہ واجب ہے لاعلی التعیین ۔ دوسری ایک قرأت پر ہمیشہ تلاوت کرنا جس طرح ساری دنیا میں جاری ہے مگر اسکو تعیین شرعی نہ سمجھے اور اس کی علامت یہ ہے کہ کبھی دوسری قرأتوں پر بھی تلاوت کیا کرے۔ آجکل سب غیر مقلد ایک قرأت پر قرآن پڑھتے ہیں دوسری قرأتوں پر نہیں پڑھتے، تو نذیر حسین کے نزدیک یہ تلاوت بدعت اور حرام ہے اور چوتھی تلاوت شرک ہے کہ کسی تفسیر میں خبر واحد سے کوئی اور قرآت مل جائے وہ صحیح بھی ہو مگر یہ پھر بھی قاری عاصم کی متواتر قرأت ہی پڑھے، حضور کی قرأت نہ پڑھے یہ مشرک ہے۔ میاں صاحب! آپکی تقسیم کے مطابق تو آپ بھی تلاوت قرآن میں مشرک رہے اور سارے غیر مقلد بھی۔ کیا قیامت ہے کہ تقلید تو چھوڑ دی مگر شرک نہ چھوڑا۔

میاں صاحب! کاش آپ اپنی جماعت کو ہدایت کرتے کہ مطلق حدیث کو ماننا فرض ہے اور خاص صحیح بخاری کی حدیث کو ماننا مباح ہے بشرطیکہ اس کو حکم شرعی نہ سمجھے اور

بخاری کی حدیث پر عمل کو واجب ماننا بدعت اور حرام ہے اور بخاری کی حدیث کے خلاف کسی دوسری کتاب سے اس سے اعلیٰ سند سے حدیث مل جائے پھر بھی بخاری کی ضد میں اس حدیث کو چھوڑنا شرک ہے۔ میاں صاحب! یہ شرک تو آپ کی جماعت کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ کاش! آپ لامذہب لوگوں کو نصیحت کر جاتے۔

میاں صاحب! جب مدعیان تقلید کا دعویٰ وجوبِ تقلید آپ نے مان لیا، اب آپ کو اپنا قلم توڑ کر اپنی شکست تسلیم کر لینی چاہئے تھی اور جھوٹا دعویٰ گھڑ کر مقلدین کے ذمہ بہتان تھوپنے سے شرم کرنا چاہئے تھا، **والحياء شعبة من الايمان** .

فرقہ اہلحدیث کی علمی وعملی پوزیشن:

سوال (۳۹)...... اس فرقہ کی علمی اور عملی پوزیشن کیا ہے؟

جواب...... حضرت حکیم الامتؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ غیر مقلدیت کیا ہے؟ فرمایا: ان کا پہلا قدم سلف پر بدزبانی ہے اور دوسرا قدم بدگمانی ہے۔ کسی نے پوچھا: حضرت! ان کا علمی حدود اربعہ کیا ہے؟ فرمایا: سرقہ ابن حجر سے زبان ابن حزم کی۔ یہ تو اجمال تھا، تفصیل نواب صدیق حسن خاں صاحب غیر مقلد نے خود لکھی ہے جو واقعی کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق ہے۔ فرماتے ہیں: اس زمانہ میں ایک شہرت پسند ریا کار فرقہ پیدا ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کا عالم اور عامل ہے حالانکہ قرآن وحدیث کی ان کو سمجھ بھی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے خادم علوم صرف، نحو، لغت، معانی، بیان سے بھی کورے ہیں، ان میں جو بڑا کند ذہن ہو اس کو فقیہ کہتے ہیں، نہ ان میں حدیث کی سمجھ ہے نہ حدیث پر عمل بلکہ صرف زبانی دعوؤں پر زور دیتے ہیں اور تاویلات شیطانیہ کا نام اتباع سنت رکھتے ہیں اور یہ اس فرقے کے ہر چھوٹے، بڑے، امیر، غریب، تندرست، بیمار سب کی یہی عادت ہے۔ حلال حرام کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے ان کے دماغ میں اسلام کی مٹھاس کا بھی گزر نہیں۔ ان کے قول وفعل میں تضاد ہے۔ احادیث زبان سے اس رسول کی پڑھتے ہیں جو ساری مخلوق سے افضل ہیں مگر خود یہ لوگ ساری مخلوق سے بدترین ہیں۔ ان

کی مثال اس شخص کی ہے کہ جو لوگوں کو بتاتا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی پینا حرام ہے مگر خود چاندی کا پیالہ چرا کے لے جاتا ہے، کتنی حیرانی کی بات ہے کہ وہ اپنے آپ کو خالص توحید والا کہتے ہیں۔ دوسروں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں حالانکہ وہ دین میں سب سے زیادہ متعصب ہیں، ان کو دیکھتے ہی آنکھیں دکھنے لگتی ہیں، حلق زخمی ہو جاتے ہیں، دلوں میں ٹیسیں اٹھتی ہیں، روحیں بخار میں مبتلا ہو جاتی ہیں، سینے غم سے بھر جاتے ہیں اور دل بیمار ہو جاتے ہیں۔ یہ فرقہ دین میں بہت عظیم فتنہ ہے اور بہت بڑا فساد ہے۔ (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۹ ملخصاً) یہ گواہی **شہد شاھد من اھلھا** کی زندہ تصویر ہے۔ یہ تو نواب صاحب کے زمانہ کا حال ہے اب تو یہ لوگ اس سے ہزار درجہ آگے ہیں۔

سوال (۴۰)...... نولب صاحب نے گھر کی بات بتا دی کہ ان کے عمل بالحدیث میں کوئی بھی حقیقت نہیں؟

جواب...... نواب صاحب کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی کی بھی سن لیجئے! وہ نصیحت کا عنوان دیتے ہیں۔

نصیحت:

علماء کو یہ لائق نہیں کہ ہر ایک حدیث خصوصاً احادیث طبقہ رابعہ سے بلا تحقیق صحت تمسک کریں اور نہ عوام کو یہ زیبا ہے کہ جو حدیث کسی کی زبان سے سن لیں یا تراجم کتب حدیث میں دیکھ لیں اس سے بلا تحقیق صحت و مراجعت علماء وقت سے لپٹ جایا کریں اور اتنی ہی بساط پر اہلحدیث کہلائیں اور مطلق تقلید کو بالفاظ فحبہ زال نقالی وغیرہ وغیرہ صلوٰتیں سنائیں اور مقلدین مذاہب مجتہدین کو برائی سے یاد کریں، ایسے اندھا دھند حدیثوں پر عمل کرنے والے محققوں اور مقلدین مذاہب مشہورہ میں سر مو فرق نہیں ہے۔ ہاں یہ فرق ہے کہ وہ ائمہ مجتہدین مسلم الاجتہاد کے مقلد ہیں اور یہ غیر مجتہدین کے مقلد (وہ علمائے وقت ہوں جن میں اکثر نام کے علماء ہیں خواہ مؤلفین و مترجمین کتب حدیث ہوں جن میں اکثر مجتہد نہ تھے) ومع ہذا یہ اپنے آپکو محقق اور تقلید کے تارک اور عامل بالحدیث کہیں اور پیروان

مذاہب مجتہدین پر غیر محقق اور عمل بالحدیث کے تارک اور مقلد ہونے کا طعن کریں تو یہ بڑی بے ضبطی اور بے انصافی ہے (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱/ص ۲۹۸)

نیز فرماتے ہیں: ''انکی اس بے ضبطی اور ناانصافی نے عام مسلمانوں خصوصاً سنی فرقوں کے دلوں میں ان لوگوں کی عداوت کا بیج بویا ہے اور باوجود انکے اہل السنۃ والجماعۃ ہونے کے سنیوں کے دفتروں سے ان کا نام خارج کرادیا ہے۔ کوئی ان کو 'وہابی' کہتا ہے کوئی ''غیر مقلد'' و ''لامذہب'' نام رکھتا ہے کوئی مشتبہ و مجسم قرار دیتا ہے، کوئی ان کو اسلام سے خارج کرتا ہے۔ اگر یہ دعویٰ ترک تقلید میں بے ضبطی و ناانصافی نہ کرتے اور ترک تقلید وہاں تک ہی کرتے جہاں تک یہ ترک تقلید کے مجاز اور تقلید کے غیر محتاج تھے اور محل احتیاج تقلید میں مجتہدین اور محدثین کے مقلد کہلاتے اور اس قسم کے مقلدوں کے حق میں بے انصافی عمل میں نہ لاتے اور ان کو بدعتی اور ناری نہ بناتے تو یہ ان سنیوں اور عام مسلمانوں سے وہابی، غیر مقلد، لامذہب، مجسم وغیرہ نہ کہلاتے (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱/ص ۲۹۹)

سوال (۴۱)...... اس سے تو نواب صاحب کی بات کی پرزور تائید ہوتی ہے کہ اس فرقہ کے لوگ نہایت متشدد اور متعصب ہیں۔ بس لفظ حدیث سے دراصل لوگ ان کے چکر میں آجاتے ہیں؟

جواب...... بس جی! یہی چکر ہے ورنہ حدیث کے انکار پر یہ لوگ بہت جری ہیں۔ پہلے ایک حدیث کا ایسا مفہوم گھڑیں گے جو بہت سی احادیث کے خلاف ہو پھر اپنے اس غلط مطلب پر ڈٹ جاتے ہیں اور بیسیوں احادیث کو جھوٹی، موضوع کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ احادیث نہ ضعیف ہوتی ہیں نہ کسی حدیث کے خلاف ہوتی ہیں، صرف ان کے اپنے تراشیدہ مطلب کے خلاف ہوتی ہیں۔ جو احادیث بظاہر آپس میں معارض بھی ہوں تو ان میں سے ہم ایسی احادیث کو لیتے ہیں جن پر جمہور صحابہ کا عمل ہو اور یہ لوگ ان احادیث کو لیتے ہیں جن پر جمہور صحابہ کا عمل نہ ہو اور کہتے ہیں: ہم نبی پاک ﷺ کے مقابلہ میں صحابہ کو کیا سمجھتے ہیں؟ ان کی تقریر و تحریر سے یہ بات پختہ ہوتی ہے کہ خلفائے راشدین بھی نبی ﷺ کے مخالف، باقی صحابہ بھی نبی کے مخالف، اہل بیت بھی نبی کے

مخالف، خود اپنے علماء کی کتابوں کو بھی نہیں مانتے کہ وہ نبی کے مخالف۔ گویا ساری امت نبی پاک ﷺ کی مخالفت کرنے پر اجماع کر چکی ہے، صرف یہ ایک شخص نبی کا تابعدار ہے۔

اگر چہ یہ بد عادت اور آوارہ مزاجی ان کے علماء نے ہی ان میں پیدا کی مگر جب تک یہ لوگ صحابہ اور مجتہدین کو نبی کا مخالف بتاتے ہیں تو ان کے علماء ان کو شاباش دیتے ہیں کہ آپ کی بڑی تحقیق ہے اور جب وہی لوگ اپنے علماء کو ہی نبی کا مخالف کہتے ہیں تو پھر روتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ تم احادیث اور صحابہ کا انکار کرتے ہو جیسا کہ فتاویٰ علمائے حدیث کے حوالہ سے گزرا اور نواب صاحب کی تحریر میں گزرا۔ کبھی کبھی بٹالوی صاحب بھی اس سے نالاں ہوتے ہیں، فرماتے ہیں: یہ غیر مقلد نام کے محقق جیسے احادیث غیر صحیحہ کے تسلیم میں بے ضبطی کر رہے ہیں ویسے ہی احادیث صحیحہ وحسنہ لائق عمل کو رد کرنے میں بھی بے ضبط ہو رہے ہیں۔ بہت سی احادیث کو جو ائمہ مجتہدین اور محدثین کے نزدیک مانی ہوئی اور لائق عمل قرار دی گئی ہیں یہ صرف ان کے بعض راویوں کو مجروح ومطعون دیکھ کر ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ جو مسئلہ اس حدیث سے فلاں امام یا مجتہد نے نکالا ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کسی حدیث کو ضعیف کہنا بھی ائمہ ہی کا منصب ہے جیسا کہ صحیح وحسن کہنا اور کسی حدیث کے ایک راوی کے مجروح ہونے یا اس کے ایک طریق کے بھی راویوں کے مطعون ہونے سے ان کے جملہ طرق اور متن حدیث کا ابطال نہیں ہوتا اور نہ ہی اس حدیث کے بجمیع طرق باطل ہونے سے وہ مسئلہ باطل ہو سکتا ہے جو اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ جائز اور محتمل بلکہ کثیر الوقوع ہے کہ اس حدیث کے کئی طرق اور راوی ہوں جن میں کوئی مجروح یا مطعون ہو اور اس حدیث سے تمسک کرنے والے مجتہد کا اعتماد اس طریق یا راوی ضعیف پر نہ ہو بلکہ دوسرے طرق اور رواۃ محفوظ پر ہو یا اس حدیث کا مضمون عموم آیات یا احادیث صحیحہ سے ثابت ہو اور اس حدیث سے تمسک کرنے والے مجتہد کا اصل اعتماد اس عموم یا ان احادیث صحیحہ پر ہو نہ کہ ان احادیث پر جن کے بعض راوی یا بعض طرق مجروح معلوم ہوتے ہیں (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱/ص ۳۰۰) مولانا بٹالوی کو یہ بات اس وقت سمجھ آئی جب ان کے فرقے نے برملا احادیث کا انکار اور مجتہدین

کی شان میں گستاخیاں کیں ورنہ اس راہ پر پہلے خود بٹالوی صاحب نے ہی لگایا تھا کہ احادیث کے رد کیلئے غلط شرائط لگا کر ۱۲۹۰ھ میں دس سوالات کا اشتہار دیا تھا جس سے غیر مقلدین میں انکارِ حدیث کا یہ خطرناک مرض پیدا ہو گیا کہ وہ حدیث رسول کو نہیں مانتے اپنی شرط پر ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ہزار احادیث سنا دیں جن میں ان غیر مقلدین کی شرط نہ ہو تو ہزار احادیث کو رد کر دینا ان کیلئے آسان ہے مگر اپنی شرط کو ختم نہیں کرتے۔

* * *

امام شعرانیؒ اور تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم. امابعد :

اس دور کے خود ساختہ اہل قرآن جس طرح دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم صرف اور صرف قرآن پاک کو مانتے ہیں۔ لیکن جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید سے صاف اور صریح آیت دکھائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت غلط ہے۔ اُمت کا اجماع باطل ہے۔ قیاس شرعی حجت نہیں اور فقہ کو ماننا غلط ہے۔ تو وہ قرآن کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگ کر گویا یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ خود ساختہ اہل قرآن اپنے دعویٰ میں سچے نہیں۔ اسی طرح خود ساختہ اہل حدیث بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں۔ مگر یہ دعویٰ محض ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کا مصداق ہے جب اُن کو حدیث بتائی جاتی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **علیکم بسنتی** لیکن تم نے اپنے نام ہی سے سنت کا لفظ نکال ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا **علیکم بالجماعة** تم نے اپنے نام سے ہی **و الجماعة** نکال باہر کیا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا ہے۔ لیکن آج کے خود ساختہ اہل حدیث فقہ کے نام سے ایسے چڑتے ہیں جیسے سکھ کلمہ شریف سے چڑتے ہیں۔ اپنے مدارس میں فقہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ مگر تقریر و تحریر میں فقہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

امتیوں کی آراء:

امت محمدیہ میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کو سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر الناس فرمایا ہے۔ لیکن یہ لوگ برملا کہتے ہیں کہ نہ صحابہ کے اقوال حجت ہیں، نہ تابعین کے، نہ تبع تابعین کے۔ لیکن خیر القرون سے اتنی چڑ کے بعد خیر القرون کے بعد کے امتیوں کے اقوال اور آراء کو یہ نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر بھی حاکم بناتے ہیں۔ ان کے ہاں دلیل شرعی صرف اور صرف خدا اور رسول کا فرمان ہے لیکن وہ خدا اور رسول کے فرمان سے کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ضعیف اور نہ ہی صحیح یا ضعیف حدیث کی جامع مانع تعریف خداوند قدوس یا رحمۃ للعالمین سے دکھا سکتے ہیں۔ سارا گزارا خیر القرون کے بعد کے امتیوں کے اقوال وآراء پر ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ آراء خیر القرون والوں کے تواتر یا استفاضہ کے خلاف ہوں۔ اسی طرح احکام میں بھی کہ یہ فرض ہے، وہ سنت ہے، یہ مستحب ہے، وہ مباح ہے، یہ مکروہ ہے وہ حرام ہے، سب مسائل کے یہ احکام نہ ہی رب العالمین سے دکھا سکتے ہیں اور نہ خاتم النبیین ﷺ سے بلکہ اِن احکام کی جامع مانع تعریف بھی وہ خدا اور رسول سے نہیں دکھا سکتے۔ اسی طرح احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بھی بعض کو مانتے ہیں اور اکثر احادیث کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس انتخاب میں کہ اس ایک حدیث پر عمل کرنا ہے اور ان دس احادیث کا انکار کرنا ہے۔ اپنی رائے پر مدار رکھتے ہیں اگر چہ وہ اُمت کے مستفیض عمل کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

تنقید سدید:

اِن کے پیر بدیع الدین سندھی نے حضرت اقدس مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ کے عام فہم رسالہ اجتہاد وتقلید کا جواب لکھا ہے، اُس کا نام تنقید سدید رکھا ہے۔ رسالہ پڑھنے سے یہ حقیقت دوپہر کے سورج سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ موصوف آسان ترین اردو زبان بھی نہیں سمجھ سکے۔ جب وہ اصل بات کو سمجھ ہی نہیں سکے تو جواب کیا دینگے۔

اور جوار دو زبان کو نہیں سمجھ سکتا وہ کتاب وسنت کو خاک سمجھے گا، تاہم یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پیر صاحب نے جو بھی غلط سلط لکھا اُسکا اکثر مواد محمد یوسف جے پوری (انڈیا) کی کتاب حقیقۃ الفقہ سے چُرایا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور اِس فرقہ کی جنم بھومی انڈیا ہی ہے۔

تقلید:

اس مسئلہ پر صرف اتنا کافی تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کا ایک ارشاد عالی باترجمہ لکھ دیتے کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا حرام بلکہ شرک اور شریعت سازی ہے اور اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد، ماہر کتاب وسنت مجتہد کی رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرے تو یہ حرام ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے اور کفار کی روش ہے۔ یا یہی مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صرف ایک حدیث پاک میں صاف صاف دکھا دیتا۔ لیکن یہ خود ساختہ اہل حدیث قرآن حدیث کا نام تو صرف عوام کو دھوکا دینے کے لئے لیتے ہیں۔ سارا گزر اوقات تو خیر القرون کے بعد والے امتیوں کے اقوال وآراء پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ تقلید میں وہ قرآن کی ایک آیت اور نبی پاک کی ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے جس میں مندرجہ بالا صراحت ہو، ہاں امتیوں کے سینکڑوں اقوال لکھ ڈالے اور اپنے اہل حدیث ہونے کی بجائے اپنے رائے پرست ہونے کو سب پر روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔

امام شعرانیؒ:

ان میں ۳۳ کے قریب صرف امام شعرانی کے اقوال ہیں۔ امام موصوف آخری خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کی اولاد میں سے ہیں ۸۹۹ھ میں شاہی خاندان کے چشم وچراغ بن کر پیدا ہوئے۔ اس کے باوجود آپ نے علوم دینیہ میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں۔ جن سے آج تک تشنگانِ علم سیراب ہو رہے ہیں، اُن میں ایک اہم ترین کتاب ''المیزان الکبریٰ'' بھی ہے۔ یہ کتاب

مذاہب اربعہ کی حقانیت پر اُس وقت آپ نے تحریر فرمائی جب کہ غیر مقلدین کے فرقہ کا نام ونشان تک نہ تھا۔ نہ ہی کوئی خود ساختہ اہل قرآن تھا نہ ہی کوئی خود ساختہ اہل حدیث تھا۔ امام موصوف کا وصال ۹۷۳ھ میں ہوا جبکہ فرقہ غیر مقلدین اس سے اڑھائی سو سال بعد دور وکٹوریہ میں پیدا ہوا۔

مقام شعرانیؒ:

امام موصوف اپنی کتاب المیزان الکبریٰ کے بارہ میں خود فرماتے ہیں ”میں نے اِس میزان کو سب سے پہلے خضر علیہ السلام سے علمی اور ایمانی اور تعلیمی حیثیت سے حاصل کیا۔ پھر میں نے اپنے سیدؒ حضرت علی خواص سے سلوک طے کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ میں اصل سر چشمہ شریعت پر بطریق ذوق وکشف مطلع ہوگیا۔ اور اِس کا ایسا یقین کیا کہ اس میں کچھ بھی شک نہ رہا۔ اور کئی سال تک میں نے اپنے نفس سے مجاہدہ کیا۔ چنانچہ میں نے اپنے حجرہ کی جہت میں ایک رسی باندھ لی تھی جب میں وہاں بیٹھتا تھا تو اُس کو اپنے گلے میں ڈال لیتا تھا۔ تا کہ میرا پہلو زمین سے نہ لگ جائے اور تقویٰ میں اس قدر ترقی تھی کہ جب مجھ کو اِس قسم کا کھانا جو میرے مرتبہ ومقام کے لائق تھا نہیں ملتا تھا تو مٹی پھانک لیتا تھا۔ لیکن خدا کی شان کہ مجھے اِس مٹی میں ایسی چکناہٹ معلوم ہوتی تھی جیسی گوشت گھی اور دودھ میں ہوتی ہے۔ اور مجھ سے پہلے اس قسم کا تقویٰ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کر چکے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جب اپنی ورع کے مناسب کھانا نہ پایا تو بیس روز تک صرف مٹی ہی پھانکتے رہے“ اِسی طرح میں کسی حاکم کی عمارت کے سایہ میں ہو کر نہیں گزرتا تھا۔ اور جب سلطان غوری نے مدرسہ اور نیلے گنبد کے درمیان چھتا بنوادیا۔ تو میں سوق ورامتن (ایک بازار کا نام ہے) سے ہو کر جاتا تھا اور سوق شرب (یہ بھی ایک بازار کا نام ہے) کے راستہ سے نکلتا تھا۔ اور اِس چھتے کے سایہ میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ ایسے ہی تمام ظالموں اور امراء اور اُن کے معاونین میں سے کسی کی عمارت کے نیچے ہو کر نہیں گزرتا تھا۔ اور جب تک کسی چیز کے بارے میں پوری تفتیش نہ کر لیتا تھا، اُس وقت تک

کھاتا نہ تھا۔ اگرچہ اِس بارہ میں شریعت نے رخصت دی ہے۔ لیکن میں اس پر اکتفا نہ کرتا تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اب تک میں اسی حالت پر ہوں۔ لیکن بہ نسبت پہلے کے مرتبہ میں فرق ہے۔ کیونکہ پہلے میں اِس چیز کے مالک کا قبضہ دیکھتا تھا کہ یہ شخص کس صورت سے اس کا مالک بنا ہے۔ اور اب صرف اُس شخص کی بُو یا اُس کی رنگت یا ذائقہ سے تمیز کر لیتا ہوں۔ اور اگر وہ شے حرام ہوتی ہے۔ تو اس کی بُو نہایت ناپاک ہوتی ہے۔ اور اگر وہ شے حلال ہوتی ہے تو اسکی بُو نہایت پاکیزہ ہوتی ہے۔ اور اگر وہ چیز مشتبہ ہوتی ہے تو اُس کی بُو حرام سے ناپاکی میں کم ہوتی ہے۔ تو محض اِن علامات کو دیکھ کر اِن کے موافق عمل کرتا ہوں۔ مالک کے احوال اور اس کے کسب میں غور کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن مجھ کو اِس پر اعتماد نہیں۔ مگر اُسی کے فضل سے اور وہی قابلِ تعریف ہے۔ جب میں چلتے چلتے ان مراتب کو پہنچ گیا۔ اُس وقت میں نے دِل کی آنکھ سے شریعت طاہرہ کے اس سرچشمہ کو دیکھا۔ جہاں سے ہر مجتہد کا قول نکلا ہے۔ اور مجتہد کے لئے وہاں ایک ایک نالی بنی ہوئی ہے۔ تب مجھ کو کامل یقین ہوا کہ تمام اقوال علماءِ برحق کے شریعت ہی شریعت ہیں۔ اور ہر مجتہد حق کو پہنچنے والا ہے اور کوئی مذہب شریعت سے بہ نسبت دوسرے مذہب کے زیادہ قریب نہیں ہے۔ اگرچہ ایک ہزار شخص میرے مقابلہ کے لئے جدال کی غرض سے اُٹھیں اور کہیں کہ فلاں مذہب کو فلاں مذہب پر ترجیح ہے۔ تو میں دل سے اُن کے قول کو ہرگز قبول نہ کروں گا (مواہب رحمانی ترجمہ اردو میزان شعرانی ص ۹۱ ج ۱)

کیا دیکھا:

اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جب باری تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ مجھ کو شریعت کے سرچشمہ پر آگاہ کر دیا تو میں نے تمام مذاہب کو دیکھا کہ وہ سب اسی چشمہ سے متصل ہیں اور اِن تمام میں سے ائمہ اربعہ کے مذاہب کی نہریں خوب جاری ہیں۔ اور جو مذاہب ختم ہو چکے وہ خشک ہو کر پتھر بن گئے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں سب سے زیادہ لمبی نہر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی دیکھی۔ پھر اسکے قریب قریب احمد بن حنبل

رحمتہ اللہ علیہ کی اور سب سے چھوٹی نہر امام داؤد علیہ الرحمتہ کے مذہب کی پائی۔ جو پانچویں قرن میں ختم ہو چکا ہے۔ تو اس کی وجہ میں نے یہ سوچی کہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنھم کے مذہب پر عمل کرنے کا زمانہ طویل ہے۔ اور امام داؤد کے مذہب پر تھوڑے دِن عمل رہا پس جسطرح امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کی بنیاد تمام مذاہب مدونہ سے پہلے قائم ہوئی ہے اس طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہوگا۔ اور اہل کشف کا بھی یہی مقولہ ہے (ص ۱۰۷، ج ۱)

آپ نے کشف میں ان مذاہب کا سر چشمۂ شریعت سے اتصال یوں دیکھا۔

(۱) بارگاہ وحی نامعلوم الکیفیت۔ بارگاہ عرشِ اعظم۔ بارگاہِ کُرسی شریف۔ بارگاہِ قلمِ اعلیٰ۔ بارگاہِ لوحِ محفوظ۔ بارگاہِ تختھائے محو واثبات۔ بارگاہِ جبرئیل علیہ السلام۔ بارگاہِ محمد ﷺ۔ بارگاہِ ائمہ مجتہدین۔ بارگاہِ مقلدین الیٰ یوم القیامہ (ص ۱۴۳ ج ۱)...... کیا ہی خوب اتصال ہے (۲) پھر آپ کے کشف میں مذاہب مجتہدین اور سر چشمۂ شریعتِ محمدیہ کا اتصال درخت کی شکل میں دیکھا کہ آئمہ مجتہدین کے مذاہب کے درخت کی جڑیں سر چشمۂ شریعتِ محمدیہ میں ہیں۔ پھر ہر مجتہد کے مذہب کی بڑی شاخیں ہیں۔ پھر آگے شاخیں، پتے پھول اور پھل ہیں، اس درخت کی ایک ایک شاخ پھل پھول پتے کا اتصال شریعت محمدیہ سے ہے۔ ایک پتہ بھی ایسا نہیں جسکی خوراک شریعت سے نہ ہو (ص ۱۴۴ ج ۱)

(۳) پھر تیسرے کشف میں آپ نے سر چشمہ شریعت طاہرہ محمدیہ کو ایک گول حوض کی شکل میں دیکھا جس سے مذہب عائشہ (۵۷ھ)، مذہب عبداللہ بن عمر (۷۳ھ)، مذہب عبداللہ بن مسعودؓ (۳۲ھ)، مذہب عطاء (۱۱۴ھ)، مذہب مجاہد (۱۰۴ھ)، مذہب ابو حنیفہؒ (۱۵۰ھ)، مذہب مالک، مذہب شافعی، مذہب امام احمد، مذہب امام داؤد، مذہب امام لیث بن سعد (۱۷۵ھ)، مذہب سفیان ثوری (۱۶۱ھ)، مذہب سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ)، مذہب محمد بن جریر طبری، مذہب عمر بن عبدالعزیز (۱۰۱ھ)، مذہب اعمش (۱۰۱ھ)، مذہب شعبی (۱۰۱ھ)، مذہب اسحاق (۲۳۸ھ) کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ مذاہب مستعملہ کے (چشمے) جاری ہیں اور مذاہب متروکہ کے خشک ہو چکے ہیں۔ (ص ۱۴۵ ج ۱)

یہ سب مذاہب چوتھی صدی سے پہلے کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تقلید شروع دورِ صحابہؓ سے جاری ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ موجودہ چاروں مذاہب ایک سے چار نہیں بنے بلکہ سینکڑوں سے چار بنے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحاب صحاح ستہ میں سے ایک کا مذہب بھی جاری نہ ہوا۔ اور غیر مقلدین تو بارہ سو سال بعد پیدا ہوئے۔

(۴) پھر چوتھی مرتبہ آئمہ مجتہدین کے مذاہب کا شریعت سے اتصال کشف میں یوں دیکھا جیسے ایک جال اور پھندا ہے۔ پھر تمام چھوٹے پھندے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تمام مذاہب شریعت محمدیہ سے ایک ایک کڑی کر کے ملے ہوئے ہیں۔ (ص ۱۴۶ ج ۱)

(۵) پانچویں مرتبہ آپ کو صرف مذاہب اربعہ دکھائے گئے، جو جاری رہے اور جو ختم ہو چکے وہ نہ دکھائے گئے ان کا اتصال یوں تھا: (۱) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ۔ حضرت عطاءؒ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت رسول اقدس ﷺ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ۔ (اس میں حنفی مذہب کو مکی مذہب دکھایا گیا ہے۔ (۲) امام مالکؒ۔ امام نافعؒ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت رسول اقدس ﷺ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ ذات باری تعالیٰ۔ (۳) امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ آگے مثل سابق۔ (۴) امام احمدؒ۔ امام شافعیؒ۔ آگے مثل سابق۔ یہ مدنی مذاہب ہیں۔ (ص ۱۴۷) غیر مقلدیت کا کہیں شریعت محمدیہ کے قریب نام ونشان بھی نہیں دکھایا گیا۔

(۶) چھٹی مرتبہ آپ نے کشف میں میدانِ قیامت۔ حساب کتاب اور میزان عدل کو دیکھا۔ میزانِ عدل کے بالکل سامنے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے اپنے مقلدین کی شفاعت فرما رہے ہیں۔ دائیں طرف امام شافعیؒ کھڑے اپنے مقلدین کی شفاعت فرما رہے ہیں۔ بائیں طرف امام مالکؒ کھڑے اپنے مقلدین کی شفاعت فرما رہے ہیں۔ اور ایک طرف امام احمد بن حنبل کھڑے اپنے مقلدین کی شفاعت فرما رہے ہیں (ص ۱۴۷) یہ اُس قادرِ مطلق کا فضل وکرم ہے کہ غیر مقلدین کا یہاں نام ونشان تک نہیں ہے۔

(۷) ساتویں کشف میں امام شعرانی نے دیکھا کہ چاروں امام پل صراط پر کھڑے ہیں اور اپنے مقلدین کو پل صراط سے بحفاظت گزار رہے ہیں۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں: تمام امام خواہ فقہاء ہوں یا صوفیاء، اپنے اپنے مقلدین کی شفاعت فرمائیں گے۔ اور روح نکلنے کے وقت اور منکر نکیر کے سوال کے وقت اور حشر ،نشر اور حساب، میزان اور پل صراط کے نزدیک انکا لحاظ رکھیں گے اور منجملہ تمام مقامات کے کسی مقام پر ان سے غافل نہ ہوں گے۔ جب ہمارے شیخ شیخ الاسلام ناصر الدین لقانی انتقال کر گئے تو ان کو بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب مجھ کو قبر میں فرشتوں نے بٹھایا تاکہ مجھ سے اپنا مقررہ اور لازمی سوال پوچھیں تو ان کے پاس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ کیا ایسے شخص سے بھی اسکے ایمان کے بارہ میں سوال کرنے کی حاجت ہے، ہٹ جاؤ اس کے پاس سے، پس وہ میرے پاس سے ہٹ گئے اور جب مشائخ صوفیہ اپنے متبعین اور مریدین کا تمام دنیاوی اور اُخروی سختیوں میں لحاظ رکھتے ہیں۔ تو پھر کیسے نہ لحاظ رکھیں گے ائمہ مذاہب رحمہم اللہ تعالیٰ جو درحقیقت زمین کی میخیں (اوتاد) اور دین کے ارکان ہیں اور شارع علیہ السلام کی طرف سے اُن کی امت کے امین ہیں (ص ۱۴۹ ج ۱)

(۸) آٹھویں کشف میں دیکھا کہ جنت میں داخلہ اس شان سے ہو رہا ہے کہ آگے آگے سید المرسلین ﷺ ہیں اُن کے پیچھے آئمہ مذاہب ہیں اور انکے پیچھے انکے مقلدین ہیں، ائمہ کرام اُنہیں جنت کے دروازوں سے گزار رہے ہیں۔ (ص ۱۴۹ ج ۱)

(۹) نویں کشف میں پھر جنت میں داخلہ کے بعد کو کس حالت میں دیکھا کہ جنت میں نہر حیات جاری ہے۔ اور اس نہر کے کنارے سرورِ کونین ﷺ کا قبہ مبارک بنا ہوا ہے۔ اور ان کے بالکل ساتھ قبہ ابوحنیفہؒ۔ اس کے ساتھ قبہ امام مالکؒ۔ اس کے ساتھ قبہ امامؒ شافعی اور انکے ساتھ قبہ امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ آگے مولانا لکھتے ہیں: ہم نے اس مثال میں مجتہدین میں سے صرف ائمہ اربعہ پر اقتصار اس لئے کیا ہے کہ یہی وہ حضرات ہیں جن کے مذاہب کی تدوین ہمارے زمانہ تک ہمیشہ رہی ہے۔ اور امت کو آپ ﷺ کی شریعت کی

طرف ہدایت کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے یہ حضرات قائم مقام اور نائب ہیں۔ تو گویا رسول اللہ ﷺ قیامت تک حیات ہی رہیں گے۔ اس لئے ہم نے اِن کے قبوں کو رسول خدا ﷺ کے پہلو میں رقم کیا ہے۔ تو یہ لوگ آنحضرت ﷺ سے نہ دنیا میں جدا ہوئے اور نہ آخرت میں جدا ہونگے۔ اور یہ قبّے میں نے اپنی عقل سے نہیں رقم کیے ہیں۔ بلکہ میں نے بعض دفعہ جنت میں اسی صورت میں دیکھا ہے اسی لئے اس طرح لکھ دیا۔ **فالحمد لله ربّ العالمین** (ص ۱۵۰ ج ۱)

مقلد امام شافعیؒ:

علامہ شعرانیؒ اپنی دوسری کتاب لطائف المنن میں فرماتے ہیں: اور من جملہ اِن انعامات کے جو خدا تعالیٰ نے مجھ پر کئے ایک یہ ہے کہ جب میں ائمہ مجتہدین کے تمام مذاہب میں متبحر ہو گیا تو ان کے تمام مذاہب کی توجیہات اور تقاریر اِس طرح کرتا تھا کہ وقتِ تقریر میں اُن مجتہدین میں سے ایک سمجھا جاتا تھا۔ اور اگر کوئی اس وقت میرے پاس آجاتا۔ تو اگر میں مذہب حنفی کی تقریر کرتا ہوتا تو وہ مجھے حنفی سمجھتا۔ اور اگر مذہب حنبلی کی تقریر کرتا ہوتا تو حنبلی اور اگر مذہب مالکی کی تقریر کرتا تو مالکی سمجھتا۔ حالانکہ میں مقلد امام شافعیؒ کا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمام اماموں کے اقوال کے مناشی اور اُصول سے پورے طور پر واقف ہو گیا ہوں۔ اور انکے تمام ادلہ کا میں نے احاطہ کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے جو بعض دریدہ دہنوں نے میری نسبت یہ بہتان باندھا کہ یہ کسی خاص مذہب کا پابند نہیں ہے۔ حالانکہ میں اپنی وسعتِ معلومات کی بنا پر ایسا کرتا تھا۔ (ص ۷۴ ج ۱)

قابلِ غور بات:

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ علامہ نے تو یہ کتاب ہی اسی لئے لکھی کہ ہر امام کا مقلد پورے یقین کے ساتھ اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرے کہ وہ مجھے شریعتِ محمدیہ پر چلا رہا ہے اور اسکا ایک مسئلہ بھی سنت سے باہر نہیں۔ اور وہ خود بھی ساری عمر امام شافعیؒ کے مذہب

معین کے پابند رہے۔ لیکن غیر مقلدین کو پہلے دن سے عقل و فہم سے بیر ہے۔ مولوی محمد یوسف جے پوری نے اپنی کتاب حقیقۃ الفقہ میں تقریباً ۳۳ حوالہ جات میزان شعرانی کے دیئے ہیں جن میں گویا وہ ثابت کر رہا ہے کہ امام شعرانی تقلید کو اندھا پن اور نا جائز قرار دیتے ہیں۔ پہلی بات تو یہی قابل غور ہے کہ وہ کسی خیر القرون کے اُمتی کی بات کو حجت نہیں مانتے تو دسویں صدی کے ایک بزرگ کی آراء اُن کے ہاں حجت کیسے بن گئیں۔ اور بزرگ بھی وہ جو شیخ محی الدین ابن عربی کی زبان وحدۃ الوجود کے پرچارک اور تقلید کے منادی۔ جب کہ اِن اصاغر غیر مقلدین کے ہاں وحدۃ الوجود بھی کفر اور تقلید شخصی بھی شرک تو آخر اِن ۳۳ اقوال نقل کرنے کا مقصد کیا ہے؟

ہائے پریشانی:

جب انسان کسی آدمی کی کتاب کا حوالہ اس انداز میں دیتا ہے کہ صاحب کتاب کے مقصد کے بھی موافق ہو اور حوالہ دینے والا بھی اُس مقصد کے لئے حوالہ دے تو اِس کو اقتباس کہتے ہیں۔ ایسے حوالہ میں حوالہ دینے والے کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ جیسے ”محمد رسول اللہ“۔ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ آیت کریمہ اسی طرح قرآن پاک میں موجود ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک میں ایک جگہ سے لفظِ غلام اُچک لے دوسری جگہ سے لفظِ احمد اُچک لے تیسری جگہ سے لفظِ رسول اُچک لے اور کہے کہ ”غلام احمد رسول“ قرآن پاک کا اقتباس ہے۔ اور ساتھ اَن پڑھوں پر رعب ڈالنے کے لئے یہ چیلنج بھی کر دے کہ میں اس عبارت کے ایک ایک لفظ کا ذمہ دار ہوں۔ آپ اس عبارت کے کسی ایک لفظ پر انگلی رکھیں اگر میں وہ لفظ قرآن پاک میں نہ دکھا سکوں تو ایک لاکھ روپیہ فی لفظ جرمانہ ادا کرونگا۔ اور اگر میں نے تینوں لفظ قرآن پاک میں دکھا دیے پھر بھی اگر کوئی شخص اس عبارت ”غلام احمد رسول“ کو قرآن پاک کی عبارت نہ مانے تو اس سے تین لاکھ روپیہ وصول کرونگا۔ تو اس طریق کو اقتباس نہیں کہتے بلکہ اختلاس کہتے ہیں۔ اور اس فریب پر چیلنج بازی کرنا وہی مثال پوری کرنا ہے کہ:

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

میزان شعرانی سے اختلاسات کرنے میں خودساختہ اہل حدیث کو کتنی پریشانی لاحق رہی۔ اُس نے پانچ الگ الگ سطریں ص ۴۷ سے لیں پھر ص ۴۶ سے ایک سطر پھر دو الگ الگ سطریں ص ۴۹ سے پھر ص ۴۸ پھر ص ۶۳ پھر ص ۵۰ پھر ص ۲۵ پھر ص ۱۰ پھر ص ۲۳ پھر ص ۱۸ پھر ص ۲۰ پھر ص ۳۲ ص ۲۳ ص ۹ ص ۵۲ ص ۳۴۔

رائے:

مجتہد کی رائے کتاب وسنت اور اجماع کی دلیل پر مبنی ہوتی ہے۔ اس رائے کا نام فقہ ہے اور ایسی رائے جو کسی دلیل شرعی پر مبنی نہ ہو اُس رائے کو بدعت کہتے ہیں۔ اس رائے سے ائمہ مجتہدین بالکل پاک ہیں۔ چنانچہ علامہ شعرانی لکھتے ہیں ”تمام مجتہدین خدا تعالیٰ کے دین میں قول بالرائے سے بالکل بری ہیں۔“ (ص ۱۵۱ ج ۱) پھر لکھتے ہیں دین میں رائے جس کی مذمت ثابت ہے وہ رائے ہوتی ہے۔ جو شریعت کی کسی اصل کے مشابہ نہ ہو اور جس قدر احادیث ذم رائے میں وارد ہیں ان سب میں اس مذموم رائے سے یہی مراد ہے (۱۵۱ ج ۱) پھر لکھتے ہیں ”علماء سلف میں سے کوئی شخص دینِ الٰہی میں اپنی رائے سے کلام کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتا تھا۔ اور اِس سے غرض یہ ہے کہ تُم کو تمام مجتہدین کی کلام پر ایمان لانا چاہیئے اگرچہ تُم کو اس کلام کا ماٗخذ اور جائے استنباط کا قرآن وحدیث شریف میں کہیں پتہ نہ چلے۔“ (ص ۱۵۵ ج ۱) مزید لکھتے ہیں ”اور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جو اقوال رائے کی مذمت میں منقول ہیں۔ تو ان چاروں میں سب سے پہلے ہر اس رائے سے بیزار جو مخالفِ شریعت ہو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ برخلاف اُن متعصبوں کے جو آپ کو اُس رائے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور کس قدر وہ لوگ شرمندہ ہونگے جب قیامت کے دن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے آمنا سامنا ہوگا۔ کیونکہ جس کا دل منور رہوگا۔ وہ ہرگز اِس پر جرأت نہیں کرسکتا۔ کہ کسی امام کو برائی سے یاد کرے۔ اور اس کو ائمہ رحمہم اللہ سے کیا نسبت کیونکہ وہ لوگ آسمان کے ستارے ہیں۔ اور دوسرے

لوگ زمین کے باشندے جوان ستاروں کا پانی میں عکس دیکھتے ہیں۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں بسندِ کامل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ نقل فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو دینِ خداوندی میں قول بالرائے سے دور رکھو۔ اور اتباعِ سنت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ جو شخص سنت سے خارج ہو گیا وہ گمراہ ہے۔" (ص ۱۵۸ ج ۱)

یاد رہے خود ساختہ اہلِ حدیث قرآن و حدیث کے ترجمہ سے سنت کی جامع مانع تعریف نہیں دکھا سکتے۔ اور نہ یہ دکھا سکتے ہیں کہ دو رکعت نماز میں کُل کتنی سنتیں ہیں تو ان کے سنت سے خارج اور گمراہ ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں ہے۔ اس کے بعد باقی تین ائمہ سے بھی اِس مذموم رائے کی مذمت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "اِس قدر تقریر کے بعد تم پر روشن ہو گیا ہو گا کہ تمام ائمہ مجتہدین ادلۂ شرعیہ کی رعایت رکھتے ہیں اور دین حدا میں رائے زنی سے بالکل بری اور مبرّا ہیں اور اُن کے تمام مذاہب حدیث و قرآن سے اِس طرح مزین ہیں جس طرح سونے اور جواہرات پر نقش و نگار کئے جاتے ہیں۔ اور انکے تمام اقوالِ مذہبیہ مانند کپڑے بُنے ہوئے کے ہیں جس کا تمام تانا اور بانا قرآن اور حدیث شریف ہے،، (ص ۱۶۹ ج ۱)

پھر فرماتے ہیں "امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دینِ الٰہی میں اس رائے کو دخل دینے سے بالکل بری ہیں جو ظاہراً قرآن کریم اور حدیث شریف کے خلاف ہو۔ اور جس نے آپ کو اس رائے کی طرف منسوب کیا تو اس کے اور آپ کے درمیان اس قدر بُعد اور فصل ہے کہ اس میں بچہ بوڑھا ہو جائے۔" (ص ۱۶۹ ج ۱)

پھر فرماتے ہیں "اور جو شخص تعصب سے بیزار ہو کر جس مجتہد کے قول کو بہ نظر انصاف دیکھے گا۔ وہ اُن تمام مجتہدین کو آسمان کے ستارے پائے گا۔ اور اِن پر اعتراض کرنے والے کو ایسا پائے گا جس طرح وہ شخص جو ستاروں کا عکس پانی میں دیکھتا ہے۔ اور انکی حقیقت اور کمال کو نہیں پہچان سکتا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے تمام بھائیوں مقلدین کو تمام آئمہ مذاہب کے ساتھ ادب کی توفیق مرحمت فرمائے۔" (ص ۱۷۳ ج ۱)

اس وقت نہ کوئی خود ساختہ اہلِ قرآن غیر مقلد تھا نہ ہی خود ساختہ اہلحدیث غیر مقلد تھا۔

عبرت اوّل:

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں'' اور مجھے بڑا ملال اسکا ہے کہ ایک صاحب جو عالم مشہور تھے میرے پاس آئے اور میں اُس وقت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محامد اور مناقب لکھ رہا تھا۔ انہوں نے ان کو بڑے غور سے دیکھ کر چند رسالے نکالے اور مجھے کہا کہ اِن کو دیکھو۔ میں نے دیکھا تو اِن میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا رد تھا۔ پھر تو میں نے اُس سے کہا کہ کیا تجھ جیسا آدمی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھ سکتا ہے جو رد کرنے کی جرأت کی۔ اُس نے کہا یہ رد میں نے علامہ فخر الدین رازی کی تالیف سے لیا ہے۔ میں نے کہا کہ فخر الدین رازی امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں ایک طالبِ علم سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ بلکہ ان دونوں کی مثال بادشاہ اور رعایا میں سے ادنیٰ درجہ کے آدمی کی یا ستارے اور آفتاب کی سی ہے۔ تو جس طرح علماء نے رعیت کے لئے اپنے بڑے امام اور خلیفہ پر اعتراض کرنا حرام قرار دیا ہے تاوقتیکہ اُس اعتراض کی کوئی واضح دلیل مثل آفتاب نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح ستاروں کو ائمہ دین پر اُس وقت تک اعتراض کرنا صحیح نہیں جب تک وہ اپنے قول کی دلیل [illegible] کوئی ایسا منصوص امر پیش نہ کریں جس میں تاویل کا بھی احتمال نہ ہو۔ (ص ۳۷ اج ۱) [illegible] وقت تک غیر مقلدین کا وجود نہ تھا۔

عبرتِ دوم:

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں'' اور ایک شافعی مذہب کا طالب علم جو مجھ سے پڑھنے آیا کرتا تھا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برائی بیان کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں ان کے شاگردوں کا کوئی کلام بھی سننا گوارا نہیں کرتا۔ میں نے ایک دن اُس کو اِس بات پر بہت ڈانٹا لیکن وہ پھر بھی باز نہ آیا۔ اور مجھ سے جُدا ہو گیا۔ خدا کی شان کہ ایک دن بلند مکان کے زینہ سے اس زور سے گر پڑا کہ اُس کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ہمیشہ ٹوٹی ہی رہی۔ یہاں تک کہ بہت بُرے حال پر مرا۔ اور مجھ کو عیادت کے واسطے بلایا، میں نے انکار کر دیا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے ادب کی وجہ سے کیونکہ وہ طالب

علم ان کو برا جانتا تھا۔ پس جان لو اس کو اور تمام ائمہ اور اُن کے متبعین کے بارے میں زبان کو روکو۔ کیونکہ وہ سب سیدھے راستے پر ہیں **والحمد للہ رب العالمین.** (ص ۱۴۷ ج ۱)

بدعت:

امام شعرانیؒ نے رائے محمود یعنی فقہ کے ایک ایک مسئلہ کو کتاب وسنت سے ماخوذ مانا ہے اور رائے مذموم یعنی بدعت کی مذمت احادیثِ رسول، اقوالِ صحابہ اور ارشادات ائمہ اربعہ سے نقل کی ہے۔ اِس خود ساختہ اہلِ حدیث کا دجل وفریب ملاحظہ ہو کہ جو اقوال رائے مذموم بدعت کے رد میں تھے اُن کو فقہی مسائل پر چسپاں کر دیا ہے۔ نہ خدا اور رسول سے شرم کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فقہ کو خیر فرمایا اور بدعات کو شر فرمایا۔ نہ ائمہ سے شرم نہ خلق خدا سے۔ چنانچہ علامہ شعرانی نے (ص ۱۵۳ ج ۱ پر) ایک **مستقل فصل** بدعت کی تردید کے لئے باندھی ہے اس میں حضور ﷺ سے بدعات کا شر الامور اور گمراہی ہونا نقل فرمایا ہے۔

اسی ضمن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کوئی شخص دین میں کسی کی اس طرح تقلید نہ کرے کہ وہ مؤمن ہو جائے گا تو میں مؤمن ہو جاؤں گا۔ اور اگر وہ کافر ہو جائے گا تو میں بھی کافر ہو جاؤں گا۔ (ص ۱۵۴ ج ۱)

اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم ص ۱۱۴ ج ۲ پر ابن مسعودؓ سے اس قول میں یہ بھی اضافہ نقل فرمایا **فانه لا اُسوةَ فی الشر** کہ شر میں کسی کی تقلید نہیں۔ بات کتنی صاف ہے کہ شر یعنی کفر و بدعت میں تقلید کو منع کیا ہے۔ نہ کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید سے جو کتاب وسنت کی اتباع ہی کا دوسرا نام ہے۔ کیا واقعی خود ساختہ اہلِ حدیث ائمہ اربعہ کو کافر، شریر اور بدعتی مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے خناسوں کے وساوس سے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

مجتہدین اور تقلید:

یہ بات بچے بھی جانتے ہیں کہ نماز باجماعت میں ایک امام ہوتا ہے اور باقی مقتدی اور مقتدیوں کو بتایا جاتا ہے کہ تم پر امام کی اقتداء اور تابعداری واجب ہے۔ اگر امام

سے پہلے رکوع سجدہ وغیرہ کرلیا تو تم گویا امام کی تابعداری سے نکل گئے اور خطرہ ہے کہ تمہارا سر گدھے کے سر جیسا نہ بن جائے۔ یہاں با جماعت نماز میں امام بھی اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہے اور مقتدی بھی مگر امام کی تابعداری میں وہ خدا کا بندہ بھی ہے اور امام کا تابعدار بھی۔ اسی طرح مسئلہ اجتہاد اور تقلید ہے کہ مجتہد اپنی اجتہادی بصیرت کے ساتھ کتاب وسنت پر عمل کرتا ہے۔ اور مقلد مجتہد کی رہنمائی اور تقلید میں کتاب وسنت پر عمل کرتا ہے، وہ خدا اور رسول کا متبع بھی ہے اور امام کا مقلد بھی۔ لیکن اتنی صاف اور سادہ بات غیر مقلدین کے نہ کسی نام نہاد عالم کو سمجھ آئی اور نہ جاہل کو۔ اجتہادی مسائل میں مجتہد کو اجتہاد کرنے کا حکم ہے **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔ اور جو خود اجتہاد نہیں کرسکتا اُن کو تقلید کا حکم ہے، **فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**۔ آئمہ مجتہدین اسی قرآنی حکم کے مطابق اپنے مجتہد شاگردوں کو تقلید سے منع کرتے اور فرماتے تم اپنی اجتہادی بصیرت سے وہیں سے احکام لو جہاں سے ہم نے اخذ کیے ہیں اور غیر مجتہدین پر تقلید کو لازم فرماتے تھے۔ چنانچہ علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں " اور ہم نے حضرت امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ امام صاحب نے فرمایا کہ احکام شرعیہ (فرض۔ سنت۔ مکروہ۔ حرام وغیرہ) کو مان لینا نصف ایمان ہے، اس پر امام ربیعؒ نے فرمایا بلکہ وہ پورا ایمان ہے اے ابوعبداللہ! تو امام شافعیؒ نے فرمایا بیشک بجا ہے۔ اور امام شافعیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کا یہ کمالِ ایمانی ہے کہ وہ اصولِ شریعت میں بحث اور چوں چرا نہ کرے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ وہ اصول کیا ہیں تو جواب میں فرمایا کہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کو اسکا اعتراف کرنا چاہئے کہ جو کچھ ہمارے پروردگار یا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اُس کی علتیں خدا کے علم میں جو کچھ بھی ہوں اور انہیں پر احکام کو قیاس کر لینا چاہئے جو علماء شریعت سے ثابت ہے اور یہ کہنا چاہئے کہ ہم اپنے اماموں کے کلام پر بغیر جھگڑے اور چوں چرا کے ایمان لائے" (ص ۱۲۵ ج ۱) اس سے قبل فرما آئے ہیں "شریعت میں مجادلہ کرنا علامتِ نفاق ہے ...." اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی نبی سے تنازع جائز نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی انسان کا علماءِ شریعت سے

مجادلہ اور نزاع کرنا اور ان کے دلائل حقہ کا ابطال کرنا ایسا ہے جیسا خود آنحضرت ﷺ سے جدال کرنا۔ اگر چہ آنحضرت ﷺ اور علماء میں علمی تفاوت ضرور ہے لیکن پھر بھی وہ رسولِ خدا ﷺ کے نائب اور قائم مقام ہیں۔ اور جس طرح رسولوں کے آوردہ احکام کی تصدیق اوران پر ایمان لانا واجب ہے، اگر چہ ہم انکی حکمتوں سے ناواقف ہوں۔ اسی طرح آئمہ علیہم الرحمۃ کے کلام کی تصدیق اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اگر چہ اسکی علت ہماری سمجھ میں نہ آئی ہو۔ مگر اسوقت کہ جب اس کلام کے خلاف کوئی امر شارع سے منقول ہو (ج ۱ص ۱۲۴)

عالم کامل:

تقلید کا حکم عوام کے لئے ہے، علماء یعنی مجتہدین کے لئے نہیں۔ آج کل اردو کا ایک رسالہ پڑھ کے لوگ اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگتے ہیں۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں" ہمارے نزدیک عالم کو علم میں کمال اسوقت حاصل ہوتا ہے کہ جب وہ تمام مجتہدین اور ہر دور کے مقلدین کے اقوال کو کتاب وسنت کی طرف ردّ کرنے لگے۔ اور کسی قول کا ماخذ اس سے مخفی نہ رہے، جس وقت یہ درجہ اس کو حاصل ہو جائیگا تو اس وقت وہ عوام کے درجہ سے خارج ہو کر خواص میں داخل ہوگا۔ اور اس قابل ہو جائیگا کہ وہ لفظ عالم کے ساتھ ملقب کیا جائے۔ اور یہ اس کے لئے پہلا مرتبہ ہوگا اِن مراتب کا جو علماء کے لئے خدا تعالیٰ سے اتصال کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اس کی درجہ بدرجہ ترقی ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ وہ قرآن شریف کے تمام احکام محض ایک سورت (سورۃ فاتحہ) سے نکالنے لگے گا۔ پھر جب وہ شخص اپنی نماز میں سورت فاتحہ پڑھے گا تو اس کو صرف اس کے پڑھنے کا اتنا ثواب ملے گا جتنا تمام قرآن کریم کا کیونکہ وہ قرآن کے تمام معانی کو محیط ہے۔ اس کے بعد پھر اس کی اور ترقی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ قرآن اور شریعت کے تمام احکام اور مجتہدین اور مقلدین کے تمام اقوال حروفِ ہجا کے جس لفظ سے چاہے نکالنے لگے گا۔ اس کے بعد پھر اور ترقی ہوگی یہاں تک کہ اس کا مرتبہ اس سے بھی زیادہ بلند ہو جائے گا۔ شیخ فرماتے ہیں اس مرتبہ کا شخص ہمارے نزدیک عالم کامل ہے۔ (ص ۱۲۴ ج ۱)

مقام مجتہدین:

''اہل کشف کا اجماع ہے کہ مجتہدین وہ لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علوم وحی میں حقیقی وارث ہیں۔ پس جس طرح نبی معصوم ہوتا ہے ایسے ہی اس کا وارث بھی واقع میں خطاء سے دور ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو خطاء وار بتلائے تو یہ خطاء اضافی ہے۔ کیونکہ اس کے قول کی دلیل کی ناواقفیت پر مبنی ہے، وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاء اور رسول بڑے رفیع مرتبہ والے حضرات ہیں۔ ان مراتب کی وراثت سوائے علماء مجتہدین کے اور کسی کو میسر نہ ہوئی تو ان کا اجتہاد وجوبِ عمل میں مثل نصوصِ شارع کے ہے۔ کیونکہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے احکام میں اجتہاد کرنے کی اجازت فرمائی ہے۔ باری تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت میں کہ **"ولو ردّوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم،،** اور یہ بات ظاہر ہے کہ استنباط مجتہدین ہی کا کام ہے تو ان کا اجتہاد شارع کے حکم کو ظاہر کر دیتا ہے، پس ہر مجتہد برحق ہے اس لئے کہ وہ اس اجتہاد سے کام لیتے ہیں جس کا شارع نے اقرار کیا ہے۔ اور میں نے بعض اہلِ کشف سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجتہدین کے اجتہاد کے ساتھ اس وجہ سے عبادت کراتا ہے۔ تاکہ ان کو شریعت کی وضع سے کچھ حصہ مل سکے اور انکا قدم اس میں راسخ ہو جائے۔ اور آخرت میں سوائے رسول اللہ ﷺ کے کوئی ان کے آگے نہ ہو۔ تو اس امت کے علماء حشر میں شریعت مطہرہ کی دلیلوں کے حافظ اور انکے نکات سے واقف ہوں گے۔ اور انبیاء اور رسولوں کی صف میں کھڑے ہونگے نہ کہ اُمتوں کی صف میں (ص ۱۱۳ ج ۱)

جامعیت:

علامہ فرماتے ہیں کہ مجتہدین نے اپنے مذاہب کے قواعد کو ایسی حقیقت پر مبنی کیا ہے جو شریعت کے دونوں مرتبوں (اجتہاد اور کشف) میں اعلیٰ ہے، جس طرح ان اقوال کی ظاہری شریعت پر بنا بالکل صحیح اور درست ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ مجتہدین حقیقت کے جاننے والے بھی ہیں...... تو پھر کوئی قول ان کا شریعت سے کیسے خارج ہوسکتا

ہے۔ جو شخص اس بارہ میں ہم سے نزاع کرے تو وہ آئمہ کے مقام سے جاہل ہے۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ حضرات شریعت اور حقیقت دونوں کے عالم تھے (ص ۱۳۴ ج ۱) ان مجتہدین نے جو نبی پاک ﷺ کے کامل وارث تھے اور نبی پاک ﷺ کی شریعت مطہرہ کو اس جامعیت کے ساتھ مدوّن کروایا کہ ایک فرض۔ ایک واجب۔ ایک سنت۔ ایک مستحب۔ ایک مباح۔ ایک مکروہ۔ ایک حرام بھی بغیر وضاحت کے نہ چھوڑا۔ یہ حضرات اپنے ان شاگردوں کو جو اجتہاد کی اہلیت سے سرفراز تھے تقلید سے منع کرتے اور اجتہاد کی ترغیب دیتے۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقلید میں کثرت کرنا (اجتہادی) بصیرت میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ اس کلام سے امام موصوف کا علماء (مجتہدین) کو اس امر پر برانگیختہ کرنا ہے کہ وہ احکام دینیہ کو خود چشمۂ شریعت سے حاصل کرنے لگیں اور کسی مجتہد کے پردہ کی آڑ میں رہ کر صرف تقلید پر ہی اکتفاء نہ کریں۔ (ص ۱۰۹ ج ۱) علامہ شعرانیؒ نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ ایسے اقوال کے مخاطب علماء ہیں۔ اور عالم کی تعریف پہلے گذر چکی۔ مزید علامہ فرماتے ہیں ’’ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ کوئی شخص عالم اس وقت تک نہیں کہا جاسکتا جب تک اقوالِ علماء کے مأخذوں سے بحث نہ کرنے لگے۔ اور یہ نہ جان لے کہ انہوں نے کتاب وسنت کے کونسے مقام سے اپنے اپنے اقوال کو اخذ کیا ہے۔ اُس شخص کو عالم نہیں کہہ سکتے جو از راہِ جہالت ان اقوال کو رد کردے (ص ۵۶ ج ۱) الغرض مجتہدین نے مجتہدین کو اجتہاد کا حق دیا اور عوام کو تقلید کا۔ لیکن یہ خود ساختہ اہل حدیث جب سے پیدا ہوئے اِن کا ہر بڑا چھوٹا یہ جھوٹ بولتا ہے کہ آئمہ اربعہ نے عوام اور جہلاء کو تقلید سے منع کر کے نااہل لوگوں کو اجتہاد کا حق دیا ہے اور کمال جہالت اس فرقہ کی یہ ہے کہ تقلید کا رد خود تقلید سے کرانا چاہتے ہیں کہ تمہارے امام نے تقلید سے منع کیا ہے، لہٰذا تم اپنے امام کے اس قول کی تقلید کرو۔ اب جو حکم انہوں نے مجتہدین کو دیا تھا اُس کو عوام پر چسپاں کرنا وہی حرکت ہے جس کو قرآن پاک نے یہود کی عادت قرار دیا ہے کہ ’’یحرفون الکلم عن مواضعہ‘‘ کہ وہ بات کو اپنے اصل موقع سے ہٹا کر دوسرے موقع پر چسپاں کر دیا کرتے تھے۔ اعاذنا اللہ منہ.

ولی اور تقلید:

علامہ شعرانیؒ نے ولایتِ محمدیہ اور تقلید کا ذکر بھی فرمایا ہے لیکن اس سے پہلے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اُن کے ہاں ولی کون ہے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ ”میں نے اپنے شیخ علی مرصدی رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا کہ تمام آئمہ مذاہب رحمہم اللہ تعالیٰ حال اور قال دونوں علموں میں رسولِ خدا ﷺ کے وارث ہیں۔ برخلاف بعض صوفیہ کے کہ انہوں نے یہ وہم کیا ہے کہ مجتہدین صرف علمِ قال ہی میں رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں، علمِ حال میں نہیں، یہاں تک کہ بعض صوفیہ یہ کہہ بیٹھے ہیں کہ مجتہدین کا تمام علم اس نیک بندہ کے علم کا چوتھائی حصہ ہے جو طریقت میں کامل ہے کیونکہ انسان ہمارے ہاں اسوقت کامل ہوتا ہے جب وہ ولایت کے اس مقام پر پہنچ جائے جس میں اس کو چاروں مدارج کا علم ہو جائے جو اس فرمانِ خداوندی **ھو الاوّل والآخر والظاھر والباطن** میں مستور ہے۔ وہی اوّل ہے اور وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے اور وہی پوشیدہ۔ اور مجتہدین سوائے خدا تعالیٰ کے اسم ظاہر کے مرتبہ کے نہ وہ ازل کے مرتبہ سے واقف ہیں نہ ابد کے اور نہ علمِ حققت ان پر روشن ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اس شخص کا کلام ہے جو آئمہ رحمہم اللہ کے حالات سے ناواقف ہے۔ اور کیسے کچھ آئمہ جو زمین کی میخیں اور دین کے ستون ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں (ص ۱۳۷ ج ۱)

یہ ہے ان کے ہاں مقامِ ولایت اور مقامِ اجتہاد، اب اسی مقام کے بارہ میں لکھتے ہیں ”اگر تم کہو کہ جو شخص چشمہ شریعت اولیٰ کے کنارہ پر پہنچ گیا تو کیا وہ اس بارہ میں مجتہدین کے برابر ہوگا کہ وہ اس چشمہ سے آب گیری کرے جس طرح مجتہدین کرتے ہیں۔ اور حلقہ تقلید اپنی گردن سے نکال دے گا۔ تو جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا ہی کرے۔ کیونکہ جس کا قدم ولایتِ محمدیہ میں پہنچ جاتا ہے تو وہ احکام شرعیہ کو اس جگہ سے اخذ کرنے لگتا ہے جہاں سے مجتہدین لیتے ہیں۔ اور تمام علماء کی تقلید سے اپنی گردن کو آزاد کر لیتا ہے۔ صرف آنحضرت ﷺ کی تقلید باقی رہتی ہے پھر اگر کسی ولی کے متعلق کہا جاتا ہو کہ وہ مثلاً شافعی تھے

یا حنفی تھے تو یہ اسوقت کے اعتبار سے سمجھو کہ جب تک وہ کمال تک نہ پہنچے تھے (ص ۹۳ ج ۱) پھر لکھتے ہیں اگر تم سوال کرو کہ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ ولی کامل مقلد نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنا علم اُسی سر چشمہ سے حاصل کرتا ہے جہاں سے آئمہ مجتہدین حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم بعض اولیاء کو دیکھتے ہیں کہ وہ بعض اماموں کی تقلید کرتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یا تو ولی مقام کمال تک نہیں پہنچا ہوتا یا پہنچ چکا ہوتا ہے لیکن کسی مسئلہ میں کسی خاص امام کے مذہب کی پیروی کا ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اِس کے ادب کی غرض سے کیونکہ وہ امام اس ولی سے اس مسئلہ کے قائل ہونے میں سابق ہے۔ اور پروردگارِ عالم نے اسکو امام اور مقتداء بنایا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ولی اس مسئلہ پر جو کسی امام کا مذہب ہے اِس وجہ سے عمل کرتا ہے کہ وہ ولی اسکی دلیل سے آگاہ ہو جاتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ امام کی تقلید کر رہا ہے۔ حالانکہ اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسکو بذریعہ کشف اس مسئلہ کی حقانیت ثابت ہو جاتی ہے۔ تو حقیقت میں وہ ولی شارع کی تقلید کرتا ہے نہ کہ کسی امام کی اور کوئی ولی سوائے شارع کے کسی اور سے علم حاصل نہیں کرتا۔ اور ہر ولی اپنے اوپر اس کو حرام جانتا ہے کہ کسی ایسے امر میں قدم رکھے جس میں اس سے پہلے اور آگے رسول اللہ ﷺ قدم نہ رکھ چکے ہوں۔ ایک دفعہ میں نے اپنے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کس طرح صحیح ہے اور اِس کی کیا وجہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کرتے تھے اور شیخ محمد حنفی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے تھے۔ حالانکہ یہ دونوں قطبِ اکبر کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور اس مرتبہ کے شخص کی شان یہ ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہ کرے سوائے شارع کے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ دونوں حضرات کمال تک پہنچنے سے پہلے واقعی مقلد تھے لیکن بعد کمال پر پہنچ جانے کے استصحابِ حال کے طور پر لوگ یہی سمجھتے رہے کہ اب بھی مقلد ہیں حالانکہ وہ تقلید سے خارج ہو چکے تھے۔ (ص ۹۶ ج ۱) اس عبارت سے روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ حضرات قطب اکبر کے مقام پر تقلید ہی کی برکت سے بلکہ تقلید شخصی ہی کی برکت سے پہنچے۔ اگر تقلیدِ شخصی حرام یا شرک یا کسی بھی درجہ کا بھی گناہ ہوتی تو ناممکن ہے کہ گناہ پر اصرار کرنے کی وجہ سے کو

ئی قطبِ اکبر اور ولایت محمد یہ کے مقام پر پہنچے اور اس مقام پر پہنچ کر بھی نہ کبھی زبان سے تقلید شخصی کو ناجائز کہا نہ کسی کو اس سے روکا اور نہ عملی طور پر کسی ایک مسئلہ میں بھی اپنے امام کی مخالفت کی، یہی وجہ ہے کہ سب دیکھنے والے جس طرح ولایت محمد یہ کے مقام پر پہنچنے سے پہلے اُن کو حنبلی اور حنفی کہتے تھے بعد میں بھی حنبلی اور حنفی ہی کہتے رہے اور انہوں نے بھی اس سے نہیں روکا کہ اب ہمیں حنبلی یا حنفی نہ کہو۔ رہی یہ بات کہ جو خود دریا پر پہنچ جائے اس کو دریا کے پانی کے لئے نہر کی ضرورت نہیں رہتی اور دریائے محمدی تک پہنچنے کے دو ہی راستے ہیں یا اجتہادِ کامل یا کشف تام، جو ان دونوں سے محروم ہے وہ اگر نہر سے پانی نہ لے گا تو دریائے محمدی کے پانی سے بالکل محروم رہے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو ولی قطبِ اکبر کے مقام پر پہنچ جائے اور براہِ راست چشمہ شریعت سے سیراب ہونے لگے وہ صرف خود ہی سیراب ہو رہا ہے لیکن مجتہد کروڑہا انسانوں کو اس چشمہ کا پانی پہنچا رہا ہے۔ یہ فیض عام اس فیض خاص سے بہت بڑا ہے۔

مجتہدین اور مقلدین:

علامہ شعرانیؒ اپنی کتاب کا دیباچہ ہی اس طرح شروع کر رہے ہیں ''سب تعریف اس خدا کے واسطے ہے جس نے شریعت مطہرہ کو ایک ایسا سرچشمہ بنایا جس سے تمام علومِ مفیدہ کے دریا اور نہریں پھوٹتی ہیں۔ اور اس کی گوکیں دلوں کی زمین پر اس طرح بہائیں کہ جس طرح نزدیک رہنے والا قلب ان سے سیراب ہوسکتا ہے اسی طرح دُور باش دِل بھی علماءِ شریعت کی تقلید کر کے اُن سے سیرابی حاصل کرسکتا ہے۔ اور جس نے اپنے مخصوص بندوں میں سے جس پر چاہا چشمہ شریعت اور تمام ان احادیث و آثار سے آگاہ کرنے کا احسان فرمایا جو بلاد و امصار میں شائع ہیں۔ اور بطورِ کشف اسے شریعت کے اس پہلے دہانے سے آگاہی بخشی جس سے ہر دور اور ہر زمانہ کے اقوال متفرع ہیں، پس جب اس نے کشف اور معائنہ دونوں طریقوں سے تمام اقوال کا چشمہ شریعت سے متصل ہونا دیکھ لیا تو وہ مجتہدین اور مقلدین کے تمام اقوال کے برحق ہونے کا معترف ہوگیا۔ اور اس نے تمام

مجتہدوں کو شریعت کے بڑے چشمہ سے آب گیری کرنے میں باہم شریک بنایا۔ اگرچہ خود اِن مجتہدوں سے نظر بصیرت میں قاصر اور زمانہ کے لحاظ سے مؤخر ہو۔ کیونکہ شریعت ایک بڑے پھیلے ہوئے درخت کی مثل ہے اور علماء کے اقوال شاخیں اور ٹہنیاں ہیں (جب کہ کتاب وسنت اُس کی جڑیں ہیں) اور شاخ بغیر جڑ اور پھل بغیر ٹہنی کے موجود نہیں ہوسکتا۔ جس طرح مکانوں اور عمارتوں کا وجود دیواروں (اور بنیادوں) کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اور اہل کشف کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے علماء شریعت (مجتہدین) کے اقوال میں سے کسی ایک قول کو بھی شریعت سے خارج کیا تو یہ اس کے مرتبۂ معرفت سے قاصر رہنے کی دلیل ہے۔ کیونکہ رسولِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی امت کے علماء کو شریعت کا امین قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں علماء رسولوں کے امانت دار ہیں جب تک بادشاہ سے خلط ملط نہ کر لیں اور یہ امر محال ہے کہ معصوم اپنی شریعت کا امین خائن کو بنائے۔۔۔۔ اور بیشک جو شخص علماءِ شریعت کے کسی قول کو ردّ اور خارج از شریعت کرتا ہے تو گویا وہ اپنا جاہل ہونا پکار کر بتلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے، خبردار گواہ رہو کہ میں جاہل ہوں (ص ۵۶ ج ۱)

لازم:

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں ہر مسلمان کے لئے اِن طریقوں (مذاہب) میں سے ایک طریقہ لازم ہے تاکہ اس کا قلبی اعتقاد زبانی اقرار کے مطابق ہوجائے کہ تمام آئمہ مسلمین اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور جس شخص کی رسائی اس عقیدہ تک بطورِ کشف اور معائنہ کے نہ ہوسکے اس پر واجب ہے کہ بطورِ تسلیم اور ایمان ہی کے اس عقیدہ کو پیدا کرے اور جس طرح ہمیں ان امور میں طعن وتشنیع جائز نہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام لائے حالانکہ اُن کی شریعتیں مختلف ہیں اس لئے اِن مسائل میں بھی طعن روا نہیں جن کو آئمہ مجتہدین نے بطور اجتہاد کے استنباط کیا ہے (ص ۵۷ ج ۱)

بڑی لغزش:

فرماتے ہیں کہ ''مؤمن کامل ضرور اس بات پر ہر طرح یقین رکھتا ہے کہ اگر باری تعالیٰ کو ازل میں اس کا علم نہ ہوتا کہ مؤمنوں کے لئے ان کو مذاہب مختلفہ پر ہی منقسم کرنے میں مصلحت ہے، تو وہ ان مذاہب کو پیدا ہی نہ فرماتا۔ اور نہ ان کو ان مذہبوں پر باقی رکھتا۔ بلکہ ان سب کو ایسے ایک طریقے پر آمادہ کرتا جس سے وہ عدول ہی نہ کر سکتے۔ جس طرح اصل دین سے عدول کرنے کو ناجائز کر دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ **شَرَعَ لَکُم مِنَ الدین مَاوَصّٰی بہ نوحًا والّذی اَوْحَینا الیکَ وَمَا وَصَّینا بہ ابراھیم وَمُوسٰی وعیسٰی اَنْ اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ** اس کو خوب سمجھ لو کیونکہ یہ نفیس مضمون ہے معلوم ہوا کہ اصول دین پر اس کے فروع کو قیاس نہیں کر سکتے تا کہ یوں کہیں کہ اصول میں اختلاف ناجائز تو فروع میں بھی ناجائز ہے کیونکہ ایسا قیاس بہت بڑی لغزش ہے (ص ۶۶ ج ۱) مؤلف حقیقۃ الفقہ بھی اسی بڑی لغزش کا مریض ہے، دیکھو ص ۱۶، یہ بے علم لوگ اصل اور فرع کا فرق بھی نہیں جانتے اور اس بے علمی پر صرف یہی دعویٰ نہیں کہ ہم کتاب وسنت سے براہ راست احکام کا استنباط کر سکتے ہیں بلکہ یہ دعوی ہے کہ جن ائمہ کے مجتہد ہونے پر اُمت کا اجماع ہے ان کی غلطیاں بھی پکڑ سکتے ہیں۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ ایک کلچڑی گنجی کرے ہے حضور بلبل بستان نوا سنجی۔

آہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے زمانہ بھر کا بخیل حاتم کی سخاوت پر اعتراض کرے۔ یا کوئی نامرد ہیجڑا رستم کی پہلوانی کا مذاق اڑائے۔

مثال اول:

ایک شخص بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہا ہے دوسرا بیت اللہ کی طرف یہ گویا اصولی اختلاف ہے دونوں کا قبلہ الگ الگ ہے، ایک شخص بیت کے مشرق کی طرف کھڑا ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھ رہا ہے دوسرا مغرب کی طرف تو یہ اختلاف قبلہ نہیں اختلاف

جہت ہے لکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات ۔

مثال دوم:

ایک آدمی قرآن کی تلاوت کر رہا ہے دوسرا تورات کی یہ دونوں کتابیں ہی الگ الگ ہیں ،ایک آدمی قاری عاصم کی قرأت پر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے دوسرا قاری حمزہ کی قرأت پر تو یہ دونوں قرآن ہی کی تلاوت کر رہے ہیں۔

نصیحت:

فرماتے ہیں ”اب ہر امام کے اس کلام کو جس کی کوئی صریح دلیل قرآن وحدیث میں نہ پاؤ۔ اسی پر قیاس کر کے یقین کرلو کہ کوئی دلیل ضرور ہے۔ جو ہمارے فہم ناقص میں نہیں آتی۔ یہ جائز نہیں کہ اس کے کلام کو مردود یا ضعیف سمجھو کیونکہ تمہارے فہم کو امام کے فہم سے کیا نسبت تمہاری عقل انکی عقل کے بالمقابل مانند غبارِ خاک کے ہے اور وہی زیادہ جاننے والا ہے (ص ۲۷ ج ۱)

قیاس ابلیس:

غیر مقلدین سراپا امتیوں کی رائے اور قیاس میں غرق ہیں، احادیث کے صحیح یا ضعیف کہنے میں وہ مابعد خیر القرون کے امتیوں کی قیاسی آراء کے پابند ہیں، احادیث مذکورہ مسائل کے احکام فرض سنت نفل مباح حرام وغیرہ میں ائمہ مجتہدین کے اجتہادات کے پابند ہیں، اختلافی احادیث کے ردوقبول میں شافعی مقلدین کی آراء کے پابند ہیں، چھ طرف سے قیاسات میں غرق ہونے کے باوجود زبان پر یہی شور ہوتا ہے کہ قیاس کرنا شیطان کا کام ہے۔ اسی بارہ میں امام شعرانیؒ ایک واقعہ درج کرتے ہیں کہ ”ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق اور امام مقاتل بن حیانؒ اور چند بزرگ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اللہ کے دین میں قیاس بہت کرتے ہیں حالانکہ اس قیاس کا بانی ابلیس لعین ہے تو مناسب ہے کہ آپ ہرگز قیاس نہ کریں تو آپؒ نے فرمایا کہ میں جو کہتا ہوں وہ قیاس نہیں ہوتا بلکہ وہ سب قرآن شریف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ما فرّطنا فی

الکتاب من شیٔ ۔ ہم نے قرآن شریف میں کسی شے کے بیان کو نہیں چھوڑا۔ تو جو کچھ میں کہتا ہوں وہ واقع میں قیاس نہیں ہوتا۔ بلکہ اس انسان کے نزدیک قیاس ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف سمجھنے کا ملکہ عنایت نہیں فرمایا (ص ۸۵ ج۱)

مذہب امام:

امام شعرانیؒ امام ابو مطیع بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ یہ تو فرمائیں کہ اگر کسی امر میں ایک آپ کی رائے ہو اور اسی امر میں حضرت ابو بکرؓ کی کچھ اور رائے ہو تو کیا آپ اپنی رائے کو چھوڑ کر ان کی رائے کو اختیار کر لیں گے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا "ضرور" پھر میں نے کہا کہ اگر آپ کی رائے کے مقابلہ میں حضرت عمر فاروقؓ کی کچھ اور رائے ہو تو اپنی رائے چھوڑ دو گے؟ آپ نے فرمایا ضرور چھوڑ دونگا۔ **علی ھذاالقیاس** حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور سوائے انس بن مالکؓ، ابو ہریرہؓ اور سمرہ بن جندبؓ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے بالمقابل اپنی رائے ترک کر دونگا۔ انتہیٰ۔ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ تینوں حضرات معرفت میں کامل اور مدارک اجتہاد پر مطلع نہیں ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں عدالت نہ ہو اور وہی امام ابو مطیع روایت بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے پاس سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ، جعفر صادق اور بعض فقہاء آئے۔ اور امام صاحب سے کہنا شروع کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں اور ہم کو خوف ہے کہ کہیں یہ کثرت قیاس آپ کے لئے نقصان دہ نہ ہو کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب نے اس بارہ میں جمعہ کے دن صبح سے لے کر دوپہر تک مناظرہ کیا۔ اور اپنا مذہب ان کو بتلایا۔ کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔ اس کے بعد سنت پر، اس کے بعد صحابہؓ کے فیصلوں پر اور جس حکم میں ان سب کا اتفاق ہو اسی کو عملاً مقدم جانتا ہوں اس پر جن میں صحابہ کا اختلاف ہو، البتہ اس اختلاف کی صورت میں (ان میں سے راجح کو اختیار کرنے کے

لئے) مجبوراً قیاس کرتا ہوں ، یہ سن کر وہ سب حضرات کھڑے ہو گئے ۔ اور امام اعظمؒ کے ہاتھ اور گھٹنے کو بوسہ دیا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے کہ آپ علماء کے سردار ہیں ۔ ہمارے سابق قصور کو معاف فرمائیے کہ ہم نے آپ پر اعتراض کیا ۔ ہمیں آپ کے مذہب کا اچھی طرح علم نہ تھا ، آپ نے فرمایا **غفر اللّٰہ لنا و لکم اجمعین** اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو معاف فرمائے ۔ (۶۷ اج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہاء اہل سنت نے اہل بدعت کے غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر امام صاحب پر کچھ اعتراضات کئے ، لیکن جب امام صاحب سے خود ان کے مذہب کی تحقیق کی تو ان اعتراضات سے رجوع کرنے کے ساتھ امام صاحب سے معافی بھی مانگی ۔ لیکن بعض متعصبین نے ، جن میں خطیب بغدادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ، ان پہلے زمانوں کے اقوال کو تلاش کر کے اکٹھا کیا ۔ یہ ضد اور تعصب کی انتہا ہے کہ جن اقوال سے وہ فقہاء و محدثین رجوع کر چکے تھے پھر ان کو اکٹھا کر کے امام صاحب کے سر تھوپا جا رہا ہے ، نہ انسانوں کی شرم ہے نہ خوف آخرت ، مندرجہ بالا ارشادات امام سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ حدیث تو حدیث صحابہ کے اجتہادات کے مقابلہ میں بھی اپنا اجتہاد ترک فرما دیتے تھے لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کا خدا ستیاناس کرے کہ یہ انسان کو دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کرتی ہے ۔ پیر بدیع الدین سندھی نے ایک نئی بدعت کا آغاز کیا کہ امام صاحب کا فلاں فتویٰ فلاں صحابی کے فتویٰ کے خلاف ہے اس طرح کی فہرستیں بنائیں لیکن یہ کام پیر جی نے منکرین قرآن کی تقلید میں کیا ، جب اہل سنت کہتے ہیں کہ دس قاریوں کی صحابہ کی ہی متواتر قرأتیں ہیں تو وہ ادھر قاری عاصم کی متواتر قرأت سے ایک آیت لکھتے ہیں اور مقابلہ میں کسی صحابی کی طرف منسوب کسی شاذ یا منکر قرأت کا ذکر کرتے ہیں اور اس متواتر اور شاذ کے اختلاف کو صحابہ کرام اور قاری عاصم کی قرأت کا مقابلہ بنا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں یہی دھوکا غیر مقلدیت مسلمانوں کو دیتی ہے ۔

مزید وضاحت:

اور خلیفہ ابو منصور نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ تم قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہو، آپ نے جواب میں لکھا کہ اے امیر المؤمنین تم نے غلط سنا ہے بلکہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں اس کے بعد سنت رسول اللہ ﷺ پر اور پھر حضرت ابو بکر صدیق کے فیصلے پر اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے فیصلے پر اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے فیصلے پر اس کے بعد حضرت علی بن ابی طالبؓ کے فیصلے پر پھر باقی صحابہؓ کے فیصلوں پر اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم کسی مسئلہ میں مختلف ہوتے ہیں تو مجبوراً قیاس کرتا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کی نعوذ باللہ اپنی مخلوقات سے رشتہ داری تو ہے ہی نہیں، شاید امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آخری جملہ سے یہ مطلب ہوگا کہ دین خداوندی میں یہ ہرگز جائز نہیں کہ کسی شخص کے قول کی رعایت کی جائے اور دوسرے کی نہ کی جائے بلکہ تمام مخلوق پر امر حق کی بجا آوری واجب اور فرض ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے مطلب کو خوب سمجھتا ہے۔ امام ابو جعفر شیزاماری نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دین میں رائے زنی کرنے سے بریت اس قدر بسیط مضمون میں بیان کی ہے جتنے کی ضرورت نہ تھی اور اسی ضمن میں اس شخص کی خوب تردید کی ہے جس نے امام صاحب کے متعلق یہ طعنہ زنی کی ہے کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں چنانچہ امام ابو جعفر کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے صحیح روایت یہ منقول ہے کہ وہ حدیث کو آثار صحابہ پر مقدم رکھتے ہیں اور جب کسی حکم کو آثار میں بھی نہیں پاتے تو قیاس کرتے ہیں پس یہ بات مسلم ہے کہ آپ اس وقت قیاس کرتے ہیں جب کسی حکم کو نہ تو کتاب اللہ میں پاتے ہیں نہ حدیث رسول اللہؐ میں اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلوں میں، امام صاحبؒ کے طریقہ استنباط کے متعلق یہ نقل بالکل صحیح ہے (بلکہ ہمارے اصول میں متواتر ہے) اسی پر اعتماد کرو اور اپنی آنکھوں اور کانوں (اور زبان وقلم) کی حفاظت کرو۔ پھر امام ابو جعفرؒ کا بیان ہے کہ قیاس کرنے میں کچھ امام صاحبؒ ہی نرالے نہیں ہیں بلکہ ضرورت اور دشواری

کے وقت تو تمام علماء ہی قیاس کرتے ہیں اور ضرورت یہ ہوتی ہے کہ جب کسی مسئلے کے حکم کو قرآن شریف یا سنت یا اجماع یا صحابہؓ کے فیصلوں میں منصوص نہیں پاتے تو پھر مجبوراً قیاس کو اختیار کرتے ہیں الغرض تمام آئمہ کے مقلدین ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ تک قیاس کرتے چلے آئے ہیں لیکن اسی ضرورت کے وقت اور پھر کسی کو ان میں سے اس قیاس پر انکار کرتے نہیں دیکھا بلکہ اور قیاس کو ادلہ اربعہ میں سے ایک دلیل قرار دیا ہے بایں ترتیب کہ اول قرآن شریف پھر حدیث رسول پھر اجماع امت پھر قیاس اور حضرت امام شافعیؒ خود فرماتے ہیں کہ جب ہم کو کسی مسئلہ میں کوئی دلیل نہ ملے گی تو ہم دوسرے کسی مسئلہ پر اس کو قیاس کریں گے (انتہی) اگر کوئی شخص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کرے کہ وہ قیاس پر عمل کرتے ہیں تو یہ اعتراض دوسرے اماموں پر بھی لازم آتا ہے کیونکہ وہ سب امام صاحبؒ کے ساتھ قیاس کرنے میں شریک ہیں لیکن اسی ضرورت مذکورہ کے وقت (ص ۱۷۷ ج ۱)

شوریٰ:

امام شعرانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں ”ان کی یہ شان تھی کہ جب وہ کسی مسئلہ کو قرآن سے یا حدیث مستنبط کرتے تھے تو اس کی تدوین کا حکم نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ ایک مجلس علماء (مجتہدین) کی قائم کرتے اور پھر ان سے دریافت کرتے تھے کہ کیا تم اس مسئلہ کو پسند کرتے ہو، اگر وہ کہہ دیتے کہ ہاں تو ابو یوسف اور محمد بن حسن رحمہما اللہ کو اس مسئلہ کے لکھنے کا حکم فرماتے تھے اور اگر وہ مجلس اس کو ناپسند کرتی تو امام صاحب بھی اس کو چھوڑ دیتے تھے اور ہمارا تمام مجتہدین کے بارہ میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ شریعت میں اپنی جانب سے کوئی قول تب استنباط کرتے ہیں جب اس میں شارع کی طرف سے کوئی تصریح نہیں پاتے“۔ (ص ۱۲۱ ج ۱)

مقام امام عالی مقام:

یاد رہے علامہ شعرانی حنفی نہیں ہیں بلکہ امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور یہ اُن سب لوگوں

سے متأخر ہیں جنہوں نے امام صاحب پر بے بنیاد الزامات لگائے جیسے خطیب بغدادی وغیرہ جن کے حوالے اصاغر غیر مقلدین آج نقل کرکے امام صاحبؒ پر بدزبانی کرتے اور **لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا** کا مصداق بنتے ہیں، امام ابوجعفر شیزاماری امام الاولیاء حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھےکہ امام ابوحنیفہ اورع الناس (سب سے زیادہ متقی) تھے اور سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے زیادہ اکرام کرنے والے اور سب سے زیادہ دین میں محتاط اور دین خداوندی میں قول بالرأی سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے اور آپ کا دستور تھا کہ کسی مسئلہ علمی کو اس وقت تک نہ لکھواتے تھے جب تک اپنے سب اصحاب کو ایک مجلس میں جمع کرکے ان کی رائے نہ لے لیتے، جب وہ سب اس کے موافق شریعت ہونے کی شہادت دیتے تو پھر اس کو قلمبند کرواتے اور ابو یوسف کو لکھنے کا فرماتے، اب تم اے صاحبو! اس بابرکت امام کے زہد اور اس امر کو ملاحظہ کرو کہ وہ خدا تعالیٰ سے کس قدر ڈرتے تھے اور شریعت میں کسی ایسے امر کی زیادتی سے کس قدر احتیاط کرتے تھے جو شریعت کے خلاف ہو، امام ابراہیم مخزومیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ساری عمر میں کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ سے بڑا زاہد عابد متورع اور عالم نہیں دیکھا۔ رئیس المحدثین امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ گیا اور وہاں جاکر وہاں کے باشندوں سے دریافت کیا کہ تمہارے شہر میں سب سے بڑا عالم کون ہے تو سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پھر میں نے کہا کہ سب سے زیادہ متقی کون ہے انہوں نے امام اعظم کا ہی نام لیا، میں نے دریافت کیا سب سے زیادہ زاہد اور سب سے بڑا پرہیز گار کون ہے انہوں نے پھر انہی کا نام لیا، پھر میں نے دریافت کیا کہ اچھا تمہارے شہر میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور علمی مشاغل سے دلچسپی رکھنے والا کون ہے انہوں نے جواب میں امام صاحب ہی کو بتلایا، غرض میں جس عمدہ خصلت اور خلق والے آدمی سے سوال کرتا تھا تو وہ جواب میں یہی کہتے تھے کہ ہم امام صاحب کے سوا کسی اور میں نہیں پاتے اور حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ علیہ امام صاحب رحمہ اللہ کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے اور بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے

کہا کرتے تھے کہ کون شخص ہے جو تقویٰ میں امام صاحب کی برابری کرسکتا ہے جس کے تقویٰ اور احتیاط کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی آپ سے کپڑا خرید کرلے جاتا اور اس کی قیمت اپنے غلہ میں ملادی ہوتی تو اتفاق سے کبھی کپڑا واپس کرنے آجاتا تو اس کو واپس کرلیتے اور اس شخص کو تمام غلہ اٹھا کردے دیتے اور فرمادیتے کہ چونکہ تیرے دراہم غلہ میں مل جانے کی وجہ سے متعین نہیں رہے اس لئے یہ سب لے جا اور میں تجھ سے ان کا نہ دنیا میں دعویدار ہونگا نہ آخرت میں طلب گار ہونگا، ہم نے آج تک ایسا تقویٰ کسی کا نہیں دیکھا سوائے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے، ایک مرتبہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ریشمی کپڑوں کے فروخت کرنے کا ایک شخص کو وکیل بنایا، ان کپڑوں میں ایک کپڑا عیب دار تھا اس لئے اس وکیل کو ہدایت کردی کہ تو جب اس کو فروخت کرنے لگے تو اس کا یہ عیب ضرور ظاہر کردینا، اتفاقی امر کہ اس نے وہ کپڑا فروخت کردیا اور عیب بتلانا اسے یاد نہ رہا اور اس کی قیمت بھی دوسرے کپڑوں کی قیمت میں ملادی جب امام صاحبؒ کو اس کا پتہ چلا تو تمام کپڑوں کی قیمت فقراء اور مساکین اور حاجت مندان اہل جزیہ پر خیرات کردی، حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے قرضدار کے دیوار کے سایہ میں بھی نہ بیٹھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا اس شخص پر قرض ہے اور آنجناب رسول اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ جو قرض مقروض سے نفع دلائے وہ سود ہے اور اس کی دیوار کے سایہ میں میرا بیٹھنا نفع سے خالی نہیں اس لئے میں نہیں بیٹھتا، امام موصوف کے باریک تقوے کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوجعفر منصور خلیفۃ المسلمین نے جب امام صاحب کو فتویٰ دینے سے روک دیا تو ایک دفعہ رات کے وقت آپ کی صاحبزادی نے دریافت کیا کہ وہ خون جو مسوڑھوں سے نکلے وضو کو توڑ دیتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ صبح کو حماد سے پوچھ لینا کیونکہ میرے امام نے مجھے فتویٰ دینے اور مسائل بتانے سے منع کیا ہے اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہونا چاہتا جو غائبانہ امام کی خیانت کرتے ہوں۔ خلیفہ ابوجعفر نے جب آپ کو فتویٰ دینے سے منع کیا تھا تو اسوقت وہ آپ کے کمالات علمیہ سے واقف نہیں تھا اور نہ آپ کی اس سے ملاقات ہوئی تھی، ابونعیم نے امام موصوف سے روایت کی ہے کہ آپ نے پچاس سال صبح کی

نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور رات کو زمین پر پہلو رکھ کر تو کبھی بھی نہیں سوئے، البتہ ظہر کی نماز پڑھ کر ایک لحظہ کے لئے بیٹھے بیٹھے سو رہتے تھے، اور یہ روایت ثقات سے پہنچی ہے کہ جب آپ نے قاضی بننے سے انکار کیا تو آپ کے جسم اطہر پر تازیانے لگائے گئے اور پھر آپ کو قید کر دیا گیا، آپ نے ان مصائب کو قضا کے اختیار کرنے پر ترجیح دی اور آپ کو قضا کے اختیار کرنے پر اس وجہ سے مجبور کیا گیا تھا کہ جب آپ کے زمانے کے قاضی کا انتقال ہو گیا تو خلیفہ نے اپنے ملک میں ایسے شخص کی تلاش شروع کر دی جس کو قاضی مرحوم کے قائمقام کیا جا سکے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی روشنی اور کثرت ورع اور آپ کی پاک دامنی اور خوف الٰہی کی وجہ سے کوئی شخص آنکھوں میں نہ سمایا اور مشہور یہ ہے کہ امام صاحب نے قید خانہ میں ہی وفات پائی (انا للہ وانا الیہ راجعون)

نوٹ:

امام صاحب قاضی نہ بنے مگر آپ نے قانون اسلامی کو اتنا مکمل اور جامع طور پر مدون کر دیا کہ قیامت تک بننے والے قاضی آپ کی فقہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، امام صاحب نے خلیفہ کے فتویٰ دینے سے منع پر کس طرح امام کی اطاعت کی پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ وہ اسلامی خلفاء پر خروج کے قائل تھے۔

عوام اور تقلید:

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تو واضح فرما دی کہ مجتہد پر واجب ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور آئمہ مجتہدین اپنے مجتہد شاگردوں کو بھی تقلید سے منع کرتے تھے اور ایسا کامل ولی جو صاحب کشف تام ہو کر براہ راست سرچشمہ محمدی پر پہنچ جائے وہ بھی اس چشمہ کے پانی کے لئے کسی نہر کا محتاج نہیں رہتا، اس غیر مقلد یوسف جے پوری نے ایسی عبارات نقل کر کے جن میں مجتہدین یا صاحب کشف تام کا ذکر ہے۔ ان کو بے موقع استعمال کیا ہے کہ عوام کو اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید حرام ہے اور عوام کے لئے وجوب تقلید کی صریح عبارات کو بالکل چھپا گیا ہے وہ مطالعہ فرمائیں۔

(۱)...... اور میں نے اپنے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا...... اگر کوئی سوال کرے کہ کیا اس شخص کے واسطے جو شریعت کے چشمہ سے واقف نہیں ہے کسی معین مذہب کا مقلد ہونا جائز ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں بلکہ واجب ہے تا کہ خود بھی گمراہ نہ ہو اور دوسرے کو بھی گمراہ نہ کرے۔ (ص۹۲ ج۱)

(۲)...... اگر کوئی کہے کہ جب ولی تقلید چھوڑ دے، اور تمام مذاہب کو یقینی اور کشفی طور پر ایک دریا سے نکلتے دیکھ کر اس بات کا یقین کر لے کہ تمام مذاہب صحیح ہونے میں برابر ہیں۔ تو مرید کو کسی معین مذہب کی تقلید کا حکم کیونکر دے سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مرید کو اس کا حکم کیا جانا اس کے لئے رحمت ہے اور مقصود کے قریب ہو جانے کا باعث ہے تا کہ اس کی دلجمعی ہو اور ایک ہی مذہب میں رہ کر سلوک کا راستہ طے کر لے اور شریعت کے اس سرچشمہ تک بہت جلد پہنچ جائے جہاں سے اس کے امام نے اپنے مذہب کو حاصل کیا ہے۔ (ص۹۳ ج۱)

(۳)...... علاوہ بریں بات یہ ہے کہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرنے میں اس امام کی ہتک ہے جس کے مذہب کو چھوڑا ہے۔ (ص۹۴ ج۱)

(۴) تقلید شخصی کا فائدہ:

میں نے اپنے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ علماء شریعت نے طالب علم کو ایک معین مذہب کی پیروی کا حکم اور علماء حقیقت نے مرید کو ایک معین شیخ کی پیروی کا امر محض اس وجہ سے دیا ہے تا کہ مقصود کا راستہ نزدیک ہو جائے کیونکہ شریعت کے سرچشمہ یا خدا تعالیٰ کے دربار معرفت کی مثال ہتھیلی کی سی ہے اور مجتہدین کے مذاہب اور شیوخ کے طریقوں کی مثال انگلیوں کی سی ہے اور کسی مذہب کے ساتھ مشغول رہنے یا کسی شیخ کے طریق حاصل کرنے کے زمانوں کی مثال ایسی ہے جیسے انگلیوں کے پوروں کی گرہیں اس شخص کے واسطے جو انگشت کے سرے سے چھونے کی ابتداء کرتا ہوا ہتھیلی تک پہنچنا چاہے کیونکہ ہر گرہ انگشت کی بمنزلہ چشمۂ شریعت یا معرفت خداوندی کے ثلث راستہ کی ہے کیونکہ ہر انگشت میں تین گرہیں ہیں ان کے بعد مقصد ہے جس کی مثال ہتھیلی کی سی ہے تو جب مرید

کے سلوک اور طالب علم کی عبادت اور اصل مقصود یعنی چشمہ شریعت یا معرفت خداوندی تک پہنچنے کی مدت مثلاً تین سال ہوں تو اگر یہ مرید یا طالب علم ایک معین شیخ کی اتباع میں یہ تینوں سال گزار دے گا تو ایک دن ضرور مقصد تک پہنچے گا برخلاف اس شخص کے جو ایک سال ایک مذہب یا ایک شیخ کی پیروی کرتا رہے پھر دوسرے سال دوسرے کی پیروی اختیار کرے اور تیسرے سال تیسرے کی تو اس نے ایک مذہب یا ایک شیخ سے رجوع کر جانے اور دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کے سبب سے مقصد کو فوت کر دیا اس لئے کہ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ ایک شیخ یا مجتہد دوسرے کے مذہب پر بنا نہیں کرتا یعنی یہ مطلب کہ جس قدر راستہ وہ طے کر چکا ہے اس کو باقی رکھ کر وہیں سے آگے چلائے ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کو لوٹا کر لبِ راہ لے جاتا ہے تو گویا وہ شخص تینوں سال پہلی ہی گرہ پر مقیم رہا ان تین گرہوں میں سے جن کی ہر گرہ بمنزلہ ثلث راستہ کی ہے اور اگر وہ شخص ایک ہی شخص پر مداومت کرتا تو ضرور اتنی مدت میں مقصد تک پہنچ جاتا۔ اور شریعت کے بڑے چشمہ پر جا کر ٹھہرتا اور تمام مذاہب کی حقانیت کا معترف ہو جاتا پس سمجھ لو والحمد للہ رب العالمین (ص ۹۵ ج ۱) معلوم ہوا کہ منزل مقصود چشمہ شریعت محمدیہ ہے اور یہ چار مذاہب اس منزل کے چار راستے ہیں جو ایک راستے پر منزل کی طرف چلے ہر قدم اسے منزل کے قریب کرے گا اور وہ آخر منزل تک پہنچ جائے گا۔ جو ایک راستے سے دوسرے راستے کی طرف چلے وہ بھی وقت ضائع کرنے والا ہے لیکن جو سرے سے راستہ پر ہی نہیں آیا وہ منزل مقصود پر کیسے پہنچے گا۔

مجتہد واسطہ فی التفہیم:

امام شعرانی فرماتے ہیں ہر مجتہد کلامِ شارع کے مقتضا کے تابع ہے جس کا استنباط اس کلام سے لازمی ہو اور مجتہد کے کلام کا اصل مقصود شارع کے کلام کو ایسی زبان میں وضاحت سے بیان کرنا ہے جس کو عام لوگ بھی سمجھ سکیں (ص ۱۰۰ ج ۱) یعنی مجتہد اپنی نہیں سناتا بلکہ صرف اللہ رسول کی بات سمجھاتا ہے، وہ شارع نہیں ہوتا البتہ شارع کے کلام کا شارح ہوتا ہے۔

تقلید شخصی:

اور میرے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب ان سے کوئی انسان یہ سوال کرتا کہ کسی معین مذہب کی پابندی آجکل واجب ہے یا نہیں تو اس کو یہ جواب دیتے تھے کہ تجھ پر مذہب معین کی پابندی واجب ہے جب تک کہ تو شریعت کے چشمہ اولیٰ کا مشاہدہ نہ کرلے کیونکہ قبل ازیں مذہب معین کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں تیرے گمراہ ہوجانے کا خوف ہے اور فی زمانہ لوگوں کا اسی پر عمل ہے (۱۱۸ ج ۱) پھر فرماتے ہیں تم کو ہرگز جائز نہیں کہ ایک معین مذہب کی پابندی سے منع کرو۔ (ص ۱۱۹ ج ۱)

نوٹ:

دنیا کے اکثر ممالک میں جس طرح دس مختلف قرأتوں میں سے عموماً ایک ہی قرأت رائج ہے اس لئے پورے ملک والے اسی ایک ہی قرأت پر تلاوت کرتے ہیں اور پختہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے پورے قرآن کی تلاوت کرلی ہے کوئی یہ نہیں کہتا کہ جس نے دس قرأتوں میں سے ایک قرأت پر پورے قرآن کی تلاوت کی اس نے صرف دسواں حصہ قرآن پڑھا اور معاذ اللہ نو حصے قرآن ضائع کردیا، اسی طرح ہر ملک میں سنت نبوی کے چار متواتر مذاہب میں سے ایک ایک مذہب ہی رائج ہے اور اس ایک مذہب پر عمل کرنے سے پوری اور مکمل سنت پر عمل ہوجاتا ہے، یہ کہنا کہ ایک مذہب پر عمل کرنے سے چوتھائی سنت پر عمل ہوتا ہے ایسی ہی حماقت ہے جیسے کوئی کہے کہ ایک قرأت پر قرآن کی تلاوت کرنے سے صرف دسواں حصہ قرآن کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے اس لئے یہاں ایک ہی قرأت اور ایک ہی مذہب ہے، ہاں اگر کوئی ایسا علاقہ فرض کیا جاوے جہاں دسوں قرأتیں پڑھی جارہی ہوں تو وہاں کسی شرعی مجبوری سے دوسری قرأت پر بھی تلاوت جائز ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی علاقہ ایسا فرض کیا جاوے جہاں چاروں مذاہب کے مدارس اور مفتی صاحبان ہوں اور چاروں پر عمل جاری ہو تو وہاں بھی مقصد تک پہنچنے کے لئے ایک ہی معین مذہب کی تقلید واجب ہوگی مگر کسی شرعی مجبوری کی بناء پر دوسرے مذہب پر بھی عمل جائز ہوگا البتہ مذاہب کو

کھلونا سمجھ کر ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا نا جائز ہے (ملخصاً ۱۲۹ ج ۱)

امام شعرانی نے دس صدیوں میں سے صرف تیرہ آدمیوں کے نام لکھے ہیں جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں گئے لیکن پہلی دس اسلامی صدیوں میں ایک بھی نام نہیں لکھا جس نے سب مذاہب کو چھوڑ کر لامذہب غیر مقلد ہونے کا اعلان کیا ہو۔ (ص ۱۲۷، ۱۲۸ ج ۱)

اصحاب سنن:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب سنن قرآن شریف کے زیادہ جاننے والے ہیں، خطابی کا قول ہے کہ اصحاب سنن سے حدیث کے حفاظ اور اس کے سمجھنے والے مراد ہیں جس طرح آئمہ مجتہدین اور ان کے کامل متبعین (مقلدین) کیونکہ یہی لوگ ان احکام کو خوب سمجھتے ہیں جن کو احادیث متضمن ہیں (ص ۱۵۴ ج ۱) ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ حدیث کے علماء ہر زمانہ میں ایسے ہیں جیسے اہل ادیان کے مقابلہ میں اہل اسلام اور یہاں علماء حدیث سے وہ لوگ مراد ہیں جن میں اہل سنت فقہاء بھی داخل ہیں اگرچہ وہ حدیث کے حافظ نہ ہوں۔ (ص ۱۵۷ ج ۱)

فرمان امام احمد:

خود ساختہ اہل حدیث نے امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ نہ میری تقلید کرو نہ مالک کی اور نہ اوزاعی کی۔ بلکہ تم بھی وہیں سے استنباط کرو جہاں سے انہوں نے کیا ہے (میں امام شعرانی کہتا ہوں) آپ کا یہ کلام اسی شخص پر محمول ہے جس کو قرآن کریم وحدیث شریف سے احکام کے استنباط کی قدرت ہو ورنہ علماء نے تصریح کی ہے کہ عامی پر تقلید واجب ہے تاکہ دین میں گمراہ نہ ہو جائے (ص ۱۶۹ ج ۱) آخری عبارت خود ساختہ اہل حدیث نے نقل نہیں کی۔

مسند امام اعظمؒ:

امام شعرانی شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا احسان ہوا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تینوں مسندوں کے صحیح نسخوں کا جن پر حفاظ حدیث کے دستخط ہیں اور

سب سے آخر حافظ دمیاطیؒ کا نام ہے خوب مطالعہ کیا، ان میں غور کرنے سے معلوم ہو کہ امام صاحب حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے مگر تابعین سے جو عدالت اور ثقاہت میں ممتاز ہیں اور یہ شہادتِ رسول اکرم ﷺ خیر القرون میں داخل ہیں مثلاً اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان کے درجہ کے راوی رضی اللہ عنہم اجمعین تو جس قدر راوی امام صاحبؒ اور رسول خدا ﷺ کے درمیان ہیں وہ سب ثقہ اور عادل اور عالم اور خیار ناس میں سے ہیں، نہ ان میں کوئی کاذب (جھوٹا) ہے اور نہ ہی دروغ گوئی سے متہم، اور کیا چیز مانع ہے تم کو ان حضرات کی عدالت کے اعتراف سے جن سے احکام دینیہ حاصل کرنے میں ابوحنیفہ جیسا شخص راضی ہے جس کے تقویٰ اور پرہیزگاری اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے اوپر شفقت کی انتہا نہیں (ص ۱۸۱ ج ۱) پھر فرماتے ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ جب تم کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں کوئی دلیل ضعیف نہیں ہے کیونکہ آپ کے اور رسول خدا ﷺ کے درمیان کے راوی صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم ہیں اور وہ سب کے سب جرح قدح سے صحیح سالم ہیں تو پھر کیا وجہ ہے جو بعض حفاظ حدیث نے امام صاحب کی بعض دلیلوں کو ضعیف کہا ہے تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے تو جواب یہ ہے کہ ہم پر واجب ہے کہ جن راویوں کی وجہ سے حفاظ نے حدیث کو ضعیف بتایا ہے ان سے وہی راوی مراد لیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس حدیث کی روایت کرنے والے پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے امام صاحب کے طریق کے علاوہ دوسرے طریق کو اختیار کیا ہے کیونکہ امام صاحب کی تینوں مسندوں میں جس قدر احادیث موجود ہیں وہ سب صحیح ہیں اس لئے کہ اگر وہ صحیح نہ ہوتیں تو وہ ہرگز ان سے استدلال نہ کرتے اور امام صاحب سے نیچے کی سند میں کسی راوی کا کاذب ہونا یا دروغ گوئی سے متہم ہونا کوئی نقص پیدا نہیں کرتا ہمارے واسطے اس حدیث کی صحت کی دلیل یہ ہی کافی ہے کہ مجتہدین نے اس سے استدلال کیا ہے (ص ۱۸۵ ج ۱)

نوٹ:

امام صاحبؒ اور رسول اقدس ﷺ کے درمیان جتنے راوی ہیں وہ سب کے سب خیر القرون کے راوی ہیں جنکی تعدیلِ عام خود رسول اقدس ﷺ نے فرمادی اور تعدیل خاص خود امام صاحب نے فرمادی کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں وہ حدیث لیتا ہوں جس کو ثقات نے ثقات سے روایت کیا ہو (مناقب ذہبی) ان کی تعدیلِ کے مقابلہ میں کسی کی جرح کا اعتبار ہی نہیں ، رہے امام صاحب کے بعد کے راوی تو ان کو بھی محدثین نے بلاوجہ ضعیف کہا ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں پر جب آزمائش آئی تو ان کو سزائیں دینے والے قاضی اکثر عقیدۃً معتزلی اور فروعاً حنفی تھے ، ان کی وجہ سے تمام احناف پر محدثین نے بلاوجہ جرحیں شروع کردیں جو تعصب پر مبنی تھیں اور وہ قابل اعتماد نہیں کیونکہ ان متعصب محدثین کے مقابلہ میں فقہاء احناف ہمیشہ ان احادیث سے استدلال کرتے رہے جو ان کی طرف سے تعدیل ہے۔

امام سبکی کی نصیحت:

امام شعرانیؒ امام سبکی سے نقل فرماتے ہیں ''اے سیدھے راستے کے طلبگار! تیرے لئے مناسب ہے کہ تو تمام گذشتہ آئمہ کے ساتھ ادب کا راستہ اختیار کرلے اور ان کے اندر جس نے کچھ کلام کیا ہو، اس کلام کی جب تک کوئی واضح دلیل نہ ہو اس وقت تک اس کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہو پھر تو اگر اس کلامِ کی کوئی تاویل اور کوئی صورت اس کے ساتھ حسن ظن کی پیدا کرسکتا ہے تو کر ورنہ تو ان کے باہمی نزاعات سے گریز اور پہلو تہی کر۔ کیونکہ تو ایسے مشاغل کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ تو مقاصد دینیہ کی بجا آوری میں مشغول رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے (آگے کہتے ہیں) کہ میرے نزدیک طالب رشد وہدایت اس وقت تک دانا اور عقل مند ہے جب تک ان واقعات میں کھود کرید نہ کرے جو اماموں کے آپس میں وقوع پذیر ہوئے ہیں ورنہ قلب میں کدورت اور چہرے پر سیاہی آجانے کا اندیشہ ہے۔ تو اپنے آپ کو بچاؤ اور پھر بچاؤ ان امور سے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان

ثوریؒ کے درمیان اختلاف پیش آئے ہیں یا امام مالک اور ابن ابی ذئب یا احمد بن صالح اور شعبی یا احمد بن حنبل اور محاسبی کے مابین ظاہر ہوئے۔ اسی طرح شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور شیخ تقی الدین صلاح کے زمانہ تک جو باہمی نزاعات صادر ہوئے ہیں، ان سے گریز کرو ورنہ اگر ان میں کھود کرید کرو گے تو تمہاری ہلاکت کا اندیشہ ہے، کیونکہ یہ گروہ کا گروہ عالم ہے اور ان کے ہر قول کا ایک محمل ضرور ہے جس کو ان کے سوا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا، تو ہم کو سوائے اس کے کہ ہم ان سے راضی رہیں اور ان کے مکالمات میں سکوت کریں جیسا کہ صحابہ کرام کے باہمی مکالمات میں سکوت کرتے ہیں اور کچھ نہ کرنا چاہیے۔ (۱۸۴ ج ۱) مشاجرات صحابہ کرام اور اختلافات آئمہ دین میں یہی طریق اسلم ہے، اللہ ہم سب کو اس پر چلنے کی توفیق دیں۔

سند اور تعامل:

جس طرح صحابہ کرامؓ پورے قرآن کی تلاوت کرتے تھے مگر ایک صحابی سے بھی پورا قرآن سند کے ساتھ مروی نہیں اسی طرح تمام صحابہ کرام مکمل نماز ادا فرماتے مگر ایک صحابی سے بھی مکمل نماز سند کے ساتھ مروی نہیں، کیونکہ اس وقت مدار تعامل پر تھا نہ کہ سند پر۔ تابعین کے آخری دور میں تعامل کے ساتھ سند کا رواج بھی ہوا۔ لیکن اگر کہیں تعامل اور سند میں ٹکراؤ ہو جاتا تو مدار تعامل پر رکھا جاتا، اور تعامل سے مراد تعاملِ فقہاء تھا تعامل دیکھئے امام مالکؒ نے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر اپنی کتاب موطا مرتب فرمائی۔ پھر اس کو مدینہ منورہ کے ستر فقہا پر پیش فرمایا، امام شافعی نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب موطا امام مالک ہے۔ اس کے باوجود امام لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ موطا کی ۷۰ احادیث پر امام مالکؒ نے خود عمل نہیں کیا، وجہ یہی تھی کہ ان کی سند کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو لیکن تعامل مستفیض کے خلاف تھیں تو تعامل کو ترجیح دی گئی اور ان احادیث پر عمل ترک کر دیا گیا، امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کا یہی اصول ہے کہ جو سند تعامل مستفیض کے خلاف ہو وہ شاذ ہے، جس طرح جو قرأت کے خلاف ہو اگرچہ باسند ہو وہ شاذ ہے، یہ دونوں امام اس اصول کے سختی سے پابند ہیں کہ جو اعمال روزمرہ پیش آتے ہیں ان کا ثبوت خیر القرون میں درجہ شہرت

میں ہونا ضروری ہے خواہ سند سے، یا تعامل سے۔ تواتر عملی کے خلاف کوئی حدیث ہو تو اس کو ماننے سے صحابہ کرامؓ اور تابعین پر عملی کوتاہی کا الزام لگتا ہے۔ البتہ خیر القرون کے ختم ہونے کے بعد والوں کا تعامل چونکہ حجت نہ رہا، تو محدثین مابعد خیر القرون نے مدار سند پر رکھ دیا اس لئے اگر کوئی صحیح سند ان کو ایسی مل جاتی جو ان کے زمانہ کے تعامل کے خلاف ہوتی تو وہ سند کو ترجیح دیتے لیکن فقہاء خصوصاً احناف و مالکیہ خیر القرون کے تعامل کو ساتھ دیکھتے اور کہتے کہ یہ دونوں تعاملوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے، شوافع اور حنابلہ متأخرین کا عمومی رجحان محدثین کی طرف رہا۔ جبکہ احناف اور مالکیہ تعاملِ خیر القرون کے ساتھ منسلک رہے اور ایسی احادیث کو شاذ قرار دیتے رہے۔ امام شعرانی بھی چونکہ شافعی ہیں، ان کا رجحان بھی محدثین مابعد خیر القرون کی طرف ہے۔ اس لئے لکھ دیا کہ جو احادیث ائمہ کے وصال کے بعد ملیں اگر امام صاحب اس دور تک زندہ رہتے تو اپنے قیاس کو چھوڑ کر ان احادیث کو قبول فرما لیتے یہ شافعی سوچ ہے۔ وہ احادیث امام صاحب کے قیاس کے خلاف نہیں بلکہ خیر القرون کے مستفیض تعامل کے خلاف ہیں اور شاذ ہیں، اس لئے یہ کہنا کہ وہ اخبار احاد قیاس کے خلاف ہیں، بات صحیح نہیں۔ بلکہ تعامل خیر القرون کے خلاف ہیں، اس لئے شاذ ہیں۔ اور یہ مفروضہ کہ امام صاحب کو ملی نہیں اس لئے انہوں نے عمل نہیں کیا یہ بھی ایک خیال ہے، دیکھو امام مالک کو وہ ۷۰ احادیث ملیں لیکن تعامل اہل مدینہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے انہوں نے عمل نہیں کیا پھر یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام شعرانی کے ہاں تو مجتہد تمام احکام شریعت صرف سورت فاتحہ سے نکال سکتا ہے بلکہ اس سے بھی ترقی کر کے قرآن پاک کے ایک حرف سے تمام احکام شریعت نکال لیتا ہے (ص ۱۲۲ ج ۱) اور امام صاحبؒ کامل ترین مجتہد بھی تھے۔ اور قرآن پاک تو اتنا یاد تھا کہ روزانہ ختم فرماتے تھے تو ان کو ایسی شاذ روایات کی ضرورت ہی کیا تھی چنانچہ قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں **فایاک و شاذ الحدیث و علیک بما علیه الجماعة من الحدیث وما یعرفه الفقهاء وما یوافق الکتاب و السنة** (والرد علی سیر الاوزاعی ص ۳۱) کہ شاذ احادیث

سے بچ جاؤ اور ایسی احادیث پر عمل کرو جس پر جماعت نے عمل کیا ہو اور جس کو فقہاء پہچانتے ہوں اور وہ جو کتاب وسنت کے موافق ہو۔ بلکہ جس طرح قرآن پاک کی شاذ قرأت اگر چہ بخاری مسلم کی سند سے متفق علیہ ہو تو بھی متواتر قرآن کے مقابلہ میں چھوڑ دی جائے گی مثلاً بخاری مسلم کی متفق علیہ سند سے **وانذر عشیرتک الاقربین** کے ساتھ **ورھطک من المخلصین** بھی ہے اور **تبت یدا ابی لھب و تبّ** کے بعد **قد تب** بھی ہے۔ لیکن کوئی ان کو قرآن میں شائع نہیں کرتا۔ یہی حال عملی تواتر کے خلاف شاذ احادیث کا ہے۔

امام طبریؒ

آپ کا نام محمد بن جریر بن کثیر طبریؒ ہے۔ آپ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ چوٹی کے علماء میں سے ایک عالم، امام اور علم کا منفرد پہاڑ ہیں۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ آپ اماموں میں بلند مرتبہ امام تھے۔ آپ نے قرآن پاک کی بہت جامع تفسیر لکھی۔ ایک جامع تاریخ لکھی اور فنِ حدیث میں تہذیب الآثار لکھی، فرغانی فرماتے ہیں کہ آپ نے بغداد میں دو سال امام شافعیؒ کے مسلک کی خوب اشاعت کی اور خود بھی اسی مسلک کی تقلید کرتے رہے۔ پھر جب ان کے علم میں وسعت پیدا ہوئی اور اجتہاد کے دائرہ میں قدم رکھا تو کسی خاص مسلک کی تقلید سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنے اجتہادات پر عمل کرنے لگے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹۵ ج ۲) علامہ شعرانیؒ شیخ جلال الدین سیوطی سے نقل کرتے ہیں ”حضراتِ آئمہ مجتہدین کے بعد امام ابن جریر طبری کے سوا کسی اور نے اجتہادِ مطلق کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن لوگوں نے ان کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا (میزان شعرانی ص ۸۰ ج ۱) امام طبریؒ کی وفات ۳۱۰ھ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیسری صدی میں ہی تقلید شخصی مسلمانوں میں اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ امام ابن جریر طبری جیسے علم کے پہاڑ کو بھی آئمہ کی تقلید سے نکل کر دعویٰ اجتہاد کرنا مسلمانوں کے لئے بالکل ناقابلِ برداشت تھا۔ مگر آج کے شر القرون کا حال بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے یہ ہے کہ۔ ع

ہر لئیمے رازِ دارِ دیں شدہ ست

ایک علمی مسئلہ:

فوجی سپہ سالار ابن منجو کہتے ہیں کہ مجھے ابن مزدق کے غلام نے بتایا کہ ایک دفعہ میرے آقا نے ایک لونڈی خریدی اور اس سے میری شادی کر دی۔ مگر جتنی مجھے اس سے محبت تھی۔ اتنی ہی اسے مجھ سے نفرت تھی۔ اس کے مسلسل دل آزار رویہ سے میں تنگ آ گیا اور میں نے کہا میں کب تک تیری بدسلوکی برداشت کروں گا۔ اگر باز نہ آئی تو میں تجھے تین طلاق دے دوں گا اور جو بات تو مجھے کہے گی وہی بات میں تجھے کہہ دوں گا۔ یہ سنتے ہی اس نے جھٹ کہہ دیا۔ **اَنتَ طالق ثلاثاً** یعنی میری طرف سے تجھے تین طلاق ہیں اب تو میں بڑی الجھن میں پھنس گیا (اگر وعدہ کے مطابق اس کو **انتِ طالق ثلاثاً** کہتا ہوں تو بیوی ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر نہیں کہتا تو بات کا کچا اور وعدے کا جھوٹا ٹھہرتا ہوں) اس الجھن کے حل کے لئے کسی نے مجھے علامہ ابن جریرؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی الجھن ان کے سامنے بیان کی۔ آپ نے فرمایا تم کہو **انت طالق ثلاثاً ان طلقتک** یعنی اگر میں تجھے طلاق دوں تو تین طلاق دوں گا۔ اس طرح تم جھوٹے بھی نہیں ہو گے اور طلاق بھی واقع نہ ہو گی اور بیوی کو اپنے گھر آباد رکھو۔ ابن عقیل نے کہا کہ اس الجھن کا یہ حل بھی تھا کہ بعینہ وہی الفاظ کہے جائے **انتَ طالق ثلاثا**۔ **انتَ** میں ت پر زبر مذکر کا صیغہ ہے جو اس عورت نے خاوند کیلئے استعمال کیا اب اگر یہ خاوند اسے **انتِ** (ت کی زیر) **طالق ثلاثاً** مؤنث کے صیغہ سے کہتا تو اسے تین طلاقیں ہو جاتیں۔ لیکن اگر مذکر کے صیغہ سے وہی کلمہ دہرا دیتا انت طالق ثلاثا تو چونکہ وہ عورت مؤنث ہے۔ اس لئے مذکر کے صیغہ سے اس پر طلاق نہ پڑتی (تذکرۃ الحفاظ ص ۴۹۶ ج ۲) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خیر القرون کی لونڈیاں بھی یہ جانتی تھیں کہ جب خاوند بیوی کو ایک کلمے سے تین طلاق تو وہ تین ہی ہوتی ہیں اور علماء تو علماء عوام مسلمان بھی اس

بات کا پختہ یقین رکھتے تھے کہ اس طرح کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اس زمانہ میں کسی ایک آدمی نے بھی اس سے یہ نہیں کہا کہ اس میں کونسی الجھن ہے تو صاف صاف اسے کہہ دے کہ تجھے تین طلاق تو وہ ایک رجعی طلاق ہوگی پھر رجوع کر لو گے تو وہ بدستور تیری بیوی رہے گی۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کہنے سے کہ تجھے تین طلاق ہے۔ باجماعِ امت اس پر تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ اس سے رجوع تو کیا نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ فلا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ۔

علامہ سیوطیؒ:

امام سیوطیؒ نویں صدی کے وسیع النظر عالم تھے اور ہر فن میں آپ کی تصانیف منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں، آپ امام شافعیؒ کے مقلد تھے اور شافعی مذہب میں مجتہد فی المذہب کے مقام پر فائز تھے لیکن عوام کیلئے تقلید شخصی کے وجوب کے اتنے پابند تھے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے اندر اجتہاد کی پہلی قسم (مطلق نسبتی) کے ہونے کا دعویٰ کیا اور حضرت امام شافعیؒ کے مذہب میں قول ارجح کے ساتھ لوگوں کو فتوے دینے شروع کیے۔ تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان اقوال کے ساتھ فتویٰ کیوں نہیں دیتے جو آپ کے نزدیک قوی اور ارجح ہیں تو علامہ نے ان کو جواب دیا کہ مجھ سے جو لوگ سوال کرتے ہیں تو یہ نہیں کرتے کہ آپ کے نزدیک جو قوی ہے وہ بتادو۔ کیونکہ ان کے سوال کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں جو حکم ہو وہ بتلا دو (ص ۱۸، ج ۱)

شیخ عزالدین بن جماعہؒ:

علامہ شعرانیؒ نے تحریر فرمایا کہ ”شیخ عزالدین ابن جماعہ سے ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ جب وہ کسی عامی شخص کو کسی امام مذہب کے موافق کسی فعل کا حکم دیتے تھے تو اس امام کے تمام شرائط پر کار بند ہونے کی تنبیہ فرماتے تھے اور یہ کہ اگر تو نے ان تمام شرائط میں سے کسی شرط کو ترک کر دیا تو یہ تیری عبادت نہ تو اس امام کے مذہب کے مطابق درست ہوگی اور نہ کسی

اور کے۔ اس لئے کہ جو عبادت چند مذاہب کے ساتھ مخلوط ہوتی ہے وہ اسی وقت صحیح ہوتی ہے جب تمام مذاہب کے شرائط کو جامع ہو (انتھی) اور یہ فرمان ان کا دینی احتیاط اور خوف کی وجہ سے تھا کہ میں کہیں کسی مسلمان کی عبادت کے نقصان کا سبب نہ بن جاؤں (میزان شعرانی ص ۸۱ ج ۱) دیکھیں اسلاف میں دین میں احتیاط اور خوف کا کتنا غلبہ تھا۔ آج غیر مقلدین نے ان دونوں باتوں کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اللہ اپنے دین اور دین داروں کا محافظ ہو۔ آمین

ابن حزمؒ کا تجزیہ:

ابن حزم ۳۸۴ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سترہ سال کی عمر میں ۴۰۰ھ میں حدیث کا سماع کیا۔ پہلے پہل شافعی مذہب کے مقلد تھے۔ پھر داؤد ظاہری کی تقلید میں قیاس کا انکار کیا۔ قاضی ابوبکر بن العربی مالکی نے اپنی کتاب القواصم والعواصم میں اہلِ ظاہر پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ یہ احمق جماعت ہے جو اپنے آپ کو ایسے بلند مرتبہ پر فائز سمجھتی ہے جس کے وہ قطعاً اہل نہیں۔ ایسی بات کہتی ہے جو اس کی سمجھ سے بالا ہے۔ اپنے خارجی بھائیوں سے ایک بات سن کر لے اڑی ہے اور **لا حکم الا للہ** کا نعرہ لگانے لگی ہے۔ جب میں طلبِ علم کیلئے گھر سے نکلا تو باطن (صوفیاء کرام) کی باتیں سنیں اور جب واپس آیا تو دیکھا کہ ایک احمق نے جو ابن حزم کے نام سے مشہور ہے۔ ظاہر کی باتوں سے مغرب کو بھر دیا ہے، یہ شخص ابتداء میں شافعی المذہب تھا۔ پھر داؤد ظاہری کی تقلید کرنے لگا۔ بالآخر سب کو چھوڑ کر خود مستقل مجتہد اور امامِ امت بن بیٹھا۔ کوئی حکم جاری کرتا ہے اور بزعم خود کسی کو منسوخ کرتا ہے۔ اللہ کے دین میں وہ باتیں کہتا ہے جن کا دین سے دور کا بھی تعلق نہیں اور لوگوں کو علماءِ حق سے متنفر کرنے کے لئے ان کی طرف وہ اقوال منسوب کرتا ہے، جو انہوں نے مطلقاً نہیں کہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں مشتبہ کے راستہ پر گامزن ہے اور وہ، وہ دعوے کرتا ہے جنہیں طوفانِ بدتمیزی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۸۷ ج ۳) ذہبی لکھتے ہیں کہ "ابن حزم کو کٹھن امتحان سے گزرنا پڑا ہے۔ ان کو تشدد کا

نشانہ بنایا گیا۔ وطن عزیز سے نکالا گیا اور دیگر متعدد صدمات سہنے پڑے کیونکہ بڑے بڑے علماء اور آئمہ اجتہاد کے استخفاف اور ان کی شان میں زبان درازی کی وجہ سے تمام فقہاء ان کے خلاف ہو گئے تھے۔ یہ علماء کا نہایت قبیح اور انتہائی نامناسب الفاظ میں ذکر کرنے کے عادی تھے۔ جس سے متاثر ہو کر فقہاء ان کی مخالفت پر تل گئے اور ان کی مشکلات میں اضافہ کا سبب بنے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اور امام ابوالولید باجی المالکی کے درمیان مناظرہ بازی کا بازار گرم ہو گیا جس کا نتیجہ باہمی منافرت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سچ کہا ہے ابوالعباس ابن العریف نے کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دو سگی بہنیں ہیں (تذکرۃ الحفاظ ص ۷۷۲، ج ۳) فقہاء کی مخالفت کی وجہ سے ابن حزم فقہی بصیرت سے محروم رہے خود فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ جب میری عمر ۲۶ سال کی تھی، میں ایک جنازہ میں شریک ہونے کے لئے ایک مسجد میں گیا تو نماز پڑھے بغیر بیٹھ گیا۔ کسی نے کہا میاں اُٹھ کر پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھو۔ پھر بیٹھو چنانچہ میں اٹھا اور نمازِ تحیۃ المسجد ادا کی۔ پھر جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر واپس آئے تو میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنی شروع کر دیں تو وہی آدمی بولا میاں اب بیٹھ جاؤ یہ نماز کا وقت نہیں۔ عصر کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں، مجھے اپنی لاعلمی پر بڑا صدمہ ہوا۔ واپس آ کر اپنے استاد سے کسی فقیہ کا گھر پوچھا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی لاعلمی پر ندامت کا اظہار کیا (تذکرۃ الحفاظ ص ۷۶۹ ج ۳) دیکھئے کتنی قابل عبرت بات ہے کہ دس سال حدیث پڑھنے کے بعد ابھی نماز کے اوقات اور نوافل کی ادائیگی کے مسائل بھی نہ آئے۔ جب ایسی ٹھوکریں لگتی ہیں تو فقہ کے بڑے بڑے مخالفین کو بھی فقہ کی اہمیت کا احساس ہو جاتا ہے باوجودیکہ ابن حزم فقہاء کے بہت خلاف تھا۔ لیکن حق بات زبان پر آ ہی جاتی ہے علامہ شعرانی لکھتے ہیں ''اور علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام وہ احکام جو مجتہدین نے قرآن سے نکالے ہیں۔ شریعت ہی میں شمار کئے جائیں گے۔ اگرچہ ان کے دلائل عوام پر مخفی ہوں اور جس نے اس کا انکار کیا تو اس نے حقیقت میں اماموں کو خطاوار ثابت کیا ہے کہ وہ ان امور کو جن کی خدا تعالیٰ نے

اجازت نہیں دی شریعت میں داخل کرتے ہیں اور اماموں کو خطاوار کہنے والا گمراہ ہے۔ حق یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اگر امام ان احکام کی کوئی دلیل شریعت میں نہ پاتے تو ہرگز اِن کو شریعت میں داخل نہ فرماتے" (میزان شعرانی ص ۸۰۶، ج ۱)

کشف:

علامہ شعرانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں نے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی فرماتے سنا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ مضامین نہایت دقیق ہیں جن کو اہلِ کشف میں سے اکابر اولیاء اللہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب وضو کے پانی کو ملاحظہ فرماتے تو اس کے اندر تمام معاصی خواہ وہ کبائر ہوں یا صغائر یا مکروہات سب کو دیکھ لیتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ جو امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس پانی کی جس سے مکلّف نے طہارت حاصل کی ہو، تین حالتیں قرار دی ہیں، ایک حالت میں اس کو نجاستِ غلیظہ فرمایا ہے لیکن احتیاطاً کیونکہ احتمال ہے کہ شاید مکلّف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔ دوسری حالت میں نجاستِ متوسطہ ہونے کا قول فرمایا کیونکہ احتمال ہے کہ شاید مکلّف نے گناہ صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔ تیسری حالت میں اس کو فی نفسہ طاہر قرار دیا ہے کہ دوسری شے کو مطہر نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ شاید مکلّف نے کسی امر مکروہ کا ارتکاب کیا ہو یا خلاف اولیٰ کا۔ کیونکہ یہ درحقیقت گناہ نہیں ہوتا اور وجہ یہ ہے کہ بعض مواقع میں مکروہ اور خلاف اولیٰ کا ارتکاب جائز ہو جاتا ہے۔ (میزان شعرانی ۱۷۰، ج ۱)

تقلید کی برکات اور ترک تقلید کے نقصانات

تقلید کے فوائد و برکات:

ناظرین کرام! تقلید ایک نکیل اور لگام ہے، جو انسان کو بے راہ روی سے روکتی ہے۔ مطلق العنانی، خود پسندی، خود بینی اور خود سری سے منع کرتی ہے، شوخ چشمی، ذہنی آوارگی اور مذہبی آزاد خیالی سے باز رکھتی ہے، نفس کی بے لگام خواہشات...... کی اتباع اور علمائے حق کی مخالفت سے بچنے کا واحد ذریعہ صرف اور صرف تقلید ہے۔

ذیل میں تقلید کے چند فوائد و برکات اور اس کے کچھ خوش آئند ثمرات و نتائج تحریر کیے جاتے ہیں:

تقلید کی برکت نمبر 1:

دنیا کے تمام علوم وفنون اور پیشوں کی تعلیم کا سلسلہ تقلید کی برکت سے جاری و ساری ھے

ناظرین باتمکین! دنیا کے تمام علوم و فنون، پیشے اور دستکاریاں تبھی سیکھی جاتی اور سکھائی جاسکتی ہیں، جب سیکھنے والا سکھانے والے کی تقلید کرے۔ ایک بچہ مکتب میں پڑھنے کے لئے جاتا ہے، استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتا ہے، حضرت استاد، شاگرد کو پڑھانا شروع کرتے ہیں، فرماتے ہیں بیٹا، کہو الف، شاگرد اگر الف کہنے کی بجائے استاد سے کہے کہ استاد جی پہلے آپ مجھے اس بات کی دلیل دیں کہ یہ الف ہے، ورنہ میں اس کو الف

ماننے کیلئے ہرگز ہرگز تیار نہیں، ناظرین کرام! خدا لگتی کہئے کہ کیا یہ بچہ زیور تعلیم سے آراستہ ہوسکتا ہے؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں، قطعاً اور یقیناً نہیں۔

ایک شخص کسی ماہر فن دستکار کے پاس فن کی تحصیل کے لئے جاتا ہے تو یہ شخص اگر اس ماہر فن کی ہدایات کی اتباع اور تقلید کرے گا، تو یہ اس فن، پیشے اور صنعت میں کمال اور مہارت حاصل کرلے گا، لیکن اگر یہ غیر مقلدانہ رویہ اور طرز عمل اختیار کرے گا، استاد کی تقلید اور اتباع سے اعراض وانکار کرے گا، تو یہ شخص خواہ اپنی ساری عمر، اس فن کی تحصیل میں کھپادے، فن میں مہارت حاصل کرنا تو کجا، اس کو ادنی مناسبت بھی نہ پیدا ہوسکے گی۔

برکت نمبر 2

دنیا میں صحت کا نظام بھی تقلید کی برکت سے قائم ھے

غیر طبیب کیلئے، طبیب کی اتباع اور تقلید نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ اگر غیر طبیب، طبیب حاذق کے تجویز کردہ نسخہ جات میں کیڑے نکالے، ان پر نکتہ چینی کرے، ان کے استعمال میں چوں چرا کرے، تشخیص میں ٹانگ اڑائے، طبیب ماہر اور حکیم حاذق کی تجویز کا مذاق اڑائے اس کی تشخیص کو ہدف تنقید بنائے، تو کیا ایسا شخص صحت یاب اور تندرست ہوسکتا ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اسی طرح غیر طبیب کے لئے جائز نہیں کہ وہ محض اردو تراجم دیکھ کر اپنا علاج کرنے لگے، یا اپنا مطب کھول کر بیٹھ جائے، اس شخص کی اس غیر عاقلانہ اور احمقانہ حرکت کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا برآمد ہوگا کہ یہ غیر طبیب اور اناڑی معالج لوگوں کی زندگیوں سے کھیلے گا، لوگ اس کے اناڑی پن کی بھینٹ چڑھ کر برباد ہونگے، اور قبرستان اس کی نیم حکیمی کی بنا پر آباد ہونگے، ایسا شخص احمق اور نادان ہے، اور جو شخص ایسے نادان اور اناڑی سے اپنا علاج کروائے وہ اس سے بھی بڑھ کر نادان اور پاگل ہے۔

برکت نمبر ۳

دنیا کے تمام چھوٹے اور بڑے ادارے تقلید کی بدولت چل رہے ھیں

دنیا بھر کے تمام ادارے چھوٹے ہوں یا بڑے، اہم ہوں یا غیر اہم، دینی ہوں یا غیر دینی، صرف تقلید کی برکت سے چل رہے ہیں، ہر ادارہ کا ایک سربراہ اور منتظم اعلیٰ ہوتا ہے۔ عملہ کے تمام ارکان اس کے ماتحت کام کرتے ہیں اگر ادارہ کا سربراہ اپنے کسی ماتحت کو کسی کام کا حکم دے اور وہ ماتحت شخص اس کے حکم کی تعمیل کے بجائے منتظم اعلیٰ سے اس حکم کی دلیل دریافت کرنے لگے اور کہے کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل تب کروں گا جب آپ اپنے اس حکم کو دلیل سے مدلل دمبرہن کردیں ورنہ میں آپ کے حکم کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ پھر اس کے دیکھا دیکھی عملہ کے دوسرے ارکان بھی یہی ضد کرنے لگیں۔

ناظرین کرام! خدارا بتلایئے کہ کیا ایسے ماتحت فرد کو کھڑے کھڑے فارغ نہ کردیا جائے گا، کیا ایسے شخص کو علی الفور بیک بنی و دو گوش اس ادارہ سے نکال نہ دیا جائے گا۔ کیا ایسے خودسر اور بدنہاد افراد ادارہ کی کامیابی کا سبب بن سکتے ہیں؟ نہیں نہیں ہرگز ہرگز نہیں، جس ادارہ میں ایسے آوارہ اور بے لگام اشخاص ہوں، وہ ادارہ کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی ادارہ میں ایسے تخریب پسند عناصر ہوں تو ان کا اس ادارہ سے نکالا جانا ضروری ہے۔ بصورت دیگر وہ ادارہ انحطاط پذیر ہوکر تباہ و برباد ہوجائے گا، غیر مقلدین کو بھی تقلید سے مفر نہیں، ان کے تمام دینی اور غیر دینی ادارے اسی تقلید کی برکت سے چل رہے ہیں جس کو رات دن کوسا جاتا ہے۔

برکت نمبر ۴

ھر گھر کا سکون و اطمینان بھی تقلید کی برکت سے قائم ھے

عائلی نظام اور گھریلو انتظام بھی اسی وقت تک درست رہ سکتا ہے جبکہ میاں بیوی ایک

دوسرے پر اعتبار واعتماد کریں، بیوی میاں کے احکام وہدایات کی بلاچوں وچرا اتباع اور تقلید کرے۔

اگر یہ دونوں ایک دوسرے پر اعتماد نہ کریں اور بیوی خاوند کے احکام و ہدایات کی دلیلیں پوچھنا شروع کردے تو گھر کا نظام تباہ، گھر کا سکون غارت اور امن و امان تہہ و بالا ہو جائے گا، اور گھر جہنم کا منظر پیش کرے گا، اگر بیوی آزاد، آوارہ، خودسر، خودمختار اور مطلق العنان ہو جائے تو اس پر جو روح فرسا اور بھیانک نتائج مرتب ہونگے وہ اہل دانش وبینش پر بخوبی عیاں ہیں، عیاں راچہ میاں۔

برکت نمبر ۵

دنیا میں خاندانوں کی نسبی صحت اور حفاظت کا دارومدار بھی تقلید سدید پر ھے

اس عالم آب وگل اور کائنات ہست وبود میں گھرانوں، خاندانوں اور قبیلوں کا امتیاز اور اولاد کے نسبوں کی صحت اور حفاظت وصیانت بھی تقلید کی مرہون منت ہے، جس کسی خاندان میں کوئی بچہ متولد ہوتا ہے تو وہ بچہ جس ماں کے شکم سے ہوتا ہے اس کے قول پر اعتبار کرتے ہوئے اس بچہ کو اس خاندان کا فرد قرار دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی غیر مقلدانہ ذہنیت رکھنے والا بچہ اپنی ماں سے پوچھے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ میں اپنے باپ کے نطفہ سے ہوں۔ اپنے اس دعوی پر آپ دلیل پیش کریں ورنہ میں یہ بات ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں کہ میں فلاں بن فلاں کے نطفہ سے ہوں، ناظرین کرام! ازراہ انصاف بتلائیں کہ کیا اس بچہ کا یہ مطالبہ صحیح ہے؟ کیا اس کی ماں اس کے مطالبہ کو دلیل سے مدلل اور مبرہن کرسکتی ہے؟ یہ بچہ اپنے والد کی اولاد تبھی ثابت ہوسکتا ہے جبکہ یہ اپنی ماں کی تقلید شخصی کرے، ورنہ اس کے حلال زادہ ہونے کا ثبوت ساری دنیا اکٹھی ہوکر بھی پیش نہیں کرسکتی، اگر ہر پیدا ہونے والا بچہ بالغ ہونے کے بعد یا بلوغت سے قبل اس قسم کے غیر مقلدانہ مطالبے کرنے لگے تو

کیا خاندانوں اور گھروں کا نظام نسبی درست رہ سکتا ہے؟ کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین بیچ اس مسئلہ کے؟ بینوا توجروا

خلفائے راشدین کی خلافت کا انعقاد بھی تقلید ھی کی بدولت ممکن ھوا

خلفائے راشدین کا دور تاریخ اسلام کا نہایت ہی درخشندہ وتابندہ اور بغایت مبارک ومقدس دور ہے، ان کے پیغمبرانہ طرز زندگی اور ان کے دور خلافت کے عظیم الشان، فقید المثال اور بے نظیر کارناموں پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں اور الم نشرح ہوجاتی ہے کہ مذہب وسیاست کے تمام علمی وعملی کمالات میں یہ حضرات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحیح جانشین تھے، ان کے ذریعہ جس وسیع پیمانہ پر اصول دین کی تبلیغ، علوم شریعت کی اشاعت اور حدود شریعت کا نفاذ ہوا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ خلافت علی منہاج النبوۃ تھی، اوراس کا انعقاد تقلید کی بدولت ممکن ہوا۔ اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

برکت نمبر ۶

خلافت صدیقی

حضور ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو جس سب سے بڑے مسئلے سے دوچار ہونا پڑا وہ مسئلہ خلافت تھا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے حضرت عمرؓ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا استحقاق خلافت نہ تو کسی آیت قرآنی سے ثابت کیا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث پڑھ کر سنائی بلکہ آپ نے اپنے اجتہاد وقیاس سے ایک دلیل پیش فرمائی کہ اے صحابہ کرامؓ! تم سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی عمر شریف کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر

صدیق کا امامت کے لئے تقرر فرمایا تو جس شخص کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمارے دین کی امامت کے لئے مقرر فرمایا اس کو ہم حکومت وخلافت کیلئے بھی پسند کرتے ہیں۔ پھر سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ باقی سب صحابہ کرامؓ نے آپ کی تقلید شخصی کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس کو کفر وشرک قرار نہ دیا۔ کسی نے اس پر کسی آیت قرآنی یا کسی حدیث نبوی کا مطالبہ پیش نہ کیا گویا کہ صحابہ کرام کا تقلید شخصی کی صحت پر اجماع ہوگیا۔ اب جو شخص تقلید شخصی کا منکر ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجماع کا منکر ہے اور جو شخص تقلید شخصی کو کفر وشرک قرار دیتا ہے۔ وہ نعوذ باللہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر ومشرک قرار دیتا ہے۔ اس جسارت وحماقت اور اس جہالت وسفاہت سے لاکھوں بلکہ کروڑوں بار خدا کی پناہ۔

برکت نمبر ۷

خلافت فاروقی

خلافتِ فاروقی کا انعقاد بھی تقلید کی برکت سے ممکن ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب دیکھا کہ ان کا پیمانہ حیات لبریز ہوا چاہتا ہے اور ملأ اعلیٰ سے وصال کے لمحات قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں تو انہوں نے ایک وصیت نامہ تحریر کروایا کہ میری وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ امور خلافت انجام دیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کے استحقاق خلافت کو نہ قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ سے مبرہن فرمایا اور نہ ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کسی حدیث سے مدلل فرمایا۔ اپنے وصیت نامہ میں نہ قرآن کریم کی کوئی آیت مبارکہ پیش فرمائی اور نہ ہی رسالتمآب ﷺ کی کوئی حدیث اس بارے میں تحریر کروائی، تمام صحابہ کرامؓ نے دلیل کا مطالبہ کئے بغیر بلاچوں وچرا حضرت ابوبکر صدیق کی رائے گرامی کو قبول فرمایا اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

برکت نمبر ۸

خلافت عثمانی

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے نامزد فرمادیں، پہلے تو آپ نے اس امر سے گریز فرمایا، دوسرے موقعہ پر جب یہی سوال ایک بار پھر اٹھایا گیا تو حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ زندگی بھر مجھ پر بار خلافت رہا میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد بھی یہ ذمہ داری مجھ پر رہے پھر فرمایا کہ یہ چھ شخص ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دی ہے علیؓ عثمانؓ عبدالرحمان بن عوفؓ سعد بن ابی وقاص، زبیر بن عوامؓ اور طلحہ بن عبیداللہ، میں ان کو اختیار دیتا ہوں کہ یہ سب جمع ہو کر باہمی مشورہ سے جماعت میں سے کسی کو خلافت کے لئے منتخب کرلیں، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ تو خلافت سے دست بردار ہو گئے اس فیصلہ کے بعد خلیفہ کے انتخاب کا بوجھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے کندھوں پر آپڑا، تین راتوں کے مسلسل غور و خوض اور متواتر تدبر و تفکر کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک نتیجہ پر پہنچے چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ کو بلا کر کہا کہ عہد کرو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت اور شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کی سیرت پر عمل کرو گے یہ عہد لینے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے دست حق پرست پر بیعت کی، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تقلید شخصی میں تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے اجتہاد سے حضرت عثمانؓ کو خلافت کے لئے منتخب کیا، ان کی خلافت کے استحقاق پر انہوں نے نہ قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ پیش کی اور نہ ہی کوئی حدیث نبوی استدلال کے طور پر بیان فرمائی۔

برکت نمبر ۹

تقلید شخصی کے بغیر احادیث نبویہ پر عمل کرنا خارج از امکان ھے، تقلید شخصی کی بدولت ھی احادیث شریفہ پر عمل کیاجاسکتا ھے

ناظرین کرام! احادیث مبارکہ پر اس وقت عمل ممکن نہیں، جب تک کہ آئمہ حدیث کی تقلید نہ کی جائے۔ یعنی آئمہ حدیث نے جن احادیث کو صحیح کہا ہے، ان پر عمل کرنا اور جن احادیث کو ضعیف کہا ہے، ان کو ترک کرنا، اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آئمہ حدیث کی تصحیح اور تحسین و تضعیف کی تقلید نہ کی جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ احادیث کی صحت اور ضعف کا دارومدار آئمہ حدیث کے اقوال و آراء پر ہے۔ مثلاً امام بخاریؒ، بخاری شریف میں تقریباً چار ہزار صحیح احادیث لائے ہیں ان احادیث پر امام بخاریؒ نے صحت کا جو حکم لگایا ہے وہ اپنے اجتہاد اور ظن کی بناء پر لگایا ہے، امام بخاری بھی آئمہ مجتہدین کی طرح نبی اور پیغمبر نہیں ہیں، اس لئے معصوم بھی نہیں، ان سے بھی غلطی کا امکان ہے لیکن یہ امر ازحد تعجب اور ازبس حیرت کا باعث ہے کہ ان کے غیر معصوم ہونے کے باوجود غیر مقلدین ان کی تقلید شخصی میں بخاری شریف کی سب احادیث و روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں حالانکہ بخاری شریف کی احادیث کی تصحیح کا مدار امام بخاریؒ کے ظن اور اجتہاد پر ہے جبکہ غیر مقلدین کسی امام کے اجتہاد کو حجت نہیں سمجھتے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا ہر امام کی تقلید کو وہ امام فقہ ہو یا امام حدیث کفر و شرک قرار دیتے ہیں تو ہم غیر مقلدین سے بجا طور پر اس سوال کا حق رکھتے ہیں کہ احادیث کی تصحیح میں امام بخاریؒ کی تقلید شخصی کرتے ہوئے وہ کفر و شرک کیسے تسلیم و رضا کا رنگ اختیار کرلیتا ہے؟ ہم غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ حضرات امام بخاریؒ کے مقلد ہیں یا نہیں؟ اگر آپ امام بخاریؒ کے مقلد ہیں تو آپ حضرات اپنی ہی فتاویٰ کی رو سے کافر و مشرک قرار پائے، اور اگر آپ امام بخاریؒ

کے مقلد نہیں ہیں تو بخاری شریف کی احادیث و روایات کو صحیح سمجھنے میں امام بخاریؒ کی تقلید چہ معنی دارد؟

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات امام بخاریؒ وغیرہ کی اس بارے میں تقلید شخصی کرتے بھی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دوسروں کے حق میں اسے کفر و شرک بھی کہتے جاتے ہیں۔

اگر غیر مقلد حضرات اس سلسلہ میں امام بخاریؒ کی تقلید شخصی نہیں کرتے، تو غیر مقلدین خداوند جل وعلا کو حاضر ناظر جان کر اور آخرت کی مسئولیت کے احساس کے پیش نظر بتائیں کہ کیا ان میں سے ہر فرد نے بخاری شریف کی تمام احادیث و روایات کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کے رواۃ اور ان کی صفات کی چھان بین کر لی ہے؟ اگر کوئی غیر مقلد دعویٰ کرے کہ میں نے بخاری شریف کی ہر ہر حدیث کی پوری طرح چھان بین کر لی ہے اور میں نے اپنی تحقیق کی بناء پر ان کی صحت کا یقین کیا ہے تو ایسا شخص سو فیصد کاذب اور سولہ آنے دروغ گو ہے کیونکہ غیر مقلدین میں کوئی ایک بھی مائی کا لال ایسا نہیں کہ وہ علوم حدیث میں اتنا متبحر ہو کہ وہ اپنے اجتہاد سے ان پر صحت کا حکم لگا سکے، اگر ہم مان بھی لیں کہ واقعی اس شخص نے اپنی ذاتی تحقیق سے اتنا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ علوم حدیث میں امام بخاریؒ کا سا تبحر اور مقام حاصل کر کے اپنے اجتہاد سے بخاری شریف کی احادیث پر صحت کا حکم لگایا ہے۔ تو خدارا بتلائیے کہ باقی ہزاروں غیر مقلد اتنی بڑی تحقیق و ریسرچ سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟

ہر شخص پر لگاؤ نہ الزام آگہی!
ہر سائے کو نصیب کہاں روشنی کے زخم

درآنحالیکہ غیر مقلدین میں جہلاء کی اکثریت ہے اور جو چند پڑھے لکھے ہیں وہ بھی بیچارے نہ اتنی لیاقت و قابلیت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ اتنے عظیم جذبہ سے سرشار ہیں کہ اتنی بڑی تحقیقی کاوش کر سکیں۔

اب دو صورتیں ہیں یا تو بقیہ ہزاروں غیر مقلد، دور حاضر کے اس محقق کی تقلید کریں جو اس بات کا مدعی ہے کہ میں نے اپنی ذاتی تحقیق وریسرچ سے بخاری شریف کی تمام احادیث کی صحت کا یقین کیا ہے اور یا امام بخاری کی "تحقیق انیق" اور ان کے اجتہاد پر اعتبار کرتے ہوئے بخاری شریف کی روایات کو صحیح قرار دیں، پہلی صورۃ میں دور حاضر کا وہ مدعی تحقیق خواہ کتنا ہی لائق فائق اور ذہین فطین کیوں نہ ہو لیکن اس کو امام بخاری کے مرتبہ و مقامؒ سے وہ نسبت بھی حاصل نہیں جو ذرہ کو صحرا سے اور جو ایک کرن کو آفتاب سے ہوتی ہے، امام بخاریؒ اور اس شخص میں بعد المشرقین ہونے کے باوصف غیر مقلدین اگر اس مدعی تحقیق کی تقلید کریں تو ان کا یہ اقدام واقعی داد و تحسین حاصل کئے بغیر نہ رہے گا۔ بقول شخصے

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

بصورت دیگر ان کو اس بارے میں امام بخاریؒ کی تقلید کرنا ہوگی اور یہی راستہ زیادہ بہتر، زیادہ مناسب اور خطرات و خدشات اور نقصانات و مفاسد سے زیادہ محفوظ ہے، غیر مقلدین دونوں صورتوں میں سے خواہ کوئی صورت بھی اختیار کریں بہرحال تقلید دونوں جگہ گلے کا ہار بن گئی معلوم ہوا کہ تقلید کئے بغیر بنتی نہیں، نعم ما قال الشاعر

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو!
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر!

حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ کہ ائمہ حدیث کا احادیث و روایات کو صحیح، حسن، ضعیف، مرسل، معلق معضل، منقطع، مدلس، مضطرب، مدرج، شاذ، منکر، معلل، محفوظ اور معروف قرار دینا، ان کے اپنے ظن اور اجتہاد کی بناء پر ہے، غیر مقلدین بعض احادیث کو لیتے اور اپناتے اور دوسری بعض کو ترک کرتے اور قابل عمل نہ قرار دیتے وقت انہیں آئمہ کرام کے ذاتی اجتہاد کی تقلید کرتے ہیں، ان اجارہ داران توحید وسنت کا بھی عجیب حال ہے کہ ایک طرف تو تقلید کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف محدثین کے اقوال و آراء کی تقلید بھی کرتے ہیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ ابوالعجبیست

برکت نمبر ۱۰

علم اسماء رجال کا دارومدار بھی تقلید سدید پر ھے

اسماء رجال کا علم نہایت عظیم الشان علم ہے۔ اس علم میں رواۃ کے اسماء، ان کے حسب ونسب، قوم ووطن، ولادت ووفات کے سنین، راویوں کے علم وفضل، ذہانت، فطانت، دیانت وامانت، تقویٰ وورع اور ان کے حافظوں کے تغیر وعدم تغیر سے بحث کی جاتی ہے، یہ مہتم بالشان علم احادیث صحیحہ وضعیفہ کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے ایک میزان اور ترازو کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے بغیر احادیث کی جانچ پرکھ اور چھان پھٹک مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔

یہ عظیم الشان علم بھی تقلید ہی کی برکت سے قائم دائم ہے، اس علم کی کتب میں راویوں کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال مذکور ہوتے ہیں جو معصوم نہیں ہیں عین ممکن ہے کہ ان سے کسی راوی کی توثیق وتعدیل یا تکذیب وتردید میں غلطی ہوگئی ہو لیکن بایں ہمہ غیر مقلدین ان آئمہ حدیث کے اقوال واجتہادات اس طرح قبول کرتے ہیں، گویا کہ وہ احادیث نبویہ ہیں ، آخر کیوں! کیا یہ ائمہ کرام پیغمبر ہیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں، کیا ان سے غلطی کا امکان ہے۔ اور یقیناً ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آئمہ فقہ کے اجتہادات کے بارے میں تو غلطی کا امکان نظر آتا ہے۔ ران کے اقوال واجتہادات کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان کے اجتہادات کی تقلید کو کفر وشرک اور حرام قرار دیا جاتا ہے۔ اور آئمہ حدیث کے اقوال و آراء اور اجتہادات کو احادیث نبویہ کی طرح بلا کسی تردد اور تامل کے قبول کرلیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی کس آیت اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کس حدیث میں آیا ہے کہ آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال وآراء کو تو بلا چوں وچرا قبول کرلیا کرنا اور آئمہ فقہ کے اجتہادات کو ہدف تنقید بنایا کرنا اور ان کا ذکر حقارت سے کیا کرنا، بہر حال راویوں کی جرح وتعدیل کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال واجتہادات کو قبول کرنا اور ان پر احکام کو مبنی قرار دینا بھی تقلید شخصی ہے۔

برکت نمبر ۱۱

امت مسلمہ کا ایک حرفْ پر اجماع بھی تقلید شخصی کی بدولت ممکن ھوا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ قرون اولیٰ میں لوگ کسی ایک معین مجتہد کی تقلید پر مجتمع نہ تھے بعد میں تقلید شخصی پر اتفاق ہوگیا اور پھر وہی واجب ہوگئی، اس کی ایک واضح نظیر حضرت عثمانؓ کے عہد مبارک میں جمع قرآن کا واقعہ ہے۔ حافظ ابن جریر وغیرہ کے مشہور نظریہ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے سات حروف میں سے چھ حروف کو ختم فرما کر صرف حرفِ قریش کو باقی رکھا تھا اور جتنے مصاحف حرف قریش کے خلاف تھے ان کو نذر آتش کرادیا۔

مقصد یہ ہے کہ رسالتمآب ﷺ اور شیخین کے عہد خلافت تک ہر شخص کے لئے اجازت تھی کہ وہ قرآن کریم کے سات حروف میں سے کسی بھی حرف پر قرآن کریم کی تلاوت کرے لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اگر اس اجازت کو برقرار رکھا گیا تو زمانہ کے تغیر وتبدل سے لوگوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا شدید خدشہ ہے تو انہوں نے چھ حروف کو ختم فرما کر صرف حرف قریش پر قرآن کریم کی تلاوت کو لازم قرار دیا، اور سب صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کی تقلید شخصی میں اس پر عمل کیا اور یہ عمل آج تک چلا آرہا ہے۔ یہ گفتگو تو حضرت جریرؒ کے نظریہ کے مطابق ہے۔ حضرت عثمان کے جمع قرآن کے بارے میں ایک اور نظریہ بھی ہے جو امام مالکؒ اور بعض دیگر آئمہ کے نزدیک مختار اور راجح ہے، وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف ختم نہیں فرمائے تھے بلکہ ساتوں حروف آج بھی متواتر قراءتوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔ البتہ انہوں نے قرآن کریم کا ایک رسم الخط متعین کردیا تھا، اگر اس نظریہ کو اختیار کیا جائے تب بھی یہ واقعہ تقلید شخصی کے معاملہ کی نظیر ہے اس لئے کہ حضرت عثمانؓ سے پہلے قرآن کریم کو کسی بھی رسم الخط کے مطابق لکھا جا سکتا تھا

بلکہ مختلف مصاحف میں سورتوں کی ترتیب بھی مختلف تھی اور ان مختلف ترتیبوں کے مطابق قرآن کریم کو لکھنا جائز تھا، لیکن حضرت عثمان نے امت کی اجتماعی مصلحت کے پیش نظر اس اجازت کو ختم فرما کر قرآن کریم کے ایک رسم الخط اور ایک ترتیب کو معین کر دیا اور اسی اتباع کو لازم قرار دے کر باقی مصاحف کو نذر آتش کروایا۔

برکت نمبر ۱۲

تقلید فرقوں کی بہتات کو ختم کر کے اتحاد و اتفاق کے لئے فضا سازگار کرتی ہے

دوسری صدی ہجری کے اختتام سے قبل چونکہ تقلید شخصی وجوباً رائج نہ تھی اس لئے تقلید شخصی کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں اس کثرت سے فرقے پیدا ہوئے کہ خدا کی پناہ۔ چنانچہ پیران پیر محبوب سبحانی قطب صمدانی حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنی مشہور تصنیف منیف ''غنیۃ الطالبین'' میں ان فرقوں کی تعداد ۷۳ تک بتلائی ہے۔ ان فرقوں میں سے چند اہم اور نمایاں فرقوں کے نام درج ذیل ہیں۔

خارجیہ، جبریہ، قدریہ، کرامیہ، جہمیہ، معتزلہ، صالحیہ، شمریہ، یونسیہ، یونانیہ، بخاریہ، غیلانیہ، شبیبیہ، معاذیہ، مرسیہ، کلابیہ، کیسانیہ، عمبریہ، محمدیہ، جبائیہ، کعبیہ، بہمشہ، ضراریہ، سالمیہ، فرامضیہ، شمیطیہ، عماریہ، مخظوریہ، موسویہ، امامیہ وغیرہ وغیرہ فرقوں کی یہ کثرت و بہتات ترک تقلید کا نتیجہ تھی۔

لیکن جب دوسری صدی کے اواخر میں تقلید شخصی وجوباً شائع ذائع اور رائج ہوگئی تو تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی برکات کے خوش آئند اثرات وثمرات اور روح پرور نتائج اس طرح نمایاں اور عیاں ہوئے کہ تقریباً تمام گمراہ فرقے نیست و نابود اور معدوم و ناپید ہوگئے، اگر کبھی کوئی غیر اہم فرقہ پیدا بھی ہوا تو وہ تقلید کی برکات کے زیر اثر بہت جلد زمین کی گہرائیوں میں دفن ہوگیا۔

برکت نمبر ۱۳

عہد صدیقی میں جمع قرآن کا واقعہ بھی تقلید ہی کی بدولت وقوع میں آیا

حضرت فاروق اعظمؓ کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جمع قرآن کے لئے کہنا، اور صدیق اکبرؓ کا جواب میں یہ فرمانا کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کریں گے؟ جواب میں حضرت فاروق اعظمؓ کا نہ آیات قرآنیہ کو پیش کرنا اور نہ ہی احادیث نبویہ سے استدلال کرنا۔ بلکہ صرف ھذا واللہ خیر کہنا (خدائے پاک کی قسم یہ بہتر ہے) اور حضرت صدیق اکبر کا فاروق اعظم کے قول کو دلیل کا مطالبہ کئے بغیر قبول کر لینا کیا یہ تقلید فی الدین (دلیل کے بغیر بات مان لینا جو تقلید کا مفہوم ہے) ہے یا نہیں۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ کا حضرت زید بن ثابتؓ کو جمع قرآن کیلئے حکم فرمانا اور حضرت زید بن ثابتؓ کا بھی وہی جواب دینا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو دیا تھا، پھر حضرت عمرؓ کے صرف قول سے دونوں حضرات کو شرح صدر ہو جانا اور اس پر تمام صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا انکار نہ کرنا، تقلید شخصی ہے یا نہیں؟ اگر یہ تقلید شخصی ہے تو پھر غیر مقلدوں کا حضرت صدیق اکبرؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ درآنحالیکہ دین میں کسی کی بات کو بغیر دلیل کے مان لینا ان کے نزدیک کفر و شرک ہے۔ بینوا توجروا

برکت نمبر ۱۴

قرآن و سنت کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ تقلید ہے

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی تشریح و توضیح میں سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کی تعبیرات کی تقلید کرنا، قرآن و سنت کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ ہے۔

چونکہ انسانی اذہان وعقول مختلف ہیں، انسانی طبائع مختلف ہیں، انسانی مزاج مختلف ہیں، انسانوں کے سوچنے کے انداز مختلف ہیں پھر ہر شخص کے ماحول کے اثرات مختلف ہیں، ماحول کے پس وپیش سے انسان کا متاثر ہونا ایک طبعی امر ہے، پھر انسان ذہن وذکاء اور فہم و فراست میں مختلف ہیں اس لئے ہر شخص کی سوچ کا پیمانہ مختلف ہے۔ لہذا اگر ہر شخص کو کھلی چھٹی دیدی جائے، قرآن وسنت کی تشریح وتوضیح میں ہر شخص کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جس کی سمجھ میں قرآن وحدیث کا جو مفہوم آئے وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے، اس سے جہاں قرآن و حدیث کے معانی ومفاہیم میں تحریف کا دروازہ کھلے گا وہاں اس سے قرآن وسنت کی تعبیرات میں اس قدر اختلافات وتضادات پیدا ہونگے کہ قرآن وسنت پر عمل کرنا ہی ناممکن ہو جائے گا بنابریں دین اسلام ایک ایسی بھونڈی شکل میں دنیا کے سامنے آئے گا کہ لوگوں کو اس پر ہنسنے کا موقعہ ملے گا اور قرآن وحدیث میں معنوی تحریف کا ایک وسیع باب کھلے گا جس کا بند کرنا محال ہو جائے گا۔ بخلاف سلف صالحین کی تعبیرات وتشریحات کی تقلید کے کہ اس سے تحریف کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اختلافات وتضادات کے لئے فضا کی سازگاری ختم ہوتی ہے۔

برکت نمبر ۱۵

تقلید صحابہ کرام اور سلف صالحین کے بارے میں جذبات ادب و احترام پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ھے

سلف صالحین، بالخصوص صحابہ کرامؓ پر اعتماد واعتبار اور ان کا احترام ووقار دین اسلام کا مدار ومناط ہے، صحابہ کرامؓ اس امت کے مؤمنین اولین اور مبلغین اولین ہیں، دین کا کوئی حصہ کسی صحابی سے پہنچا ہے اور کوئی کسی سے، قرآن کریم کا کوئی ٹکڑا کسی سے ملا ہے اور کوئی کسی سے تو ایک صحابہ کی پیروی سے انحراف یا کسی ایک صحابی پر جرح وتنقید درحقیقت دین کے اس ٹکڑے سے انحراف ہوگا جو اس صحابی سے روایت ہو کر امت تک پہنچا ہے۔ اگر راوی مجروح یا ناقابل اعتبار ہے تو اس کا روایت کردہ حصہ بھی ناقابل اعتبار ہوگا۔ چونکہ صحابہ کرامؓ امت مسلمہ تک قرآن وحدیث پہنچانے کا واحد ذریعہ ہیں لہذا صحابہ کرامؓ پر نکتہ چینی

اور تنقید قصرِ اسلام کی خشت اول اکھاڑنے کے مترادف ہے، ترکِ تقلید سے صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین پر تنقید کرنے کا حوصلہ بڑھتا اور ان کے ادب واحترام کے جذبات میں بتدریج کمی آتی جاتی ہے، جوں جوں ترک تقلید کا نشہ بڑھتا ہے ووں ووں صحابہ کرامؓ پر تنقید اور ان کی تنقیص وتوہین کے جذبات میں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے اس لئے جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا گستاخ اور بے ادب بھی ہوگا، روافض چونکہ تقلید کے انکار میں سب سے بڑے سخت ہیں اسی لئے صحابہ کرامؓ کی توہین وتنقیص بلکہ ان کی تفسیق وتکفیر سے بھی نہیں جھجکتے اسی طرح غیر مقلدین ترک تقلید کی سہ آتشہ شراب پی کر ایسے مخمور ہو جاتے ہیں کہ ان کے گستاخ ہاتھ صحابہ کرامؓ کی پگڑیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین سے تو یہ عبدالقادر روپڑی جیسے معمولی مولویوں کو افضل وبرتر سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الادب۔

بخلاف مقلدین کے کہ ان کے قلوب صحابہ کرامؓ تابعین، تبع تابعین، سلف صالحینؒ اور آئمہ مجتہدین کی عقیدت سے سرشار ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں سلف صالحین کے ادب واحترام کا دریا موجزن ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ، سلف صالحینؒ اور آئمہ مجتہدین کے بارے میں ادنی ترین گستاخی کا تصور بھی ان کے لئے سوہان روح ہوتا ہے اس لئے وہ لادینیت سے محفوظ رہتے ہیں۔ نئے نئے فتنوں، تجدد اور اباحیت پسندی کے امراض سے بچے رہتے ہیں، تقلید کی پندرہ برکات ذکر کی گئی ہیں جن میں سے ہر ہر برکت اپنے اندر خیر کے ہزاروں پہلو لئے ہوئے ہے، صرف چشم بینا، دل حساس اور ذہن بیدار کی ضرورت ہے۔

ترک تقلید کے نقصانات و مفاسد

ترک تقلید کے نقصانات و مفاسد بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند ایک ذکر کئے جاتے ہیں

فساد نمبر ۱

ترک تقلید سے اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے، اختلافات کے سوتے پھوٹتے اور افتراق کے چشمے ابلتے ہیں، ترک تقلید انتشار وخلفشار، اختلاف وافتراق اور باہمی تو تکار پیدا کرنے کا

سب سے بڑا سبب اور باعث ہے۔

ترک تقلید کے اصول ہی اس بات کے متقاضی ہیں کہ غیر مقلدوں میں اتفاق واتحاد باقی نہ رہے۔ جب آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے تو پھر وہ شتر بے مہار بن کر ہر وقت ہر کھیتی میں منہ مارنے کے لئے تیار رہتا ہے، تقلید کی لگام اور مہار جو اس کو آزاد خیالی، مطلق العنانی، نفس پرستی اور خود سری سے روکے ہوئے تھی اس کی گرفت کمزور اور ڈھیلی پڑتے ہی وہ ہر وادی میں بھٹکنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ ہوا پرستی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ضلالت کے صحراؤں اور گمراہی کے لق ودق بیابانوں میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، غیر مقلد قرآن وسنت کا متبع نہیں ہوتا بلکہ در پردہ اپنی خواہشات کا غلام، اپنے نفس کا بندہ اور اپنی ہوس کا پجاری ہوتا ہے، غیر مقلد اپنے نفس کی تقلید شخصی میں گرفتار ہوتا ہے اور اپنے لئے نت نئی سہولتیں تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے، ایسا کرنا بلاشبہ دین اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑانے اور قرآن وحدیث سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ **اعاذنا اللّٰہ من ھذہ الرزیئۃ۔**

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطاری کشم ناقہ بے مہار ما!

ترک تقلید کے خمیر میں افتراق وانتشار اور فتنہ وفساد ہے:

مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کی پابندی نہ کرنے اور خود مختار وغیر مقلد ہو جانے میں سراسر فتنہ وفساد، شرارت وخباثت، اختلاف وافتراق اور انتشار وخلفشار ہے۔

قرآن کریم میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا** یعنی اصلاح کے بعد زمین میں فتنہ وفساد برپا نہ کرو، شرارت وخباثت نہ پھیلاؤ، افتراق وانتشار کے ذریعہ اہل زمین کا سکون غارت نہ کرو۔ اس آیت کریمہ میں زمین میں فتنہ وفساد پھیلانے سے روکا گیا ہے لہذا ہر وہ چیز جو فتنہ وفساد اور شرارت کا سبب ہوگی وہ اس آیت کریمہ کی رو سے حرام اور ممنوع ہوگی، غیر مقلدیت چونکہ موجب فتنہ وفساد، باعث شرارت وخلفشار اور سبب اختلاف وافتراق ہے، بناء بریں یہ ممنوع اور حرام ہوگی۔

اور تقلید شخصی چونکہ فتنہ وفساد کو ختم کرنے، اختلاف وافتراق کو مٹانے، مذہبی آوارگی اور ذہنی خلفشار کو رفع دفع کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے اس لئے یہ ازروئے قرآن واجب اور ضروری قرار پائے گی۔

ناظرین کرام! اس دور میں نفسانیت، خواہش پرستی اور اباحیت کا جو دور دورہ اور سرگرمی ہے، وہ اظہر من الشمس ہے، دین کے ساتھ لوگوں کا جو تعلق ہے وہ بھی بالکل واضح اور واشگاف ہے اور لوگوں کو علوم دینیہ کی تحصیل میں جتنی دلچسپی اور شغف ہے وہ بھی بالکل الم نشرح ہے۔

اگر اس دورِ پرفتن اور عصرِ پرآشوب میں لوگوں کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے کہ قرآن وحدیث کا جو مطلب ومفہوم جس کی سمجھ میں آئے وہ اس پر کاربند اور عمل پیرا ہو جائے تو اس سے جو فساد عظیم پھیلے گا اور جو اختلاف وافتراق رونما ہوگا اس کا تصور ہی بڑا بھیانک اور روح فرسا ہے۔

اس فساد عظیم کی ایک ادنی جھلک درج ذیل مثال میں ملاحظہ فرمائیے۔ فرض کیجئے کہ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ اور ان سے کہہ دیا گیا کہ چونکہ عقل وفکر پر پہرے نہیں بٹھائے جاسکتے، آپ انسان ہیں، عاقل بالغ ہیں اس لئے آپ آزاد ہیں، آپ کی سمجھ میں قرآن وحدیث کا جو مفہوم آئے آپ اس پر بے خوف وخطر بلا تامل وتردد عمل پیرا ہوں، آپ کو اجتہاد کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ اس آزادی فکر کے نتیجہ میں ایک شخص نے اجتہاد کیا اور اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ قلتین (دو مٹکے) سے کم پانی میں نجاست پڑ جانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ دوسرے صاحب کی عقل میں یہ آیا کہ یہ پانی خواہ کتنا ہی قلیل ہو جب تک اس کے اوصاف ثلثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ تیسرے صاحب اپنے اجتہاد کے نتیجہ میں یوں گوہر فشاں ہوئے کہ **الماء طهور لاینجسه شیء** کے تحت تغیر اوصاف کے باوجود پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ چوتھے صاحب اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے

کے بعد علامہ داؤد ظاہریؒ کی ہمنوائی پر مجبور ہوئے اور فرمانے لگے کہ پانی میں اگر پیشاب کیا جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر اس میں پاخانہ کر دیا جائے تو پانی بالکل پاک صاف رہے گا، یہ پانی خود بھی پاک ہے اور اپنے پاک ہونے کی وجہ سے دوسری نجس اشیاء کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ پانچویں صاحب اپنے مجتہد ہونے کے زعم فاسد میں مبتلا ہو کر یہ فتویٰ دینے لگے کہ پانی میں اگر دھار مار کر پیشاب کیا جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر کسی نے لوٹے، گلاس وغیرہ میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دیا تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا بلکہ پانی جوں کا توں پاک رہے گا۔ چھٹے مجتہد یوں گویا ہوئے کہ اگر پانی میں پیشاب کیا جائے یا باہر سے آکر مل جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے مگر صرف اس شخص کے لئے جس نے اس میں پیشاب کیا ہے، دوسروں کے لئے وہ پانی طاہر بھی ہے اور مطہر بھی ہے، پاک بھی ہے اور پاک کرنیوالا بھی۔

ان چھ غیر مقلد عالموں نے نشہ اجتہاد میں مست ہو کر اجتہاد کیا، ان کے یہ طفلانہ اور بچگانہ اجتہادات باہم مختلف و متصادم ہیں۔ لیکن بایں ہمہ ان میں سے ہر مدعی اجتہاد کو اپنے اجتہاد کی صحت پر شدید اصرار ہے، فرض کیجئے کہ یہ چھ حضرات ایک ہی مقام پر رہائش پذیر ہیں ان میں سے ہر ایک کا اجتہاد دوسرے سے مختلف ہے، ہر ایک کی رائے دوسرے سے علیحدہ ہے پھر ہر شخص کا ماٴخذ حدیث ہی ہے ان میں ہر شخص اجتہاد کے زعمِ فاسد میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دوسرے کی بات ماننے کیلئے ہرگز ہرگز تیار نہیں پھر یہ چھ مجتہدین ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوتے ہیں، مجلس مناظرہ گرم ہوتی ہے، پوری قوت بیانی اور طلاقت لسانی سے ہر مجتہد اپنے دلائل پیش کرتا ہے اور دوسرے کے دلائل رد کرتا ہے، ہر ایک جوشِ غضب میں مجنون بنا ہوا ہے، ہر ایک کے گلے کی رگیں پھولی ہوئی ہیں، منہ سے کف جاری ہے۔ مناظرہ کے دوران شعلہ فشانی اور آتش بیانی اپنے پورے جوبن پر ہے۔ سب وشتم اور گالی گلوچ سے تجہیل و تکفیر تک نوبت پہنچتی ہے، پھر ہاتھا پائی تک سلسلہ پہنچتا ہے۔

ایک کی پگڑی اترتی اور اچھلتی ہے، دوسرے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے، تیسرے کا سر کھول دیا جاتا ہے، چوتھے کے بازو شل کر دیئے جاتے ہیں، پانچویں کی ٹانگیں توڑ دی جاتی ہیں، چھٹے کو اتنی شدید ضربیں پہنچتی ہیں کہ وہ معذور و مفلوج ہو جاتا ہے، میدان مناظرہ میدان کارزار کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

ان چھ غیر مقلد علماء کے اس باہمی قتال و جدال کے نتیجہ میں اس بستی کے لوگ بھی مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے، وہ ایک دوسرے سے الجھیں گے تو گھر گھر فتنہ و فساد پھیلے گا، بیٹا باپ کے منہ آئے گا، باپ بیٹے کے جوتے رسید کرے گا، بیوی خاوند سے جھگڑے گی، خاوند بیوی کی مرمت کرے گا، ہر گھر میں خانہ جنگی ہوگی اور ہر خاندان میں اختلافات کے شعلے بھڑکیں گے۔

فتنہ و فساد اور اختلاف و افتراق کا یہ روح فرسا، جانگداز اور جانگسل منظر اس لئے دیکھنا پڑا کہ ان چھ غیر مقلد عالموں میں سے کوئی بھی دوسرے کی بات مان لینے پر آمادہ نہیں تھا، ہر ایک کے دماغ میں اجتہاد کے جراثیم کلبلا رہے تھے۔ ان میں سے ہر شخص **انا المجتهد ولاغیری** کا نعرہ بلند کر رہا تھا۔ ہائے ری غیر مقلدیت تیرے پیدا کردہ انتشار و خلفشار سے کروڑ بار خدا کی پناہ!!

یہ چھ غیر مقلد قتل تو ہو جائیں گے، تختہ دار پر تو چڑھ جائیں گے مگر دوسرے کی بات ماننے پر ہرگز ہرگز آمادہ نہ ہونگے۔ کیونکہ ان میں کا ہر شخص اجتہاد کے زعم فاسد اور ظن کاسد میں مبتلا ہے۔ ہر شخص کے دماغ پر غیر مقلدیت کا بھوت سوار ہے۔ غیر مقلد ہو کر دوسرے کی بات مان لینا خواہ وہ کتنی ہی صحیح اور درست ہو کیونکر ممکن ہے؟ جب ان کے دلوں میں سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کا احترام و وقار نہیں تو اپنے دور کے اپنے جیسے عالم کی بات کیسے اور کیونکر مان سکتے ہیں؟ سلف صالحین پر اعتماد تو پھر بحال ہو جب تک تقلید کی زنجیریں ٹوٹیں۔

اوپر ایک ایسے شہر کی منظر کشی کی گئی ہے جس میں چھ غیر مقلد عالم رہائش پذیر تھے، ان

کی غیر مقلدانہ ذہنیت نے جو فتنہ وفساد پیدا کیا اس کی ایک ادنیٰ جھلک مثال مذکور میں بیان ہو چکی، خدانخواستہ اگر سارا ملک غیر مقلدیت کی لپیٹ میں آ جائے تو اس وقت جو فتنہ وفساد اور انتشار وخلفشار ظاہر ہوگا اس کا صرف تصور ہی نہایت المناک اور کربناک ہے۔

غیر مقلدین کا اندرونی اختلاف وخلفشار:

ہندوستان میں انگریز سرکار کی آمد کے بعد انگریز کی زیر سرپرستی غیر مقلدیت کا فتنہ ظہور پذیر ہو کر برگ وبار لایا اور پھلا پھولا۔ چونکہ غیر مقلدیت کی سرشت اور جبلت میں ہی اختلاف وافتراق کے جراثیم موجود ہیں اور غیر مقلدیت کے اصول وضوابط ہی انتشار وخلفشار کے متقاضی ہیں اس لئے غیر مقلدین میں شدید اختلاف اور سخت ترین افتراق کا رونما ہونا ایک فطری امر کا ظہور میں آنا ہے۔

بناء بریں ہندوستان میں اس فرقہ کے ظہور پر ابھی بمشکل ایک صدی گزری ہے کہ یہ فرقہ مختلف گروہوں اور متعدد پارٹیوں میں بٹ چکا ہے اور پھر ہر پارٹی کئی کئی شاخوں میں تقسیم در تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔

مولوی عبدالعزیز صاحب سیکرٹری جمعیۃ مرکزی اہلحدیث ہند غیر مقلدین کے اندرونی خلفشار وافتراق کا تذکرہ نہایت دکھ، رنج اور ملال سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”سب سے زیادہ نقصان جماعت کو یہ پہنچا کہ عام طور پر مذہبی پابندی، مذہبی گرفت اور مذہبی اقتدار جو مسلمانوں کے دلوں سے کم ہو رہا تھا اس اختلاف، دھڑا بندی اور پارٹی بازی کی وجہ سے اہلحدیث اس میں مبتلا ہو گئے، دینی غیرت وحمیت، عقائد کی پختگی اور مضبوطی جو جماعت کا طرۂ امتیاز تھا آہستہ آہستہ آپس کے مقابلہ کی وجہ سے رخصت ہونے لگی، جن حضرات سے بڑی بڑی توقعات وابستہ تھیں وہ بھی دنیا کی سنہری اور روپہلی مصلحتوں کے شکار ہو گئے۔ (فیصلہ مکہ ص ۱)

غیر مقلد حضرات اپنے باہمی اختلافات وتضادات کی وجہ سے مختلف پارٹیوں اور

متعدد گروہوں میں بٹ چکے ہیں، اب ان کی یہ حالت ہے کہ ان میں کوئی غزنوی ہے تو کوئی روپڑی، کوئی لکھوی ہے، تو کوئی ثنائی، کوئی ستاری ہے تو کوئی غفاری اور پھر ہر ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تفسیق تحمیق اور تجہیل وتکفیر کو اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے۔

چنانچہ جماعت غرباء اہلحدیث کو دوسرے غیر مقلدوں نے نہ صرف گمراہ اور ضال کہا بلکہ باغی اور واجب القتل قرار دیا، امام جماعت غرباء اہلحدیث کو مسیلمہ کذاب اور ان کے ماننے والوں کو مسیلمہ کذاب کا حامی قرار دیا گیا، جیسا کہ جماعت غیر مقلدین کے ایک اہم فرد جناب محمد مبارک صاحب استاد اسلامیات بنی باغ ضیاء الدین میموریل گورنمنٹ کالج (شاگرد خاص مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی) اپنے رسالہ ''علمائے احناف اور تحریک مجاہدین'' میں جماعت غرباء اہلحدیث اور ان کے امام کو کوستے ہوئے اور ان پر برستے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اس بنیاد پر غرباء اہلحدیث باغی جماعت ہے جس کا جماعت اہلحدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ پوری جماعت مع امام کے واجب القتل ہے، افسوس سید احمد شہید کی تحریک کامیاب ہو جاتی (اس تحریک کی کامیابی پر اظہار افسوس کیوں؟) تو ضرور جماعت غرباء اہلحدیث کو مع امام کے قتل کیا جاتا جس طرح سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ جس طرح مسیلمہ کذاب کی حمایت کرنیوالے مجرم تھے اسی طرح علماء جو جماعت غرباء اہلحدیث کے جلسوں کو رونق بخشتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔ (ص ۵۲ تا ۵۳)

یہ تو تھا امام جماعت غرباء اہلحدیث اور ان کے حامیوں اور ماننے والوں کے بارے میں غیر مقلدوں کا نظریہ اور رائے۔

اب آپ ستاری حضرات کا نظریہ اور فتویٰ غیر ستاری حضرات کے بارے میں ملاحظہ فرما کر محو حیرت ہوں۔

جماعت غرباء اہلحدیث کے ایک ممتاز عالم مولوی عبدالجلیل صاحب سامرودی لکھتے ہیں:

''میں اپنے ہم عصر علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میری اس بات کو غلط ثابت کر کے انصافاً بتا دیں کہ کیا آپ لوگ اشعری قدیم اور ماتریدی کے پابند نہیں؟ پھر تمہیں اپنے آپ کو اہلحدیث خالص کہتے ہوئے شرم نہیں آتی، سورج پر خاک ڈالنا چاہتے ہو، چاند کو ڈھال سے بے نور کرنا چاہتے ہو۔ میرے معزز اہلحدیث صاحبان! آپ اپنی آنکھیں کھولیں اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اگر اب بھی بیدار نہ ہوئے تو تم سے بڑھ کر منحوس ہستی کوئی نہیں۔ تازہ ترین واقعہ میرے دیکھنے میں آیا ہے کہ کراچی میں جماعت اہلحدیث کے دیرینہ اختلاف میں مصالحت ہوگئی اور اچھا ہوا کہ ایک ہو گئے، معاہدے ہو گئے مگر پاکستان فیصل آباد، ملتان وغیرہ کی طرف کے بڑے علماء اہلحدیث اس صلح سے بھی خوش نہیں بلکہ جداگانہ راپ الاپتے نظر آئے، کراچی کی صلح کی بناء پر ملتان وغیرہ کے جلسہ میں مولانا مرحوم کے صاحبزادے کو جلسہ میں شرکت کرنے کی درخواست اہلحدیث نے دی، مگر علماء نے اپنا آہستہ سے راگ الاپا کہ یہ مدعی امامت ہیں۔ اس کی بناء پر ان کی جماعت کو اہلحدیث سے خارج کیا ہوا ہے۔ لہذا ان لوگوں کی شرکت ہو تو ہم شرکت نہیں کریں گے۔ (فتاویٰ ستاریہ ص۲۶ ج۳)

یہ تو ہیں موجودہ دور کے غیر مقلدین کی دو بڑی جماعتوں کے ایک دوسرے کے بارے میں خیالات و نظریات اور افکار و آراء۔

ناظرین باتمکین! غیر مقلدین کے اکابر و اسلاف بھی اپنے اخلاف کی طرح ایک دوسرے پر تحمیق و تجہیل کے چھینٹے اڑانے اور تفسیق و تکفیر کے فتوے لگانے میں بڑے دلیر اور جری تھے۔ اس کی ایک ادنیٰ جھلک مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے بارے میں ان کے ہمعصر چوٹی کے غیر مقلد علماء کے درج ذیل فتوی میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

''مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اہلحدیث سے خارج ہیں''

(فتویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی و مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم، مناظر متکلم اور خطیب تھے، مولوی ابویحییٰ خان نوشہروی نے اپنی کتاب ''ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات'' میں ان کی خدمات کو بہت سراہا ہے لیکن مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی کی نظر میں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو جماعت اہلحدیث کا ایک ادنی فرد بھی قرار دیا جائے۔

چنانچہ مذکورہ حضرات لکھتے ہیں: ''مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنی تفسیر میں چالیس غلطیاں کی ہیں، بعض جگہ احادیث اور بعض جگہ صحابہ کرامؓ اور تمام محدثین کے خلاف تفسیر کی ہے اور متکلمین، جہمیہ وغیرہ فرق باطل کا اتباع کیا ہے مذکورہ مقامات بلاشبہ ایسے ہیں کہ فرق ضالہ کے خیالات کو تائید پہنچا سکتے ہیں اور اہل سنت اہل حدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں اور عند المقابلہ اس تفسیر سے تمسک کریں اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری صاحب اہلحدیث سے خارج ہیں۔ (فیصلہ مکہ ص ۲، ۶)

ترک تقلید کا فساد نمبر ۲ کفر و ارتداد فساد نمبر ۳ لادینیت والحاد فساد نمبر ۴ فسق و فجور فساد نمبر ۵ نفاق

ترک تقلید مسلمانوں میں کفر وارتداد، لادینیت والحاد فسق وفجود اور نفاق پیدا کرنے کا سب سے بڑا سبب ھے

غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم اور وکیل اعظم مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء میں کفر و ارتداد، الحاد و زندقہ اور فسق و فجور کے اسباب و محرکات اور علل و عوامل پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوتی ہے (اے کاش کہ اس سے قبل

معلوم ہو جاتی تا کہ اس کے روح فرسا نتائج سے امت مسلمہ محفوظ رہتی) کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔

ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب (نیچری چکڑالوی مرزائی وغیرہ) جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے۔ اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جماعت، نماز، روزہ چھوڑ دیتے ہیں سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے اور خدا کے مال و حقوق کو دبا رکھتے ہیں، کفر و ارتداد کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

اس کی تائید مشہور غیر مقلد عالم مولانا قاضی عبدالواحد صاحب خانپوریؒ کے قلم برق سے

قاضی صاحب موصوف غیر مقلدین کے مشہور و مسلم عالم دین ہیں۔ وہ بٹالوی صاحب کے مذکورہ خیالات و نظریات کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”پس اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے شیعہ و روافض کے، جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اس طرح یہ جاہل، بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے“۔

(کتاب التوحید والسنہ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ ص ۲۶۲)

بمصداق ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری نے اپنی جماعت کے گھناؤنے کردار اور اس کے بدنما چہرے سے نقاب اٹھا کر اس کی حقیقت پوری طرح الم نشرح اور واضح کر دی ہے۔ غیر مقلدین کے ان اکابر کی تحریروں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کفر وارتداد، لادینیت والحاد، فسق وفجور اور نفاق کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب غیر مقلدیت ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے وسیع تجربات کی روشنی میں یہ تلخ حقیقت معلوم کر کے نوک قلم سے سطح قرطاس پر ثبت کی۔

بٹالوی صاحب نے یہ تحریر آج سے ۹۰ سال پیشتر سپرد قلم کی تھی، قاضی صاحب موصوف نے اس کے پس وپیش یہی حقیقت واضح اور واشگاف کی تھی۔ اس وقت غیر مقلدیت ابھی ابتدائی مراحل میں تھی اور لڑکپن کی بناء پر گھٹنوں کے بل چلنے کے قابل بھی نہ ہوئی تھی، لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں غیر مقلدیت کے روح فرسا اثرات وثمرات اور بھیانک نتائج وعواقب واضح طور پر سامنے آنے لگے، بے علم اور کم علم لوگ اجتہاد مطلق کی مسند پر بیٹھ کر عجیب قسم کے جاہلانہ، طفلانہ اور مضحکہ خیز اجتہادات کرنے لگے اور غیر مقلدیت کے فتنہ پرور بطن سے کفر وارتداد، لادینیت والحاد، فسق وفجور اور نفاق وبدعات نے تیزی سے جنم لینا شروع کیا تو بٹالوی صاحب اور قاضی صاحب کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ یہ دونوں بزرگ اپنی خود کاشتہ فصل کے تلخ برگ وبار دیکھ کر بہت پچھتائے اور بڑے درد وسوز اور جوش وخروش سے غیر مقلدین کو ان کی بے راہ روی، بے لگامی اور مطلق العنانی سے روکنے لگے، مگر ان کا یہ واویلا اور یہ چیخ وپکار بعد از وقت تھی۔ اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ ان حضرات نے جو بویا تھا اس کے تلخ ثمرات کا ظہور میں آنا ایک فطری بات تھی۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

بٹالوی اور قاضی صاحب کو بعد از وقت اس فتنہ کی المناک نوعیت کا شدید احساس ہوا

اور اس احساس کی شدت نے ان کو انگاروں پر لوٹایا اور اپنے کئے دھرے پر بہت بہت نادم ہوئے۔ بہت چیخ و پکار کی مگر

(ع) اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

بٹالوی صاحب اور قاضی صاحب کے زمانہ میں ہی ان کے اپنے اعتراف واقرار کے مطابق غیر مقلدین میں ارتداد والحاد بڑی تیزی سے پھیلنے لگا تھا۔

بٹالوی صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد اس فرقہ کے بطن سے شدید نوعیت کے مختلف فتنے جنم لے چکے ہیں، فتنہ انکار حدیث فتنہ نیچریت، فتنہ مرزائیت اور فتنہ اباحیت و تجدد پسندی شجر غیر مقلدیت کے زہریلے اور تلخ پھل اور کڑوے برگ و بار ہیں۔

یہ فتنے آج تک امت مسلمہ کے لئے دردسر بنے ہوئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کو بگاڑنے، ان کا حلیہ مسخ کرنے اور ان کو اپنی خواہشات نفس کے مطابق ڈھالنے میں یہ فرقے پیش پیش ہیں۔ یہ فرقے اسلام کے نئے نئے ایڈیشن تیار کرنے میں رات دن مشغول ومصروف ہیں۔ ان کے لیل ونہار کی کاوشیں اسلام کی مخالفت کے لئے وقف ہیں۔

مسلمانوں کو جتنا شدید نقصان ان فرقوں اور فتنوں سے پہنچا ہے اتنا ضرر کسی اور فتنہ سے نہیں پہنچا۔

جن فتنوں نے غیر مقلدیت کے بطنِ فتنہ پرور سے جنم لیا وہ فتنہ نیچریت، فتنہ انکار حدیث، فتنہ مرزائیت اور فتنہ اباحیت کے نام سے مشہور ومعروف ہیں، ان فتنوں کے بانی وہ حضرات تھے جو ابتداً غیر مقلد تھے، جب غیر مقلدیت کی تند و تیز اور تلخ شراب کا نشہ تیز سے تیز تر ہوا تو یہ اشخاص آخر کار اسلام کو سلام کر بیٹھے اور اسلام کے نئے نئے ایڈیشن تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ان فرقوں کے بانیوں اور ان کے معاونین کا غیر مقلد ہونا تاریخی حوالوں سے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

ترک تقلید کا فساد نمبر ۶

فتنۂ نیچریت

فرقہ نیچریت کے بانی سرسید بانی علیگڑھ کالج ابتداءً غیر مقلد تھے

مشہور محقق و مؤرخ شیخ محمد اکرام اپنی مشہور تحقیقی و تاریخی کتاب ''موج کوثر'' میں لکھتے ہیں:

سرسید احمد ۱۸۵۵ء میں ایک خط میں اپنی وفات سے تین سال قبل لکھتے ہیں۔ ''میں نے وہابیوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں، ایک وہابی، دوسرے وہابی کریلا، تیسرے وہابی کریلا اور نیم چڑھا میں اپنے تئیں تیسری قسم (کٹر غیر مقلد) قرار دیتا ہوں''۔

کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

''جناب مولوی سید نذیر حسین دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑھا وہابی بنایا ہے، وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اس کو سنت ہدیٰ جانتے تھے، میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں لوگوں کے خیال سے نہیں کرتے۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے، جب یہ گفتگو ہوئی میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے لگے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے (موج کوثر ص ۵۱)

ترک تقلید کا فساد نمبر ۷

فتنہ انکار حدیث

ترک تقلید کے بت کے پجاری اور صنم خانہ غیر مقلدیت کے برہمن نشہ انانیت میں مست و مخمور ہو کر پہلے فقہ پر نکتہ چینی کرتے، اس کی برائیاں بیان کرتے اور اس سے اعراض و انکار کرتے ہیں۔ جب وہ فقہ کی بندش سے آزاد ہو جاتے ہیں تو پھر وہ مزید آزاد ہونا چاہتے ہیں، ان کی طبیعتیں اتنی آزادی اور آوارگی پر قانع نہیں ہوتیں، فقہ کی بندش سے

آزادی آہستہ آہستہ ان کو انکار حدیث کے مرحلہ تک پہنچا دیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فتنہ انکار حدیث کا بانی اور مؤسس بھی ابتدا ئغیر مقلد تھا اور اس کے اعوان وانصار بھی غیر مقلد تھے۔ پھر آج تک اس فتنہ کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے اور اس کے پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے والے اور اس بارے میں تحریر و تقریر کے ذریعہ سرگرمی دکھانیوالے وہ حضرات ہیں جو شروع میں غیر مقلد تھے۔ غیر مقلدیت کا نشہ جب ان کے رگ وپے میں سرایت کر گیا جب اس کے نشہ کی تیزی نے ان کے دل ودماغ پر پوری طرح تسلط جمالیا تو وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھے اور اپنی زندگی کی ساری توانائیاں فتنہ انکار حدیث کی آبیاری میں صرف کر دیں پھر تاحین حیات خود بھی انکار حدیث کے خارزاروں میں بھٹکتے رہے اور لوگوں کو بھی صراط مستقیم سے بھٹکانے میں اہم کردار ادا کرتے رہے حتی کہ دور حاضر میں انکار حدیث کا سب سے بڑا علمبردار غلام احمد پرویز بھی ابتداء میں غیر مقلد تھا۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فتنہ انکار حدیث کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام اہل قرآن (عبداللہ چکڑالوی) نے نفسیات کے اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کرلیا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ جماعت کے عقائد دیر میں اور بتدریج بدلتے ہیں اس لئے جب انہوں نے دیکھا کہ اب لوگ فقہ کی بندش سے تقریباً آزاد ہو گئے تو انہوں نے احادیث پر نکتہ چینی شروع کر دی ہے اور جب کچھ دنوں میں یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا تو وہ جمع وتدوین قرآن میں رخنے نکالنے شروع کر دیں گے اور جب لوگوں کو اس عیاری کا پتہ چلے گا وہ عوام اور نئے تعلیم یافتہ طبقہ کے دل ودماغ کو اتنا مسموم کر چکے ہونگے کہ اس کا تدارک کسی سے نہ ہو سکے گا۔

چند سطروں بعد لکھتے ہیں: ''اہل قرآن کسی خاص جماعت کا نام ہوا ایسا نہیں ہے......

بلکہ ان کا ہر شخص خود امام اور مجتہد ہے، اس کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں کیونکہ تقلید نام ہے پابندی کا اور اس پابندی سے بھاگنے کے لئے تو یہ سارا کھیل کھیلا گیا ہے۔ اس لئے یہ لوگ ایک دوسرے کی بالکل نہیں مانتے۔ ہر شخص قرآن مجید کو جس طرح سمجھتا ہے، اسی طرح اس پر عمل پیرا ہونے کا دعوی کرتا ہے''۔ (فتاوی ثنائیہ ص ۲۸۰ ج ۱)

ناظرین کرام! خط کشیدہ الفاظ کا بغور مطالعہ فرمائیں اور ازراہ انصاف بتلائیں کیا منکرین حدیث کے یہ افکار ونظریات اور خیالات و حالات ہو بہو غیر مقلدین میں نہیں پائے جاتے؟ کیا غیر مقلدین کسی کی تقلید کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ کیا ان میں سے ہر شخص اجتہاد کا دعویدار نہیں؟ کیا غیر مقلدین تقلید کی پابندی سے بھاگتے نہیں؟ خدا بھلا کرے مولانا ثناء اللہ امرتسری کا کہ انہوں نے نہایت دیانت داری اور خوبصورتی سے اپنے فرقہ کی نہایت واضح تصویر کھینچ کر رکھدی ہے، اس تصویر میں غیر مقلدیت کے چہرے کے تمام خدوخال، نقوش اور امتیازات واختصاصات پوری طرح نمایاں ہیں۔

گویا یہ ایک آئینہ ہے جس میں غیر مقلدین اپنے فرقہ کے رخ زیبا کی تمام جھلکیاں اور خصوصیات واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ غیر مقلدین اس آئینہ میں اپنا چہرہ بغور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ **فاعتبروا یااولی الابصار**

ناظرین کرام! ذیل میں فتنہ انکار احادیث کے بانی اور اس کے اعوان وانصار اور معاونین و متفقین کا ابتداءً غیر مقلد ہونا تاریخی حوالوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

فتنہ انکار حدیث کا بانی عبداللہ چکڑالوی ابتداءً غیر مقلد تھا

مشہور محقق ومؤرخ شیخ محمد اکرام صاحب رقمطراز ہیں:

''اہلحدیث جماعت کے جوش وخروش کا دوسرا نتیجہ طبقہ اہل القرآن (منکرین حدیث) کا آغاز ہے، اہلحدیث اپنے آپ کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ وہ فقہی آئمہ مثلاً امام

ابوحنیفہؒ کی تقلید سے آزاد ہیں...... نتیجہ یہ ہے کہ کئی طبیعتوں کو جو زیادہ آزاد خیال تھیں، فقط فقہاء کی تقلید سے آزادی کافی معلوم نہ ہوئی اور انہوں نے مختلف اسباب کی بناء پر احادیث سے بھی آزادی حاصل کرنی چاہی، اس گروہ کا ایک مرکز پنجاب میں ہے۔ جہاں لوگ انہیں چکڑالوی کہتے ہیں۔ اور یہ اپنے آپ کو اہل القرآن کا لقب دیتے ہیں۔ اس گروہ کا بانی مولوی عبداللہ چکڑالوی پہلے اہلحدیث (غیر مقلد) تھا۔ (موج کوثر ص ۵۲)

مشہور منکر حدیث حافظ اسلم جیرا جپوری بھی پہلے غیر مقلد تھا

مشہور محقق اور معروف مؤرخ جناب شیخ محمد اکرام موج کوثر میں لکھتے ہیں۔

''جس طریقہ سے ایک اہلحدیث (غیر مقلد) ایک اہل قرآن (منکر حدیث) کی منزل کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اس کا اندازہ مشہور عالم اور مصنف مولانا محمد اسلم صاحب جیراجپوری کے واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ ان کے والد مولانا سلامت اللہ صاحب جیراجپوری سید نذیر حسین دہلویؒ محدث کے شاگرد اور اپنے علاقہ کے سب سے باا ثر عالم اور واعظ تھے۔ ایک زمانہ میں انہیں نواب صدیق حسن بھوپالی نے بلالیا اور رفتہ رفتہ وہ ریاست کے تمام مدارس کے افسر ہو گئے''۔

کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں: ''مولانا محمد اسلم بھی اوائل عمر سے اہلحدیث سے منسلک تھے۔'' (موج کوثر ص ۵۴)

اسلم جیراجپوری خود اپنی تصنیف ''نوادرات'' میں اپنے والد مولوی سلامت اللہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

''والد صاحب اگرچہ اہلحدیث (غیر مقلد) تھے، مگر ان میں تعصب مطلق نہ تھا ...... نیز لکھتے ہیں۔

ہمارا گھر مقامی اور بیرونی اہلحدیث علماء کا مرجع تھا۔ (نوادرات ص ۲۴۴)

مشہور منکر حدیث نیاز فتحپوری بھی پہلے غیر مقلد تھا

نیاز صاحب اپنی تصنیف ''من ویزداں'' میں مقلدین کو کوستے ہوئے تقلید پر برس کر اپنے قلب ماؤف کی بھڑاس نکالتے ہوئے اور تقلید سے اپنی بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر مولویوں کی جماعت واقعی مسلمان ہے تو میں یقیناً کافر ہوں اور اگر میں مسلمان ہوں تو یہ سب نامسلمان ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسلام نام ہے صرف کورانہ تقلید کا اور تقلید بھی رسول اور احکام رسول کی نہیں بلکہ بخاری ومسلم وغیرہ کی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حقیقت کیفیت یقین کی اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوسکتی جب تک ہر شخص اپنی جگہ غور کر کے کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ (من ویزدان ص ۵۳۷ ج ۱)

غیر مقلدین بھی یہی کہتے ہیں کہ ہر شخص کو خواہ وہ ایک مسئلہ بھی جانتا ہو اجتہاد کا حق ہے اور ہر شخص اپنی جگہ براہ راست قرآن وحدیث میں غور وخوض کر کے انہیں سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس انانیت واستکبار کی بناء پر پہلے غیر مقلدیت کی مرض پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد انکار حدیث کی تپدق لاحق ہو کر انسان اپنا ایمان کھو بیٹھتا اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

ترک تقلید کا فساد نمبر ۸

فتنہ مرزائیت

بانی فتنہ قادیانیت مرزا غلام احمد قادیانی بھی ابتداءً غیر مقلد تھا مرزا صاحب کا سوانح نگار ''مجدد اعظم'' کا مؤلف ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لکھتا ہے۔

''مرزا صاحب امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے۔ اور سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے لیکن امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو مردود کبھی نہیں قرار دیا۔

(مجدد اعظم ص ۱۳۳۳ ج ۲)

نیز لکھتا ہے: ''مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نئے نئے پڑھ کر اور مولوی بن کر جو

بٹالہ آئے تو چونکہ یہ اہلحدیث تھے اس لئے حنفیوں کو ان کے خیالات بہت گراں گزرے۔ بعض اختلافی مسائل میں بحث کرنے کے لئے حنفیوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی طرف رجوع کیا اور ایک نمائندہ حضرت اقدس کو قادیان سے بٹالہ لے آیا، شام کو مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے والد مسجد میں تھے، جو حضرت اقدس وہاں پہنچ گئے، بحث شروع ہوئی، مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تقریر کی۔

حضرت اقدس نے تقریر سن کر فرمایا کہ اس میں تو کوئی بات ایسی نہیں جو قابل اعتراض ہو، تو میں تردید کس بات کی کروں۔ ان لوگوں کو جو آپ کو لائے تھے بہت مایوسی ہوئی اور وہ آپ سے بہت ناراض ہوئے لیکن آپ نے محض اللہ کے لئے اس بحث کو ترک کر دیا۔ کیونکہ محض دھڑے بندی کے لئے آپ حق بات کی تردید نہیں کر سکتے تھے۔

(مجدد اعظم ص۱۳۳۳ ج ۲)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مرزا صاحب نے بٹالوی صاحب کے نظریات وخیالات کی کس طرح تائید وتصویب کی ہے۔ اگر مرزا صاحب ابتداءً مقلد ہوتے تو لازماً بٹالوی صاحب کے نظریات کی تردید کرتے، معلوم ہوا کہ مرزا صاحب پہلے غیر مقلدانہ خیالات کے حامل تھے، پھر غیر مقلدیت سے ترقی کر کے نبوت کا دعویٰ کر کے ایک دنیا کو گمراہ کیا۔

مرزا صاحب کے دست راست، ان کے مرید خاص اور خلیفہ اول حکیم نور الدین بھیروی بھی پہلے غیر مقلد تھے

تاریخ احمدیت میں مذکور ہے: ”حرمین سے واپسی پر نور الدین نے وہابیت اختیار کی اور ترک تقلید پر وعظ کئے اور عدم جواز تقلید پر کتابیں تصنیف کیں، بھیرہ میں ہیجان عظیم بپا ہوگیا۔ حضرت مولانا غلام نبی صاحب للوی، مولانا غلام رسول صاحب چاوی، مولانا غلام مصطفیٰ بیر بلوی اور مولانا عبدالعزیز صاحب بگوی کے دستخطوں سے ایک فتویٰ

غیر مقلدین کے خلاف شائع ہوا اور محلہ پیراچگاں بھیرہ میں فیصلہ کن مناظرہ کے بعد غیر مقلدین کا بھیرہ میں ناطقہ بند ہو گیا۔ (تاریخ احمدیت ص ۶۹ تا ۷۰ ج ۴)

نیز لکھتے ہیں: ''حکیم نور الدین صاحب امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھا کرتے اور رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (تاریخ احمدیت ص ۶ ج ۴)

''حکیم نور الدین بھیروی کا ایک شاگرد لکھتا ہے:

''ایک دفعہ میرا بھیرہ جانا ہوا وہاں حضرت مولوی نور الدین صاحب کے بڑے بھائی سلطان احمد صاحب نے ذکر کیا کہ ان کے بھائی (حضرت قبلہ اول) حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے مکہ گئے ہوئے ہیں اور کچھ عرصہ تک واپس آئیں گے، میں ان کا منتظر رہا، ایک روز صبح کے وقت گجرات میں میرے والد صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب حمام میں نہانے گئے، نہا کر مولوی برہان الدین نے فرمایا کہ بھیرہ میں ایک اہلحدیث (غیر مقلد) حدیث کا علم پڑھ کر آیا ہے، میں نے مولوی صاحب سے اس کا نام پوچھا، انہوں نے فرمایا نور الدین، میں نے پوچھا وہ آ گیا ہے؟ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا'' میں تو اس کا منتظر تھا'' چنانچہ میں نماز پڑھ کر ایک کمبل کاندھے پر رکھ کے چل پڑا، تیسرے روز بھیرہ پہنچا اور حضرت مولوی بھیروی کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مولوی صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب اور دیگر اہلحدیثوں سے فرمایا کہ یہ ایک اور اہلحدیث (غیر مقلد) آیا ہے، حضرت مولوی صاحب نے مجھے اہلحدیثوں کی مسجد حکیماں والی مسجد کا امام مقرر فرمایا اور میرا کھانا اپنے گھر مقرر فرمایا۔ (تاریخ احمدیت ص ۸۰ ج ۴)

پاکستان کے سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے بھی ایک غیر مقلد گھرانہ میں جنم لیا

مرزائیوں کی مایہ ناز شخصیت چوہدری سر ظفر اللہ خان نے بھی ایک غیر مقلد گھرانہ میں جنم لیا۔ بعد ازاں غیر مقلدیت سے ترقی کر کے مرزائی بنے اور امت مرزائیہ کی بے مثال

خدمات انجام دیں، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

• ’’میرے دادا چوہدری سکندر خان صاحب مرحوم اپنے علاقے کے بڑے بارسوخ زمیندار تھے، جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے وہ اہلحدیث فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔‘‘

(تحدیث نعمت ص ۳)

غیر مقلدین کی مرزائیت نوازی

چونکہ فتنہ مرزائیت نے غیر مقلدیت کے بطن فتنہ پرور سے جنم لیا تھا، اس لئے غیر مقلدین کے اکابر و اسلاف اور اخلاف اپنے اس چہیتے لاڈلے اور پیارے فرزند ارجمند اور لخت جگر کی ناز برداریوں میں مشغول و مصروف رہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ میں اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کا مثیل قرار دیا ہے اور اس کتاب میں اور بھی بہت سی ایسی باتیں تحریر کی ہیں جو اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں لیکن غیر مقلدین کے وکیل اعظم اور ممتاز ترین عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب کو اس کتاب کی تصنیف پر زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے اور اس کی تعریف و توصیف میں بے حد مبالغہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ (یعنی مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے) اور آئندہ کی خبر نہیں **لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً**۔ اور اس کا مؤلف (مرزا غلام احمد قادیانی) بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے، ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہائے

مخالفین اسلام خصوصاً ''فرقہ آریہ برہم سماج'' سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو، اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرۃ مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑہ اٹھالیا ہو اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو بھی مزہ چکھادیا ہو۔ (اشاعۃ السنہ ص ۱۴۹)

غیر مقلدوں کا مرزائن سے نکاح جائز ہے

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

''اگر عورت مرزائن ہے، تو علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو تو میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے''۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲ نومبر ۱۹۳۴ء)

غیر مقلدین کے مذہب میں مرزائیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

''عرصہ ہوا، اخبار اہلحدیث میں اس مسئلہ پر مذاکرہ ہوا تھا استاد پنجاب جناب حافظ عبدالمنان صاحب، مولانا حافظ عبداللہ صاحب (روپڑی) جناب شاہ عتیق الرحمان صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب وغیرہ علماء نے (مرزائیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے جواز پر) اتفاق ظاہر کیا تھا۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۸، ۲۸ جون ۱۹۱۲ء)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا اپنا فتویٰ بھی یہ ہے کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ (فیصلہ مکہ ص ۷)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا مرزائیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا

مولوی عبدالعزیز صاحب سیکرٹری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولوی ثناء اللہ

صاحب امرتسری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی‘‘ (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

غیر مقلدوں کے موجودہ امیر جمعیت اہلحدیث مولوی محی الدین لکھوی عقائد میں مرزا صاحب کے ہمنوا ہیں

غیر مقلدوں کے مشہور عالم اور مصنف مولوی عبدالقادر صاحب حصاری جمعیۃ اہلحدیث کے موجودہ امیر مولوی محی الدین صاحب لکھوی کے عقائد ونظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

’’میں عبدالقادر (حصاری) کی لاہوری کی جمعیت میں اس لئے شمولیت نہیں ہوسکتی کہ لکھوی امیر صاحب کے عقائد میں مرزائیت سرایت کرگئی ہے جس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں، خروج دجال اور ظہور مہدی نہیں ہوگا۔ یہ سب افسانے ہیں اور یہ عیسائی عقیدہ ہے کہ عیسی علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے، اور بخاری ومسلم میں جعلی اور ناقابل اعتبار حدیثیں ہیں۔ مولوی معین الدین اور محی الدین لکھوی ایسے عقائد والے شخص کو کافر نہیں کہتے حالانکہ لکھوی خاندان کے جدِ بزرگوار عارف باللہ مولانا عبدالرحمان مدفون مدینہ منورہ اور دیگر اکابر علماء اہلحدیث کا فتویٰ شائع ہوچکا ہے کہ حیات مسیح کا منکر کافر ہے۔ مگر مولوی محمد علی کے دونوں صاحبزادے صرف اپنے والد کی رعایت کے لئے اپنے خاندان کے بزرگ اعلی کے فتویٰ کا انکار کرتے ہیں اور مولوی محی الدین لکھوی تو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے۔ (تنظیم اہلحدیث ص ۶ کالم ۱، ۲، ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ غیر مقلدین کی سب سے بڑی سیاسی اور مذہبی جماعت کے موجودہ امیر کن خیالات ونظریات کے حامل ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فوتیدگی کا اعتقاد قرآن کریم کا انکار ہے۔ خروج دجال اور ظہور مہدی کی احادیث صحیحہ صریحہ کو افسانہ قرار دینا کتنی بڑی جسارت ہے؟ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ عقائد

انکار غیر مقلدوں کے نزدیک کفر ہے! یا اسلام؟

فرقہ غیر مقلدین کے علماء جواب دیں کہ انہوں نے اپنی جماعت کا امیر ایک ایسے شخص کو کیوں منتخب کیا جو قرآنی عقائد اور اسلامی نظریات کا منکر ہے؟ پاکستان کے سارے غیر مقلدین کا اپنی سب سے بڑی مذہبی اور سیاسی جماعت کی قیادت و امارت کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب جو حیات عیسیٰ علیہ السلام، خروج دجال اور ظہور مہدی کا منکر ہے اس حقیقت پر واضح دلالت کرتا ہے کہ سب غیر مقلدین ان نظریات و عقائد میں مولوی محی الدین لکھوی کے ہمنوا ہیں، گویا کہ پاکستان کے سب غیر مقلدین جماعتی حیثیت سے حیات عیسیٰ علیہ السلام، خروج دجال اور ظہور مہدی کے منکر ہیں ورنہ ایک ایسے شخص کو جو مذکورہ عقائد میں مرزا غلام احمد قادیانی کا حامی اور مؤید ہے اپنی سب سے بڑی مذہبی و سیاسی جماعت کا امیر منتخب نہ کرتے، کیا غیر مقلدوں کو سارے پاکستان میں کوئی اور موزوں اور مناسب شخص جماعت مذکورہ کی امارت و قیادت کے لئے نہ ملا؟ آخر ایسا کیوں کیا گیا؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اور سنیئے

غیر مقلدوں کے نزدیک مرزائی اسلامی فرقہ ہیں، چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

''اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ ہے والذین معہ کا اس میں سب شریک ہیں۔ اس لئے ان میں باہمی سخت شقاق ہے مگر اس نقطہ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی رحماء ہونا چاہیے، مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں۔ (کیا اسی لئے ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں؟ اور مرزائن سے نکاح جائز قرار دے رہے ہیں، شدید مخالفت کا یہ عجیب مظاہرہ ہے) مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے میں ان کو بھی اس میں شامل سمجھتا ہوں''۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۳، ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

چہ خوب؟ اگر غیر مقلدوں کے نزدیک اسلام کا دامن اتنا وسیع ہے تو پھر منکرین حدیث اور نیچریوں نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ اسلام کے شرف سے محروم رہیں۔

ترک تقلید کا فساد نمبر ۹

تجدد واباحیت پسندی

اس پر فتن دور میں اباحیت پسندی اور تجدد کی مرض وباء کی طرح پھیل رہی ہے جس کی وجہ سے اجتہاد اور آزادی فکر کے نام سے دین کے شعائر کا مذاق اڑایا جارہا ہے، اسلام کی بنیادوں پر کلہاڑا چلایا جارہا ہے اور دین اسلام کے اساسی اور بنیادی عقائد واحکام کی تراش خراش اور قطع برید سے اسلام کا حلیہ مسخ کرنے کی کوششیں وسیع پیانے پر جاری ہیں۔ آج جو لوگ سود اور قمار بازی کی حلت اور جواز ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کے حوالوں سے مضامین کے تازہ بتازہ اور نو بہ نو انبار لگارہے ہیں اور عورتوں کو پردہ کی قید سے آزاد کرنے اور رقص وسرود اور فوٹو گرافی وغیرہ کو سند جواز مہیا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگارہے ہیں اور اسلام کے آپریشن کے لئے بڑے بڑے علمی ادارے قائم کررہے ہیں یہ سب لوگ تقلید شخصی کو حرام اور شرک قرار دے کر ہی آگے بڑھے ہیں، سب سے بڑی چٹان جو ان کے راستہ میں حائل تھی اور سب سے بڑی رکاوٹ جو ان کی خواہشات کے سامنے کوہ ہمالیہ کی طرح سینہ تان کر کھڑی تھی وہ تقلید سدید ہی تھی، تقلید کی سد سکندری نے ان کے نئے نئے اجتہادات کا راستہ روک رکھا تھا، سب سے پہلے ان لوگوں نے تقلید کے حصن حصین سے نجات حاصل کی۔ جب یہ تقلید سے آزاد ہو گئے تو ان کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی اور نئے نئے اجتہادات سے اسلام کو ہدف مظالم بنایا گیا، ان اباحیت پسندوں کے پیر ومرشد غیر مقلدین ہیں جو رات دن آئمہ مجتہدین کی تقلید کی حرمت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، ان متجددین اور اباحیت پسندوں نے جسد اسلام پر چرکے لگانے اور اسلام کے

قطعی اور بنیادی عقائد پر کلہاڑا چلانے کا طریقہ غیر مقلدوں سے سیکھا ہے۔

ترک تقلید کا فساد نمبر ۱۰

اجماع کی مخالفت

ترک تقلید کے مفاسد میں سے ایک بڑا مفسدہ اجماع کی مخالفت ہے یہی وجہ ہے کہ غیر مقلد حضرات اجماع کی مخالفت میں بڑے دلیر اور بے باک ہوتے ہیں، بہت سے مسائل میں غیر مقلدین، جمہور صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے کٹے ہوئے ہیں، جمہور سلف وخلف ایک طرف ہیں اور یہ ایک طرف ہیں، ساری امت ایک جانب ہے اور یہ دوسری جانب ہیں، اس سلسلہ میں یہ ''من شذ شذ فی النار'' کی وعید کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے ''یداللہ علی الجماعۃ، اور ''لا تجتمع اُمتی علی الضلالۃ'' جیسی احادیث سے انکار واعراض کرتے ہوئے ذرہ بھر خوف اور جھجک محسوس نہیں کرتے، سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

غیر مقلدین کی اجماع کی مخالفت کی چند مثالیں بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش خدمت ہیں:

مخالفت اجماع کی پہلی مثال

تراویح کے بارے میں ساری امت ایک طرف ہے اور یہ ان سے کٹے ہوئے دوسری طرف ہیں۔ عہد فاروقی سے آج تک جمہور بیس رکعت تراویح پر عامل رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ مجتہدین سلف صالحینؒ محققین، مدققین، مفسرین، محدثین، علماء فضلاء، فقہاء ازکیاء، اصفیاء، اتقیا سب کے سب بیس یا بیس سے زائد رکعات تراویح پڑھتے رہے ہیں۔ ۱۲۸۴ھ تک کسی نے بھی بیس رکعت تراویح کو بدعت اور بیس رکعت پڑھنے والوں کو بدعتی قرار نہیں دیا۔ ۱۲۸۴ھ میں ہندوستان کے شہر اکبر آباد میں کسی غیر مقلد نے یہ فتوی دیا کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں، خطہ پنجاب میں سب سے پہلے جس شخص نے آٹھ

رکعت سے زائد کو بدعت کہا وہ مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں، یہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی وہ صاحب ہیں جنہوں نے ۱۸۹۲ء میں انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی تائید میں جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ بنام ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' لکھ کر گورنمنٹ برطانیہ کے حضور پیش کیا اور انگریز بہادر سے اس کے صلے میں جاگیر پائی اور انعام حاصل کیا۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹ مولانا مسعود عالم ندوی)

غیر مقلدوں نے نہ تعامل اہل مکہ کی پرواہ کی، نہ تعامل اہل مدینہ کو درخور اعتنا سمجھا۔ نہ تعامل اہل کوفہ کو لائق التفات تصور کیا، جمہور سلف وخلف کے خلاف ایک نیا محاذ قائم کیا اور لگے جمہور امت پر خشت باری کرنے، اگر غیر مقلدین کی بات کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ساڑھے بارہ سو سال تک ساری امت بدعت وضلالت پر مجتمع رہی۔ ساڑھے بارہ سو سال تک امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ میں سے کوئی صحابیؓ کوئی تابعیؒ کوئی تبع تابعیؒ کوئی امام کوئی مجتہد اور کوئی مجدد ومحقق اس بدعت کا سراغ نہ لگا سکا۔

اگر بیس رکعت تراویح کے بدعت ہونے کا علم ہوا تو تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں اکبر آباد کے ایک گمنام اور غیر ذی علم مولوی کو اور پنجاب میں انگریز کے انعام یافتہ وفادار شخص مولوی محمد حسین بٹالوی کو۔

بہر حال بیس رکعت تراویح پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا تھا اور بعد کے ادوار میں ساری امت مسلمہ بیس رکعت تراویح پڑھتی رہی ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

وعدوا ما وقع فی زمن عمر کالاجماع (عون الباری)	حضرت عمرؓ کے دور مقدس میں تمام صحابہ کرامؓ (بلا استثناء) بیس تراویح پڑھتے رہے، علماء کرامؒ نے اس کو اجماع صحابہ قرار دیا ہے۔

مخالفت اجماع کی دوسری مثال

غیر مقلدین تین طلاقوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو خطا کار بتلاتے ہیں اور اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا جو اجماع ہوا ہے، اس سے صرف نظر اور اعراض کرتے ہیں، اور اس بارے میں آئمہ اربعہ کے اجماع کی بھی پرواہ نہیں کرتے، امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں تین طلاق سے تین کے وقوع کا جو باب باندھا ہے۔ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، نص قرآن، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہؓ اتفاق آئمہ اربعہ اور امام بخاری کے تین طلاق دینے سے تین کے وقوع کا باب باندھنے سے یہ ثابت ہے کہ تین طلاق دینے سے حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے لیکن غیر مقلدین کا دستور ہی نرالا ہے، ان کا طریق کار ہی انوکھا ہے، وہ ان سب کو ایک ایسی شاذ روایت کی آڑ میں رد کرتے ہیں جس کو تمام آئمہ حدیث اور آئمہ اجتہاد نے منسوخ یا متروک یا مرجوح قرار دیا ہے، غیر مقلدین اس سلسلہ میں مسلمانوں کو معصیت میں مبتلا کر کے ان کے نسبوں کو مشتبہ کرتے ہیں، غیر مقلدین کا یہ مذہب نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کے منافی اور صحابہؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ محدثین اور آئمہ مجتہدین کے مذہب کے خلاف ہے، جس طرح بیس رکعت تراویح کو بدعت قرار دینے کی بدعت ساڑھے بارہ سو سال کے بعد ایجاد کی گئی، ساڑھے بارہ سو سال تک کسی معتبر اور مستند عالم دین نے اس کو بدعت نہیں کہا، اسی طرح مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک طلاق کے حکم میں قرار دینا، سات سو سال بعد کی ایجاد ہے، تین طلاق دینے سے ایک طلاق کے وقوع کا فتویٰ ساتویں ہجری کے اواخر یا آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں علامہ ابن تیمیہؒ نے دیا تھا۔

چنانچہ غیر مقلدین کے ایک مشہور اور جید عالم مولانا شرف الدین دہلوی نے اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام کیا ہے، جس سے غیر مقلدین کے مذہب کا کھوکھلا پن اور ضعف خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے، مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام کیا ہے، یہ سخت مغالطہ ہے، اصل بات یہ ہے کہ صحابہؓ وتابعینؒ وتبع تابعینؒ سے لیکر سات سو سال تک سلف صالحینؒ وتابعینؒ ومحدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں **من ادعی فعلیه البیان ببرهان ودونه خرط القتاد۔**

ملاحظہ ہو صحیح بخاری، موطا امام مالکؒ سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ وشرح امام نووی، فتح الباری، وتفسیر ابن کثیر وتفسیر ابن جریر وکتاب الاعتبار للامام الحازمی فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار، اس میں امام حازمی نے ابن عباسؓ کی مسلم کی اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بھی **الطلاق مرتان** الآیہ کے تحت ابن عباس سے جو صحیح مسلم کی حدیث تین طلاق کے ایک ہونے کا راوی ہے دوسری حدیث نقل کی ہے۔ جو سنن ابوداؤد میں باب **نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث** بسند خود نقل کی ہے **عن ابن عباس ان الرجل کان اذا طلق امرأته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلثاً فنسخ ذلک فقال الطلاق فامساک بالمعروف اوتسریح باحسان انتهی۔** **(عون العبود ص۲۳۵ ج۲)**

امام نسائی نے بھی اسی طرح ص۱۰۱ ج۲ میں باب منعقد کیا ہے اور ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور حجت ہے جب ہی تو لائے ہیں اور باب منعقد کیا ہے۔

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی اس مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں۔

''اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق مجلس واحد محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہؓ تابعینؒ وتبع تابعینؒ ائمہ محدثین کا نہیں ہے۔

یہ مسلک سات سو سال بعد کے محدثین کا ہے، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے معتقد ہیں، یہ فتویٰ شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا، تو اس وقت کے علماء اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی۔

(فتاویٰ ثنائیہ ص۲۱۷، ۲۱۹ جلد اول)

مخالفت اجماع کی تیسری مثال

قرآن کریم کی آیت کریمہ ''واذ قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا'' کے شان نزول کے بارے میں جمہور سلف وخلف ایک طرف ہیں، اور غیر مقلدین دوسری طرف ہیں، غیر مقلدین اس بارے میں بھی صحابہ کرامؓ تابعین عظام، تبع تابعین فخام اور جمہور مفسرین ذوالمجد والاحترام کی مخالفت پر کمربستہ ہیں، بلکہ لنگوٹ کس کر بباگ دہل، علی الاعلان، ڈھنکے کی چوٹ جمہور سلف وخلف کو مناظرہ کا چیلنج دے رہے ہیں، ان کو خاطی، گنہگار اور تارک صلوۃ قرار دے رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت مجاہدؒ حضرت سعید بن مسیب حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوالعالیہ ریاحیؒ حضرت امام زہریؒ حضرت عبیدؒ بن عمر حضرت عطاء بنؒ ابی رباح، حضرت محمد بن کعب قرظی حضرت ضحاکؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت قتادہؒ، امام شعبیؒ، عبدالرحمان بن زید بن اسلم، ابن جریر طبریؒ، حافظ ابن کثیرؒ، قاضی بیضاوی، علامہ ابوالسعود وغیرہم یہ سب اور ان کے علاوہ سینکڑوں محدثین ومفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، امام احمد بن حنبلؒ اس پر (اس آیت کریمہ کے نماز کے بارے میں نازل ہونے کے سلسلہ میں) صحابہؓ اور تابعینؒ وائمہ مجتہدین کا اجماع نقل فرماتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں:

وذکر احمد بن حنبل الاجماع علی انها نزلت فی الصلوۃ وذکر الاجماع علی انها لا تجب القرأة علی الماموم حال الجهر (فتاویٰ ابن تیمیہ ص۱۶۸ ج۲)	امام احمد بن حنبل نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ مقتدی پر جہری نمازوں میں قرأۃ واجب نہیں۔

○ امام ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں:

وقول الجمهور هو الصحيح فان الله سبحانه و تعالى قال و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا.	جمہور کا قول ہی صحیح ہے کہ اس آیت کریمہ کی شان نزول نماز ہے

ناظرین باتمکین! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے، تابعینؒ فرماتے ہیں کہ اس کی شان نزول نماز ہے، تبع تابعینؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اس پر سلف و خلف کا اجماع نقل فرماتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین صحابہؓ تابعینؒ تبع تابعین کے اقوال و روایات کو نظر انداز کر کے ان سب سے منہ موڑ کر چھٹی صدی ہجری کے ایک مفسر امام رازیؒ کے مرجوح قول کو سینے سے لگاتے اور گلے کا ہار بناتے ہیں۔ امام رازی کا قول مرجوح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ اس آیت کریمہ کو کفار و مشرکین کے بارے میں نازل قرار دینا تفسیر بالرائی اور بدعت سیئہ ہے بلکہ اس آیت مقدسہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے۔ لیکن امام زاریؒ کا یہ قول چونکہ ان کے مذہب و مسلک کے موافق تھا اس لئے قبول کر لیا گیا۔ صحابہؓ تابعینؒ تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کے اقوال چونکہ ان کے مذہب کے خلاف تھے اس لئے رد کر دیئے گئے۔

ترک تقلید کا فساد نمبر ۱۱

صحابہ کرامؓ ائمہ عظامؒ اور سلف صالحین سے اعتماد کا اٹھ جانا اور غیر مقلدین کا ان کی توہین و تنقیص میں جری و بے باک ہوجانا

جب آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے تو پھر وہ انتہائی دریدہ دہن، گستاخ اور بے ادب ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور آئمہ اسلام کی توہین و تنقیص اس کا محبوب مشغلہ بن جاتا

ہے، ان کے بارے میں ناشائستہ کلمات کا استعمال اس کا شیوہ ہو جاتا ہے، وہ اجتہاد بزعم فاسد اور ظن کاسد میں مبتلا ہو کر غرور و تکبر اور انانیت کی وادیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ خود بینی اور مطلق العنانی کی وجہ سے وہ سلف صالحین پر تنقید اور نکتہ چینی کرنے میں بڑا دلیر اور بے باک ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو بدعتی اور آئمہ عظام کو اندھے امام لکھتا ہے (رسالہ رفع یدین ص ۴۰ از پروفیسر عبداللہ بہاول پوری) حضرت عمرؓ کو بیس رکعت تراویح کے بارے میں بدعتی بتلاتا ہے، حضرت عثمانؓ کو در بارۂ اذانِ ثانی مبتدع قرار دیتا ہے، تین طلاقوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو خطا کار کہتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری اپنی جماعت کی گستاخی دریدہ دہنی اور انانیت واستکبار پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حسنینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں، اسی طرح ان جہال کاذب اہلحدیثوں میں جو ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کو رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہ جنکی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر، الحاد و زندیقیت ان میں پھیلائے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ بھی چیں بجبیں نہیں ہوتے۔

اگر چہ علماء اور فقہائے اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے ...... اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب عقائد اہل السنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و مستکبر ہو گئے ہیں فافہم وتدبر۔ (کتاب التوحید والسنہ فی رد اہل الالحاد والبدعہ ص ۲۶۲)

غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان صاحب کا ارشاد گرامی

نواب صدیق حسن خان صاحب جو کہ غیر مقلدین کے امام و مجدد تھے وہ غیر مقلدین

کی بدزبانی بدکلامی اور بدتہذیبی پر روشنی ڈالتے ہوئے اور غیر مقلدوں کی آئمہ کرام کے بارے میں یاوہ گوئی، ژاژ خائی، طعن و تشنیع پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس زمانہ کی آفات میں سے ایک آفت یہ بھی ہے کہ تقلید کے ردوقدح میں حضرت ائمہ عظامؒ تک طعن و تشنیع کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدبختی اور صریح گمراہی ہے، چند بدنام لوگ سلف صالحین کے رسوا کرنے میں اپنے منہ کو اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کرتے ہیں (نعوذ باللہ من الخذلان) اگر کوئی متبع کسی امام یا عالم پر بالتعیین طعن وقدح کرتا ہے تو وہ مغتاب ہے اور غیبت زنا سے بھی بدتر ہے، جب احاد امت کی غیبت کرنا حرام ہے تو پھر جو ائمہ و علماء آخرت میں جو شخص ان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا لعن و طعن اس مغتاب پر لوٹتا ہے۔ (مآثر صدیقی ص ۲۲ تا ۲۳ ج ۴)

صحابہ کی گستاخی

شہیر فی الآفاق مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی کے شاگرد رشید قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رقمطراز ہیں۔

"مولوی عبدالحق بنارسی (بانی فتنہ غیر مقلدیت) نے برملا کہا کہ عائشہ علیؓ سے لڑی، اگر توبہ نہ کی تو مرتد مری، اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہؓ کا علم ہم سے کم تھا، ان کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، ہم کو ان سب کی حدیثیں یاد ہیں۔ (کشف الحجاب ص ۴۲)

بانی فرقہ غیر مقلدین مولوی عبدالحق بنارسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی شان میں جو گستاخی کی ہے اس سے روح لرز رہی اور دل کانپ رہا ہے، یہ تہذیب اور شائستگی غیر مقلدین کا طرۂ امتیاز ہے۔

مولانا داؤد غزنویؒ

غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولانا داؤد غزنوی کی طبیعت میں چونکہ اعتدال و توازن تھا۔ اس لئے انہوں نے غیر مقلدین کے آئمہ اربعہ کی توہین و تنقیص کے خطرناک رجحان کو

بڑی شدت سے محسوس کیا اور بڑی سختی سے اس پر تنبیہ فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

”دوسرے لوگوں (مقلدین) کی یہ شکایت کہ اہلحدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ نہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے علاقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور آئمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ کر جاتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے، اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۸۷ تا ۸۸)

جماعت اهلحدیث کو امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بدعا لے بیٹھی هے

مولانا داؤد غزنویؒ نے ایک دفعہ اپنی جماعت کے اختلاف و افتراق اور انتشار و خلفشار کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا۔

”مولوی اسحٰق جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ“، ابوحنیفہؒ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے، تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں یکجہتی و اتحاد کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔

”یاغربة الاسلام انما اشکو بثی وحزنی اِلی اللّٰہ‘

(سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۱۳۶)

اصاغر غیر مقلدین کی اپنے اکابر کے بارے میں دریدہ دهنی اور بدزبانی کی چند حیاسوز جهلکیاں

چونکہ غیر مقلدیت کے خمیر میں دریدہ دہنی، بدزبانی، بدکلامی، بدتمیزی، اور شوخ چشمی پائی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ غیر مقلدین جہاں دوسرے مکاتب فکر کے علماء وفضلاء پر

سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے اور انہیں اپنی ظالمانہ اور سوقیانہ گالیوں کا ہدف بناتے ہیں وہاں اپنے فرقہ کے مسلمہ بزرگوں، جید عالموں اور قابل احترام شخصیتوں کو بھی معاف نہیں کرتے، غیر مقلد شاگرد اپنے استادوں کو ایسی بے نقط سناتے، ان پر ایسا کیچڑ اچھالتے اور ان کے بارے میں ایسی گندی، گھناؤنی اور غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں کہ جس سے شرم وحیا کی پیشانی عرق ندامت سے تربتر ہو جاتی ہے۔ کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی اس زبان کو ایک شریف آدمی پڑھ اور سن کر زمین میں گڑ جاتا ہے۔ اور عالم حیرت میں پوچھتا ہے، یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔

ایک ایسی جماعت (جو نہ صرف اہلحدیث ہونے کی دعویدار بلکہ ٹھیکیدار ہے) کا قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات سے اس قدر باغی وطاغی اور اس قدر دور ونفور ہونا، اور اپنی اس بدتہذیبی پر نادم اور شرمسار ہونے کے بجائے خوش اور مسرور ہونا باعث صد ملال اور موجب ہزار نکال ووبال وزوال ہے۔ چنانچہ غیر مقلدوں کے ایک مولوی ابومحمد حسین صاحب مولوی عبدالجلیل سامرودی کی بدزبانی اور دریدہ دہنی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’بدزبانی دیکھئے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کو جو اس کے دادا کے برابر ہیں انہیں ’’توتو‘‘ کرکے خطاب کرتا ہے، یہی روش مولانا محمد (دہلوی) کے بارے میں ہے۔

(اخبار محمدی دہلی ص ۱۶ یکم مارچ ۱۹۳۹ء)

مولوی فقیر اللہ مدراسی (ایک غیر مقلد عالم) اپنی جماعت کے بزرگ ترین عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

’’حاصل مرام یہ کہ اس میں شک نہیں کہ ثناء اللہ چوتھا دجال ہے ہند کے چار دجالوں میں سے، اگرچہ تین تو مر کر واصل جہنم الی النار ہوئے مگر یہ چوتھا سب کے قائمقام ہے بلکہ ان سے بڑھ کر ہے غرضیکہ ثناء اللہ ملحد زندیق ودجال بلا امتثال اور محدث فی الدین بالیقین ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۳، ۱۶ جون ۱۹۱۶ء)

حافظ عبداللہ روپڑی جو کہ غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم تھے، وہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں اپنی غیر مقلدانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’ہم ثناء اللہ کو معتزلی، جہنمی، ملحد، کافر بلکہ خبیث جانتے ہیں، مولوی ثناء اللہ سے دوستی نہ رکھو کیونکہ وہ بے دین آدمی ہے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۳، ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

یہ تو تھی مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے بارے میں غیر مقلدوں کی بدزبانی اور بدکلامی، اب آپ غیر مقلدین کی ایک دوسری عظیم شخصیت حافظ عبداللہ روپڑی کے بارے میں دوسرے غیر مقلد علماء کی بدتہذیبی ملاحظہ فرما کر محو حیرت ہوں۔

’’اخبار محمدی‘‘ کے نائب ایڈیٹر، حافظ عبداللہ روپڑی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ’’دنیا میں اگر کسی کو اعلیٰ احمق کی ضرورت ہو تو اس چھوٹی کھوپڑی والی انسان نما ہستی عبداللہ روپڑی کو دیکھ لے۔ (اخبار محمدی دہلی ص ۱۷، ۱۵ ستمبر ۱۹۳۹ء)

ابو عبداللہ امرتسری، حافظ روپڑی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

’’یہ بزرگ (عبداللہ روپڑی) صرف جھوٹ بولتے نہیں، بلکہ جھوٹ از خود گھڑتے ہیں، تہمت خود تراشتے ہیں۔ (اخبار محمدی دہلی ص ۱۳، ۱۵ اپریل ۱۹۳۹ء)

مولوی احمد اللہ دہلوی فرماتے ہیں: ’’شخص مذکور حافظ عبداللہ روپڑی) مشرک ہے اس سے پرہیز لازم ہے جو پرہیز نہ کریں گے وہ دوزخی ہیں۔ (مظالم روپڑی ص ۴۱)

مولوی عبیداللہ دہلوی لکھتے ہیں:۔

’’شخص مذکور (عبداللہ روپڑی) ملحد، بددین ہے اور جو اس شخص کے ہم خیال ہیں ان سے اجتناب واجب ہے‘‘۔ (مظالم روپڑی ص ۴۹ تا ۵۰)

مولوی عبداللہ لائلپوری فرماتے ہیں:۔

’’واقعی ایسا شخص (حافظ عبداللہ روپڑی کے عقائد کا حامل) ملحد ہے، ایسے مولوی کی

بات کا ہرگز اعتبار نہیں، اس سے بائیکاٹ کرنا، ضروریات دین سے ہے ورنہ ایمان میں خلل ہے۔ (مظالم روپڑی ص ۵۰)

غیر مقلدین کے مشہور مولوی محمد دہلوی، حافظ عبداللہ روپڑی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''روپڑی نے معارف قرآنی بیان کرتے ہوئے رنڈیوں اور بھڑووں کا ارمان پورا کیا اور تماش بینوں کے تمام ہتھکنڈے ادا کئے''۔

(اخبار محمدی دہلی ص ۱۳، ۱۵ اپریل ۱۹۳۹ء)

غیر مقلدوں کے مشہور ''اخبار محمدی دہلی'' کے نائب ایڈیٹر، حافظ عبداللہ روپڑی کے ایک محرم راز، واقف اسرار اور بچپن کے رفیق اور ساتھی مولوی محمد عثمان کے ایک مکتوب کا اقتباس درج کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''جناب مولوی محمد عثمان صاحب، عبداللہ روپڑی سے دریافت کرتے ہیں کہ طالب علمی زمانے میں آپ علة المشائخ (علت مفعولیت) میں مبتلا تھے، اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ میں صوفیت رہے یہ لٹکا بھی نہ جائے۔ لہذا مہربانی فرما کر خدا سے ڈر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کرلیں۔

(اخبار محمدی دہلی ص ۱۵ کالم ۳، ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء)

مولوی محمد دہلوی لکھتے ہیں:

''میرا تو مشورہ یہی ہے کہ انہیں (حافظ عبداللہ روپڑی کو) بھول جایئے، انہیں بکنے دیجئے، جو چاہیں لکھیں، جب تک چاندنی پھیلتی ہے کتے بھونکتے ہی رہتے ہیں۔

(اخبار محمدی دہلی ص ۱۷ کالم نمبر ۱ یکم اپریل ۱۹۳۹ء)

مولوی عبدالستار دھلوی

مولوی عبدالستار دہلوی کے بارے میں مشہور غیر مقلد عالم مولوی محمد یوسف کلکتوی بعدہ کراچوی لکھتے ہیں:

''مولوی عبدالستار دہلوی اور ان کے ساتھی بے وقعت اور ڈھیٹ ہیں، سمجھدار انسان ان کو منہ نہیں لگاتے، بلکہ لوگوں کو خبردار کیے دیتے ہیں کہ بھائی ذرا ان سے بچنا، تمہاری ساری متاع، دنیاوی تو درکنار ایمان جیسی قیمتی شے پر بھی ڈاکہ ڈالنے سے گریز نہ کریں گے۔ (الارشاد جدید کراچی یکم جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ)

غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولوی محمد صاحب دہلوی اپنے استاد، امام جماعت غرباء اہلحدیث کے فرزند ارجمند اور نورنظر مولوی عبدالستار صاحب دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''عبدالستار دہلوی اپنے کفر میں مکے کے کافروں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

(اخبار محمدی ص ۱۳، ۱۵ نومبر ۱۹۳۹ء)

مولانا محمد ابراهیم سیالکوٹی

غیر مقلدوں کے مشہور مؤلف حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنے استاد خاص مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو اپنے سوقیانہ جملوں اور بازاری گالیوں کا ہدف بناتے ہوئے بڑے فخر اور طمطراق سے لکھتے ہیں۔

''اے حضرت! اگر میں آپ کی رومانی داستانوں کی ہزاروں میل لمبی فلم شہر کے لوگوں کو دکھادوں تو سارا شہر لیلائے امارت کے عشق میں دیوانہ ہو جائے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گدی کے جانشین کی زیارت کرنے پنجاب دوڑ آئے۔

جس شخص کی زندگی کا پس منظر اتنا تاریک اور بھیانک ہو اسے چاہیے کہ منہ چھپا کر گوشہ مسجد میں خاموشی سے زندگی گزارتا اور رورو کر تلافی مافات کرتا لیکن حضور اسی سال کی عمر میں نئی جوانی چڑھے ہیں۔ (مدعی امارت سے شرعی استفتاء ص ۲۷ تا ۲۸)

ماشاءاللہ یہ ہے ایک غیر مقلد شاگرد کا اپنے استادِ خاص سے اندازِ تخاطب!

ہر ہر لفظ سے غیر مقلدیت مترشح ہو رہی ہے اور ہر ہر حرف دریدہ دہنی اور بدزبانی کا غماز و آئینہ دار ہے۔

ترک تقلید کا فساد نمبر ۱۳

تجدید رفض و شیعیت غیر مقلدین اور روافض

ناظرین کرام! آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ غیر مقلدیت، رفض و تشیع کا ترقی یافتہ ایڈیشن ہے، اکثر مسائل اور خیالات ونظریات میں یہ دونوں فرقے ہم آہنگ وہم رنگ ہیں۔ اہل سنت کا کوئی گروہ قیاس کا منکر نہیں لیکن شیعہ قیاس کے منکر ہیں۔ اور اس کو حرام قرار دیتے ہیں، غیر مقلدین بھی شیعہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قیاس کو حرام اور شرک قرار دیتے ہیں، روافض تقلید کے منکر ہیں۔ غیر مقلدین بھی ان کے ہمنوا ہیں، روافض تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں، غیر مقلدین بھی ان کے ہم صدا ہیں، روافض تراویح کا انکار کرتے ہیں غیر مقلدین بھی تراویح کے منکر ہیں، شیعہ متعہ کے جواز کے قائل ہیں غیر مقلد بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں، شیعہ بلا عذر جمع بین الصلوتین کے قائل ہیں غیر مقلدین بھی اس پر بڑی سختی سے کاربند ہیں۔ روافض تقیہ کرتے ہیں غیر مقلدین بھی تقیہ کرنے میں انکی نقالی کرتے ہیں۔ یعنی غیر مقلدوں کے مولوی چکوک اور قصبات میں جا کر اپنے آپ کو دیوبندی یا بریلوی ظاہر کر کے امام بن جاتے ہیں پھر آہستہ آہستہ سادہ لوح عوام کو اپنی شبانہ روز تبلیغ کے ذریعے اپنے دام ہمرنگ زمین میں پھنسا کر غیر مقلدیت کی وادی میں دھکیل دیتے ہیں۔ اہل تشیع کی طرح تقیہ کا یہ طریق واردات ان کا بڑا کارآمد حربہ ہے۔ اور اس میں ان کے مولوی کافی مہارت رکھتے ہیں۔

روافض الحاد وارتداد اور دہریت وزندقہ کا باب اور مدخل تھے۔ غیر مقلدین بھی الحاد، دہریت اور ارتداد کا دروازہ اور مدخل ومخرج ہیں۔ "**منهم تخرج الفتنة وفيهم تعود**" ۔ روافض صحابہ کرام آئمہ مجتہدین اور سلف صالحین کی توہین وتنقیص کرتے، ان پر گالیوں کی بوچھاڑ کرتے اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں، غیر مقلدین بھی اس بارے میں ان کے ہمنوا اور مؤید ہیں بلکہ بعض جگہ شاگرد استاد سے بھی فائق نظر آتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولانا قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری رقمطراز ہیں: ''پس اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث، مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ وزنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے (الی ان قال) مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حضرت حسنینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے، سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد وزندقہ پھیلا دیں، کچھ پرواہ نہیں اسی طرح ان جہال کاذب الحدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہؒ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر بد اعتمادی اور الحاد وزندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بجبیں نہیں ہوتے۔ اگر چہ علماء فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہل سنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف ومتکبر ہو گئے۔ (فافہم وتدبر)

(کتاب التوحید والسنہ فی رد اہل الالحاد والبدعہ صفحہ نمبر ۲۶۲)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل مجدد اعظم مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

''ان (غیر مقلدین) کا مذہب اکثر باتوں میں روافض کے مذہب سے ملتا ہے۔ جیسا روافض پہلے رفع یدین اور آمین بالجہر اور قراءۃ خلف الامام کے مسئلے امام شافعی کی دلیلوں سے ثابت اور ترجیح دے کر عوام کو خصوصاً مذہب حنفی والے کو شبہ میں ڈالتے ہیں پھر جب یہ بات خوب اپنے معتقدوں کے ذہن نشین کر چکے تب آگے اور مسئلوں میں متشکی اور

متردد بناتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ بناتے ہیں۔ (تنبیہ الضالین ص ۵)

غیر مقلدین کے مشہور عالم اور مجدد جناب نواب صدیق حسن خان صاحب رقمطراز ہیں:

''تو پھر جو ائمہ علماء آخرت ہیں جو شخص ان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا لعن وطعن اسی مغتاب پر عود کرتا ہے۔ یہ مذہب رفض کا شیوہ ہے نہ مذہب اہل سنت کا،

(مآثر صدیقی ص ۲۳ جلد نمبر ۴)

غیر مقلدین چھوٹے رافضی ھیں

سید احمد شہید بریلوی کے قافلہ میں مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں۔

(قصص الاکابر ص ۲٦، رجب المرجب ۵٦ھ)

جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے وہ چھوٹا رافضی ہے۔

(مولانا نذیر حسین دہلوی) تاریخ اہلحدیث ص ۷۳ از مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی

شہیر فی الآفاق حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلویؒ کے شاگرد رشید مولانا قاری عبدالرحمان صاحب پانی پتی رقمطراز ہیں۔

''چنانچہ روافض کی ساری علامتیں اس فرقہ میں موجود ہیں۔ اول تراویح کا انکار کرنا اور بدعت بتانا، دوسرے ضاد معجمہ کو ظاء پڑھنا، شعار روافض ایران کا ہے، جب ان کا مذہب پوچھیے تو محمدی بتادیں یہی قول روافض کا ہے۔ مذہب اور دین کو ایک جانتے ہیں۔ اہل سنت کو حنفیؒ، شافعیؒ ہونے سے مشرک کافر جاننا یہ عین قول روافض کا ہے۔ سنن ماثورہ کو چھوڑ دینا یہ عین عمل شیعہ کا ہے۔ وضو میں کہنیوں سے پانی ناخنوں کی طرف بہانا عمل روافض کا ہے۔ مخالفت اہل سنت کو مذاہب اربعہ سے دلیل حقیقت جاننا عین عقیدہ شیعہ کا ہے۔ جمع بین الصلوتین بلا عذر عین مذہب روافض کا ہے۔ ایک حدیث جہراً آمین کی لے کر قرآن کو رد کرنا یہ عین قول شیعہ کا ہے۔

بموجب ''قول الحرج مدفوع، عورت غیبت شوہر میں جو دیر ہو جائے جب [illegible]

نکاح کر لے یہ بدلہ متعہ کا ان لوگوں نے قرار دیا ہے اور مولوی عبدالحق بنارسی کا فتویٰ جواز متعہ کا میرے پاس موجود ہے۔ (کشف الحجاب ص ۴۱ تا ۴۲)

متعہ جائز ہے

مشہور غیر مقلد عالم مولوی وحید الزمان صاحب اپنی مشہور کتاب ''ہدیۃ المہدی'' میں لکھتے ہیں ''متعہ کرنا جائز ہے''۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۲)

مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں: ''شیعہ اور غیر مقلدین کے نزدیک جمع بین الصلوتین جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۰۹)

اہلحدیث شیعہ علیؓ ہیں:

مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں اہلحدیث شیعۂ علیؓ ہیں۔

اہل الحدیث ہم شیعۃ علیؓ (ہدیۃ المہدی ص ۱۰۰) تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا بھی روافض کا شعار ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے ''اتحاف النبلاء'' میں جہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے تفردات لکھے ہیں۔ اس فہرست میں طلاق ثلٰثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تین طلاق کے ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا۔ شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے۔ ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کئے گئے، اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روافض کی تھی۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۲۰ جلد نمبر ۲)

قیاس اور مذاہب اربعہ کے انکار میں روافض اور غیر مقلدین پوری طرح ہم رنگ ھیں

روافض قیاس اور رائے کا انکار کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ کو بدعت قرار دیتے ہیں، غیر مقلدین بھی اس بارے میں روافض سے پوری طرح ہم

آہنگ ہیں۔ اس سلسلہ میں ان میں اتنی ہم رنگی پائی جاتی ہے کہ "من تو شدم تو من شدی" کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اپنی مشہور و معروف اور محققانہ کتاب "منہاج السنہ" میں روافض کا درج ذیل اعتراض نقل کرتے ہیں، جس کو غیر مقلد بڑے فخر سے اٹھائے پھرتے ہیں۔

"قال الرافضی وذهب الجميع منهم الى القول بالقياس والاخذ بالرأى فادخلوا فى دين الله ماليس منه وحرفوا احكام الشريعة واتخذوا مذاهب اربعة لم تكن فى زمن النبى صلى الله عليه وسلم ولافى زمن الصحابة واهملوا تاويل الصحابة مع انهم نصوا على ترك القياس وقالوا ان اول من قاس ابليس (منهاج السنه۔ ص۸۹ ج۔۱)

"رافضی کہتا ہے کہ سارے اہل سنت والجماعت قیاس اور عمل بالرائ کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ انہوں نے خدائے تعالیٰ کے دین میں ایسی چیز داخل کردی ہے جو دین میں نہیں اور انہوں نے احکام شریعت کو بدل ڈالا ہے۔ اور چار مذاہب بنارکھے ہیں جو نہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں تھے اور نہ صحابہ کرامؓ کے دور میں، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ترک قیاس کی تاکید کی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا"۔

شیخ الاسلام کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ مذاہب اربعہ اور قیاس کے انکار میں روافض غیر مقلدوں کے استاد اور پیرومرشد ہیں۔ غیر مقلدین اپنے استاد کے اعتراض کی تمام جزئیات چرا کر اس کی نوک پلک درست کر کے اس کو نئے نئے مسالے لگا کر اپنے کتابچوں اور رسالوں میں پیش کرتے ہیں اور اپنے پیرومرشد کا نام لیتے ہوئے شرماتے ہیں۔

اے غیر مقلدین! جب تم نے روافض سے یہ اعتراض سیکھا ہے تو ان کا نام لیتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہو؟

علامہ ابن تیمیہؒ نے روافض کا مذکورہ اعتراض نقل کرنے کے بعد اس کے ایک ایک جزو کی بڑی مدلل تردید فرمائی ہے۔ جس سے اس اعتراض کی نامعقولیت اور سطحیت پوری طرح واضح اور الم نشرح ہو کر سامنے آجاتی ہے، بہر حال روافض کو جو غیر مقلدوں کے استاد و مرشد اور پیشوا ہیں جمہور مسلمانوں کا ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا، نہایت گراں اور شاق گزرتا رہا اور گزر رہا ہے۔ اور ان کو اس سے بہت تکلیف ہوتی رہی اور ہو رہی ہے۔ غیر مقلدین بھی اپنے استاد اور مرشد کی تقلید میں اس سے بہت تکلیف اور اذیت محسوس کرتے ہیں۔ روافض کی تقلید کرتے وقت تو ان کو اذیت محسوس نہیں ہوتی لیکن ائمہ اربعہ کی تقلید سے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدثؒ دہلوی اپنی مشہور رفض توڑ اور شیعیت شکن کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے باب دوم میں روافض کے مکروں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ان کا پچاسی واں مکر لکھ کر پھر اس کی تردید فرماتے ہیں، حضرت شاہ صاحب رقمطراز ہیں۔

''کید ہشتاد و پنجم آنکہ طعن کنند بر اہل سنت و جماعت کہ ایشاں مذہب ابوحنیفہؒ و شافعیؒ و مالکؒ و احمدؒ اختیار می کنند'' (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۰۹)

شیعوں کا پچاسی واں مکر و فریب یہ ہے کہ یہ اہل سنت و جماعت پر یہ طعن توڑتے ہیں کہ یہ لوگ (اہل سنت والجماعت) امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذاہب پر کیوں عامل اور کاربند ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کرنے والے اہل سنت والجماعت ہیں اور اس سے انکار کرنے والے اہل سنت سے خارج ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ روافض کے اعتراضِ مذکور کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جواب ایں کید آنکہ نبی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب، زیرا کہ مذہب

نام راہے است کہ بعض امتیاں را در فہم شریعت کشادہ شود و بعقل خود چند قواعد مقرر رد ہند کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ماخذ آں نمایند ولہذا محتمل صواب و خطامی باشند ولہذا مذہب رابسوئے خدا و جبریل و دیگر ملائکہ نسبت کردن کمال بے خردی است (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۰۱)

اس مکر کا جواب یہ ہے کہ نبی صاحبِ شریعت ہوتا ہے نہ کہ صاحب مذہب کیوں کہ مذہب تو اس راہ کا نام ہے جو فہم شریعت کے سلسلہ میں بعض امتیوں پر کھولی جاتی ہے اور پھر وہ اپنی عقل وخرد سے چند قواعد مقرر کرتے ہیں۔ ان قواعد کے مطابق شرعی مسائل ان کے مآخذ (کتاب وسنت واجماع وقیاس) سے نکالے جاتے ہیں۔ اسی لئے مسائل نکالنے میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ، جبریل، ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی طرف مذہب کی نسبت نہایت بے وقوفی ہے۔ اللہ اور رسول کا دین کہا کرتے ہیں، اللہ اور رسول کا مذہب نہیں کہا کرتے، یوں کہنا کہ اللہ اور رسول کا مذہب یہ ہے، صریح حماقت اور جہالت ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں ''جو مجتہد فوت ہو چکا ہو اس کی تقلید جائز نہیں، اس میں شیعہ ہمارے ساتھ ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۱، ۱۱۲)

فرقہ غیر مقلدین کا بانی عبدالحقؔ بنارسی ھے

مولانا عبدالخالق صاحب استاد وخسر مولانا نذیر حسین دہلویؒ اپنی مشہور غیر مقلدیت شکن کتاب ''تنبیہ الضالین'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''سو بانی مبانی اس فرقہ نواحداث کا عبدالحق ہے۔ جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے [illegible] حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہید بریلویؒ) نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا۔ اور علماء حرمین معظمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا۔ (تنبیہ الضالین ص ۳)

عبدالحق بنارسی جو فرقہ غیر مقلدین کا بانی ہے، اپنی عمر کے درمیانی حصہ میں رافضی

(تبیعہ) ہو گیا تھا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب جو کہ غیر مقلدوں کے مجدد اعظم ہیں، لکھتے ہیں۔

"دراوسط عمر بعض تزلزل درعقائد ایشاں ومیل بسوئے تشیع وجز آں معروف است ۔ (سلسلة العسجد فی ذکر مشائخ السند ص ۳۶)

ان (عبدالحق بنارسی) کی عمر کے درمیانی حصہ میں ان کے عقائد میں تزلزل و اضطراب اور اہل تشیع وغیرہ کی طرف ان کا رجحان ومیلان مشہور و معروف ہے۔

شیعیت سے تائب ہونے کے باوجود آخر تک ان کے دل و دماغ میں رفض و شیعیت کے اثرات پیوست رہے۔

مولوی عبدالحق بنارسی کے متعلق مولانا سید ابوالحسن صاحب ندوی کے والد ماجد مشہور محقق و مؤرخ مولانا سید عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۹۱ھ اپنی بے نظیر تحقیقی و تاریخی کتاب "الثقافة الاسلامية فی الهند" میں درج ذیل حقائق وواقعات کا اظہار وانکشاف فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ومنهم من سلك مسلك الافراط جدًا و بالغ فی حرمة التقليد وجاوز عن الحد وبدع المقلدين وادخلهم فی اهل الاهواء ووقع فی اعراض الائمة لاسيما الامام ابی حنيفةؒ وهذا مسلك الشيخ عبدالحق بن فضل الله بنارسی (ص ۱۰۴)

"اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو حد سے بڑھ گئے اور تقلید کی حرمت میں بے حد مبالغہ سے کام لے کر حدود کو پھلانگ گئے۔ مقلدین کو بدعتی قرار دیا اور ان کو اہل بدعت میں داخل کیا۔ اور ائمہ کرام بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی توہین وتنقیص کو اپنا شعار و دثار بنالیا۔ شیخ عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی کا یہی مسلک تھا کہ ائمہ کرام کی توہین وتنقیص کو شعار بنایا جائے اور مقلدین کو بدعتی قرار دیا جائے"۔

ناظرین کرام! یہ ایک مسلمہ ضابطہ اور کلیہ ہے کہ کسی بھی جماعت کے بانی کے خیالات ونظریات، اس کے افکار وآراء اور اس کی سیرت وکردار سے اس کے متبعین لازماً متاثر ہوتے ہیں۔ بانی کے خیالات ونظریات محسوس یا غیر محسوس طور پر اس کے متبعین کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتے ہیں، نیز اس کی سیرت اور اس کے اخلاق وکردار سے اس کے ماننے والوں اور معتقدوں کا متاثر ہونا بھی ایک فطری امر ہے۔ اس اصول کی روشنی میں جب ہم غیر مقلدوں کی جماعت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ نکھر کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ غیر مقلدین کی جماعت کے بانی عبدالحق بنارسی کے خیالات ونظریات اس جماعت کے افراد کے قلوب کی گہرائیوں میں پوری طرح جاگزیں اور پیوست ہو گئے ہیں۔ غیر مقلدوں کی تقریروں، تحریروں، بیانات، تصانیف، اور اخبار ورسائل میں عبدالحق بنارسی کی سیرت وکردار اور اس کے سوقیانہ انداز نگارش، گھٹیا طرز تحریر اور گستاخانہ انداز بیان کی جھلکیاں ہر ذی شعور شخص ملاحظہ کر سکتا ہے۔ اس پر گذشتہ صفحات واوراق میں قدرے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

ترک تقلید کا فساد نمبر ۱۴

حدیث شریف سے بغاوت

غیر مقلد حضرات زبانی کلامی تو اپنے اہل حدیث ہونے کے بڑے بلند بانگ دعوے کیا کرتے ہیں اور بڑے زور وشور اور جوش وخروش سے یہ مصرعہ پڑھا کرتے ہیں۔

ما اہلحدیثیم ودغا را نہ شناسیم

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ برائے نام اہل حدیث ہیں۔ غیر مقلد جب ایک نظریہ قائم کر لیتے ہیں تو پھر وہ اس پر اس قدر سختی سے ڈٹ جاتے ہیں کہ ان کے اس نظریہ کے مقابلہ میں خواہ قرآن کریم کی صریح آیات کریمہ پیش کی جائیں، خواہ سو فیصد صحیح احادیث بیان کی جائیں لیکن یہ لوگ اپنے تشدد اور تعصب کی بناء پر ان سب کو نظر انداز کر دیں گے،

ان سب سے صرفِ نظر اور اعراض کریں گے ، غلط توجیہات ، بیہودہ تسویلات اور پھسپھسی تاویلات کرنے میں ذرہ بھر خوفِ خدا محسوس نہ کریں گے ، اس کی تفصیل کے لئے تو ضخیم دفتر درکار ہے ، اس لئے ان کی حدیث شریف سے بغاوت کی ذیل میں ایک ادنیٰ جھلک پیش کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث سے بغاوت کی مثال نمبر ۱

''واذا قرء فانصتوا'' (جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو) یہ حدیث بالکل صحیح صریح مرفوع غیر مجروح اور غیر مقطوع ہے۔ اس کی صحت پر امام مسلمؒ نے محدثین کا اجماع نقل فرمایا ہے لیکن یہ حدیث چونکہ غیر مقلدین کے نظریہ اور مسلک کے خلاف ہے اس لئے غیر مقلدین اس حدیث سے جان چھڑانے کے لئے مختلف حیلے کرتے اور متعدد بہانے گھڑتے ہیں۔

کبھی اصول حدیث کے مسلمہ قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سلیمان تیمیؒ کے تفرد کا رونا روتے ہیں۔ حالانکہ یہ ثقہ ثبت اور حجت ہیں اور **زیادۃ الثقۃ مقبولۃ** کے تحت ان کا تفرد قطعاً مضر نہیں، اس پر مستزاد یہ کہ تین ثقہ راوی (ابوعبیدہؒ الحداد، عمرؒ بن عامر اور سعیدؒ بن ابی عروبہ) ان کے متابع بھی ہیں۔

کبھی حضرت قتادہؒ کی تدلیس کا شکوہ کرتے ہیں۔ حالانکہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں بلکہ سماع پر محمول ہوتی ہے (نووی شرح مسلم ص ۱۸) اور کبھی اس کو مازاد علی الفاتحہ پر محمول کرتے ہیں۔

جب آپ حضرات اہلحدیث ہیں تو اس صحیح، صریح، مرفوع اور غیر مقطوع حدیث کو مان لیں، اس حدیث کو ٹھکرانے کے لئے مختلف حیلے بہانے گھڑنا کیا اہلحدیث کے شایان شان ہے؟ یا تو آپ لوگ صاف طور پر کہہ دیں کہ ہم منکر حدیث ہیں یا اس حدیث کو مان لیں، اس حدیث کو مان لینے سے آخر آپ کی جان کیوں نکلتی ہے؟ آپ حضرات صحیح احادیث کو ٹھکرائیں بھی اور اہل حدیث بھی رہیں یہ کیسے ممکن ہے؟

مثال نمبر۲:

اس صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کا آخری جملہ **واذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین** ہے۔ (جب امام **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہے تو مقتدی آمین کہیں) غیر مقلد حضرات اس حدیث کی مخالفت پر بھی ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور اس حدیث کی مخالفت کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے، غیر مقلدین اس حدیث سے ہمیشہ بغاوت کرتے ہوئے خود **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہہ کر پھر آمین کہتے ہیں۔

حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ جب امام **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہے تو مقتدی آمین کہیں۔ عشق رسول اور عشق حدیث کے اتنے بلند و بانگ دعوے اور حدیث شریف کی مخالفت پر اتنا اصرار آخر کیوں؟

مثال نمبر۳:

لاصلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب فصاعدا ۔ (مسلم شریف ص۱۶۹ ج۱، مسند ابوعوانہ ص۱۴۲ ج۔۲ نسائی شریف ص۱۰۵ ج۔۱)

یہ حدیث بھی بالکل صحیح ہے صریح اور مرفوع ہے۔ لیکن غیر مقلدین اپنی مطلب برآری کے لئے ہمیشہ اس حدیث میں تحریف کا رتکاب کرتے ہیں، اس حدیث کا آخری ٹکڑا فصاعداً، چونکہ ان کے مذہب کی دھجیاں اڑاتا ہے اس لئے یہ لوگ اس حدیث کو پڑھتے وقت ہمیشہ اس کے آخری ٹکڑے کو کھا جاتے ہیں عوام پر اگر ان کی فریب کاری ظاہر ہو جائے تو پھر مختلف حیلوں بہانوں سے اس کو رد کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔

مثال نمبر۴:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صحیح ترین حدیث ''**ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ**'' سے غیر مقلدین تراویح کا آٹھ ہونا ثابت

کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ چلئے، مان لیتے ہیں کہ یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس حدیث کو اپنے استدلال میں بڑے زور و شور سے پیش کرنے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے، اس حدیث میں سارا سال نماز پڑھنے کا ذکر ہے لیکن غیر مقلد حضرات سارا سال تراویح نہیں پڑھتے صرف ایک ماہ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، اس حدیث کے لفظ ''فی رمضان'' پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے لفظ ''فی غیرہ'' سے باغی ہیں۔

اس حدیث میں آخر شب نماز پڑھنے کا ذکر ہے لیکن غیر مقلدین ہمیشہ تراویح اول شب میں پڑھتے ہیں، اس حدیث میں حضور علیہ السلام کے سارا سال تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے لیکن غیر مقلد حضرات ایک وتر پڑھ کر ہمیشہ اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

مثال نمبر ۵:

غیر مقلدین ظہر کی نماز پڑھتے وقت ہمیشہ ابراد والی صحیح صریح مرفوع اور قولی حدیث کی مخالفت کرتے ہیں، اس حدیث مرفوع غیر مقطوع میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی بایں الفاظ منقول ہے۔

ان شدة الحر من فیح جهنم فابر دوا بالصلوٰة۔

(ترمذی شریف ص ۲۳ ج ۱)

''گرمی کی شدت جہنم کی حرارت کی وجہ سے ہے اس لئے ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو''۔

غیر مقلدوں نے اس حدیث کی مخالفت کو اپنا امتیازی نشان بنا رکھا ہے پھر بھی ماشاء اللہ اہل حدیث ہیں۔

مثال نمبر ۶:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صحیح ترین حدیث ''**لولا ان اشق علی امتی لامرتهم**

ان یوخروا الصلوٰۃ الی ثلث اللیل '' اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز عشاء میں ثلث لیل تک تاخیر مستحب ہے لیکن غیر مقلد ہمیشہ اس حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے عشاء کی نماز اول لیل میں پڑھتے ہیں۔

مثال نمبر ۷:

غیر مقلدین جہری نمازوں میں ہمیشہ بسم اللہ جہراً پڑھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن مغفل کی صحیح ترین حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ '' ای بنی محدث اے بیٹے نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھنا بدعت ہے، غیر مقلد حضرات سنن کو چھوڑ کر بدعات کو اپناتے ہیں۔ پھر بھی اہل حدیث ہیں، آخر کیوں؟

مثال نمبر ۸:

کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی ننگے سر نماز پڑھی ہو لیکن غیر مقلد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دائمی سنت کو چھوڑ کر ننگے سر نماز پڑھنا اپنا شعار سمجھتے ہیں مگر پھر بھی محمدی ہیں۔

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

فساد نمبر ۱۵

(انکار قرآن)

غیر مقلد حضرات اپنی گروہی عقائد و نظریات میں اس قدر متصلب اور اپنے مسلک میں اتنے متشدد ہوتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے نظریہ کے خلاف '' نصوص صریحہ '' اور '' احادیث صحیحہ '' کو بھی درخور اعتناء اور لائق التفات تصور نہیں کرتے، یہ لوگ قرآن کریم کو چھوڑ دیں گے۔ احادیث صحیحہ وصریحہ کے انکار پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن اپنے غلط خیالات و نظریات کو چھوڑ دیں یہ ناممکن ہے، ان کا نظریاتی تشدد اور مذہبی تعصب ان کو قرآن کریم اور حدیث شریف کے

انکار تک پہنچا دیتا ہے، پھر مزید افسوس اور حیرت اس بات پر ہے کہ یہ لوگ اپنے اس گھناؤنے اور ناروا طرز عمل پر شرم وندامت بھی محسوس نہیں کرتے، قافلہ لٹ گیا مگر اہل قافلہ احساس زیاں سے بھی عاری ہیں، علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

دیکھئے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ''واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا '' باجماع صحابہ وتابعین وتبع تابعین وسلف صالحین نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس میں مقتدی کو امام کے پیچھے قرأۃ سے منع کیا گیا ہے۔

چونکہ اس آیت کریمہ سے ان کے مسلک پر زد پڑتی ہے اس لئے غیر مقلدین اس کو من گھڑت تاویلوں کے خراد پر چڑھا کر اس کے مفہوم ومعنی کو بگاڑنے کی سعی نامشکور کرتے ہیں۔

غیر مقلدین نے نہ صرف یہ کہ اس آیت کریمہ کے معنی میں شرمناک تاویلیں کیں بلکہ اپنے مسلک کی حفاظت وصیانت کی خاطر سورۃ فاتحہ کی قرآنیت کا بھی انکار کر دیا اور کہا کہ سورۃ فاتحہ قرآن ہی نہیں ''واذا قرئ القرآن '' سے سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی سورتیں مراد ہیں، غیر مقلد کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ چونکہ قرآن ہی نہیں اس لئے اس آیت کریمہ سے امام کی اقتدا میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی۔

اس لئے کہ سورۃ فاتحہ قرآن کریم کی ماں ہے۔ باقی قرآن مجید اس کی اولاد ہے۔ ماں چونکہ اولاد کا غیر ہوتی ہے اس لئے سورۂ فاتحہ بھی قرآن کریم کا غیر ہے۔

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیے کہ

یہ لوگ قرآن کریم سے کھیلنے میں کس قدر بے باک اور جری واقع ہوئے ہیں ویسے تو یہ لوگ قیاس کو حرام کہتے ہیں لیکن یہاں نص کے مقابلہ میں شیطانی قیاس اور ابلیسی رائے پیش کرتے ہوئے ذرہ بھر خوف خدا محسوس نہیں کرتے، غیر مقلدین نے شیطانی قیاس سے سورۂ فاتحہ کی قرآنیت کا انکار کیا حالانکہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم

کا اولین مصداق ہے اور باقی سارا قرآن کریم ثانوی درجہ میں ہے، سورۂ فاتحہ کو جو قرآن کریم کا اولین مصداق ہے قرآن کریم سے خارج کرنا، قرآن کریم پر کتنا بڑا ظلم ہے۔ قرآن کریم کی کسی ایک آیت کی قرآنیت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ یہاں تو خیر سے قرآن کریم کی پوری سات آیات (جو قرآن کریم کا خلاصہ اور لب لباب ہے) کی قرآنیت کا انکار کیا جارہا ہے۔

غیر مقلدین سورۂ فاتحہ کی قرآنیت کا انکار کر کے درج ذیل صحیح اور صریح حدیث کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

والذی نفسی بیدہ ماانزلت فی التوراۃ ولافی الانجیل ولافی الزبور ولا فی الفرقان مثلھا وانھا السبع المثانی والقران العظیم الذی اعطیتہ‘۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ:۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، توراۃ انجیل ،زبور اور قرآن کریم میں سورۂ فاتحہ جیسی کوئی سورۃ نہیں نازل کی گئی، یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو میں عطا کیا گیا ہوں۔

آقائے نامدار، سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ تو اس کو سبع مثانی اور قرآن عظیم قرار دیں لیکن غیر مقلدین حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت میں ایسی عظیم الشان اور جلیل القدر سورۃ کو قرآن کریم سے ہی خارج کردیں۔ اور اس کے باوجود اپنے اہل حدیث ہونے کے دعویٰ پر شدید اصرار بھی کریں۔ حدیث کا انکار بھی کریں اور پکے تپے اہلحدیث بھی رہیں۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

ترک تقلید کا باعث جذبہ اتباعِ حدیث نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں سہولتِ نفس کا داعیہ کارفرما ہے

غیر مقلد حضرات اپنی تقریروں، تحریروں، بیانات، تصانیف، کتابچوں، اور رسائل میں بڑے زور و شور، جوش و خروش اور شدومد سے یہ بلند بانگ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ وہ

اتباع حدیث کے جذبہ کے تحت تارک تقلید ہیں لیکن غیر مقلدین کا یہ دعویٰ بالکل غلط، سو فیصد جھوٹا اور سولہ آنا دروغ بے فروغ ہے اس لئے کہ ترک تقلید کا باعث ان کی طبیعتوں کی سہولت پسندی، ان کے نفوس کی سہل انگاری اور جسم و جان کی آرام طلبی ہے۔

(۱)...... دیکھئے بیس رکعت تراویح پڑھنا چونکہ ان کے نفوس پر شاق تھا۔ اس لئے غیر مقلدین نے بیس کے بجائے آٹھ رکعت تراویح کو (صحابہ کرامؓ کے اجماع کے خلاف) اپنا معمول و دستور بنایا۔

(۲)...... تین وتر پڑھنا چونکہ ان کی طبیعتوں پر گراں تھا، اس لئے انہوں نے ایک رکعت پر (صحابہ کرام کے دائمی معمول کے خلاف) اکتفا کیا۔

(۳)...... ۴۸ میل سفر کر کے قصر کرنا چونکہ ان کے لئے مشکل تھا اس لئے انہوں نے تین میل پر قصر کرنا شروع کر دیا۔

(۴)...... ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین کا وقوع چونکہ ان کی نفوس کی خواہشات کا کچومر نکالتا تھا۔ اس لئے انہوں نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا۔

(۵)...... اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بکرے اور دنبے کی قربانی پر چونکہ خطیر رقم خرچ ہوتی تھی اس لئے انہوں نے رقم بچانے کی خاطر مرغ اور انڈے کی قربانی کے جواز کا فتویٰ دیا۔

(فتاویٰ ستاریہ ص ۲۷ ج ۲)

(۶)...... ماکول اللحم جانوروں (یعنی وہ جانور جن کا گوشت غیر مقلدین کے نزدیک کھانا حلال ہے۔ مثلاً:۔ بجو، چمگادڑ، کچھوا، گوہ وغیرہ) کے پیشاب، پاخانہ سے ملوث کپڑوں کا دھونا چونکہ ان کی سہل انگار طبیعتوں کی سہولت پسندی کے منافی تھا اس لئے ان کے بول و براز سے ملوث کپڑوں میں نماز کے جواز کا فتویٰ دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ص ۲۵۶ ج ۱)

(۷)...... کافر کے ذبیحہ کی حرمت سے چونکہ ان کے نفوس کی سہل انگاری متاثر ہوتی تھی اس لئے انہوں نے کافر (مرزائی، مجوسی، یہودی اور ملحد و زندیق وغیرہ) کے ذبیحہ کی حلت کا فتویٰ

دیا۔ (دلیل الطالب ص۱۴۳)

(۸)...... خون آلود کپڑوں کا دھونا چونکہ ان کے لئے دشوار تھا اس لئے تمام جانوروں اور انسانوں کے خون کو پاک قرار دیا گیا۔ (دلیل الطالب ص۲۳۱)

اور سنیئے

(۹)...... غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص عورتوں اور لونڈیوں سے لواطت کرے اس کو منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸ از وحید الزمان)

دیکھیے کتنی سہولت اور آسانی ہے اس مذہب میں کہ ایسے قبیح و شنیع اور فظیع وحرام صریح فعل کو جائز قرار دے دیا گیا ہے، یہ شہوت پرستی کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

(۱۰)...... غیر مقلدوں کے نزدیک جنبی آدمی کے لئے قرآن کریم کو چھونا، اٹھانا اور ہاتھ لگانا جائز ہے۔ (دلیل الطالب ص۲۵۲ از نواب صدیق حسن خان صاحب)

(۱۱)...... غیر مقلدوں کے نزدیک مال تجارت میں زکوٰۃ فرض نہیں (بدور الاہلہ ص۱۰۲)

(۱۲)...... غیر مقلدوں کے نزدیک چاندی اور سونے کے زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (بدور الاہلہ ص۱۰۱)

(۱۳) غیر مقلدوں کے نزدیک ایک بکری کی قربانی سب گھر والوں کی طرف سے کافی ہے اگرچہ گھر میں سو آدمی کیوں نہ ہوں۔ (بدور الاہلہ ص۲۴۱)

(۱۴)...... غیر مقلدوں کے مذہب میں نجاست اور گندگی سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ تھوڑا ہو یا بہت، نجاست پیشاب ہو یا پاخانہ، ہاں اگر زنگ، بو، مزہ ظاہر ہو تو پھر ناپاک ہو جائے گا۔ (عرف الجادی ص۹۰)

(۱۵)...... غیر مقلدین کے نزدیک نمازی اگر ناپاک بدن سے نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ (بدور الاہلہ ص۳۸)

(۱۶)...... حقہ کا پانی پاک ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص۳۰، ۳۱؛ ۴۲)

(۱۷) عورت کی شرم گاہ کی رطوبت پاک ہے۔

(ترجمہ صحیح مسلم ص ۴۸۷ ج ۱، از مولوی وحیدالزمان)

(۱۸)...... سجدہ تلاوت بے وضو جائز ہے۔ (فتاوی نذیریہ ص ۵۷۱ ج ۱)

(۱۹)...... غیر مقلدین کے نزدیک اگر کسی نے کسی جانور کو ذبح کرتے وقت. بسم اللہ نہ پڑھی تو کھانا کھاتے وقت پڑھ لے۔ اس کا کھانا جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۱)

(۲۰)...... غیر مقلدوں کے نزدیک وطی سے حج فاسد نہیں ہوتا اور نہ اس پر کوئی کفارہ ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۴۱)

(۲۱)...... غیر مقلدوں کے نزدیک قرأت شاذہ کے ساتھ نماز جائز ہے (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۴)

(۲۲)...... غیر مقلدوں کے نزدیک شطرنج کھیلنے والے پر انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

(۲۳)...... غیر مقلدین کے مذہب میں خارجیوں اور رافضیوں کی اقتداء میں نماز جائز ہے (اسرار اللغۃ ص ۹۶ پارہ ہشتم)

(۲۴)...... غیر مقلدوں کے نزدیک مرزائیوں کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔ (فیصلہ مکہ ص ۷)

(۲۵)...... غیر مقلدوں کے نزدیک جنبی بغیر غسل کے نماز پڑھ سکتا ہے اگر چہ شہر میں ہو۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۰۰)

(۲۶) غیر مقلدین کے نزدیک نکسیر پھوٹنے اور پچھنے لگوانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (فقہ محمدیہ ص ۶۱)

(۲۷) غیر مقلدین کے نزدیک دادی اور نانی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

(اخبار اہلحدیث ۱۱ محرم ۱۳۳۰ھ)

(۲۸) غیر مقلدین کے نزدیک پردہ کی آیت خاص ازواج مطہرات کے لئے نازل ہوئی ہے، امت کی عورتوں کے واسطے نہیں۔ (البیان المرصوص ص ۱۶۸)

(۲۹)...... غیر مقلدین کے نزدیک سونے چاندی کے زیورات میں سود نہیں. جس طرح چاہے بیچے اور خریدے، کمی زیادتی جائز ہے۔ (دلیل الطالب ص ۵۷۵)

(۳۰)......اگر کسی نے اپنی ساس سے جماع کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی۔ (نزل الابرار ص ۲۸)

(۳۱)......ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا وہ شخص اس کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے اگرچہ وہ لڑکی اس کے نطفہ سے ہو۔ (عرف الجادی ص ۱۰۹)

(۳۲)...... پیشاب اور جماع کے وقت ذکر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ تحریمی نہیں۔ اگر کوئی ایسی حالت میں اللہ کا ذکر کرے تو وہ گنہگار نہ ہوگا۔ (فقہ محمدیہ کلاں ص ۱۲ ج۔۱)

(۳۳)...... چوپائے کی پیشاب گاہ میں اگر کوئی شخص اپنا ذکر داخل کردے تو ہمارے نزدیک (غیر مقلدین کے نزدیک) حق بات یہ ہے کہ اس صحبت کرنیوالے پر غسل فرض نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۴ ج۔۳)

(۳۴)......غیر مقلدوں کے نزدیک متعہ جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۲)

(۳۵)......عورت کی نماز تمام ستر چھپائے بغیر صحیح ہے۔ تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ یا اپنے باپ بھائی چچا اور ماموں وغیرہ کے ساتھ ہو۔ (بدور الاہلہ ص ۳۹)

(۳۶)......ستر عورت (شرمگاہ ڈھانپنا) صحت نماز کے لئے شرط نہیں (مرد عورت ننگے ہو کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں)۔ (حاشیہ فتاوی نذیریہ ص ۳۳۸ ج۔۱)

(۳۷)......نماز اور غیر نماز میں مرد کے لئے اپنے پورے جسم سے صرف آلہ تناسل اور دبر کا سوراخ ڈھانپنا فرض ہے۔ ران وغیرہ ڈھانپنا فرض نہیں ہے۔ (محلی ص ۲۱۰ ج۔۳)

(۳۸)......نمازی حالت نماز میں اور مؤذن حالت اذان میں سلام کہنے والے کو اس کے سلام کا جواب اشارہ سے دے سکتا ہے۔ (فتاوی ستاریہ ص ۱۴۲ ج۔۳)

(۳۹)......پگڑی پر مسح جائز ہے۔ (فتاوی علماء حدیث ص ۱۰۳ ج۔۱)

(۴۰)......نمازی کے لئے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں، اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں بغیر کسی عذر کے قصداً نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۳۹)

(۴۱)...... ناخن پالش لگانا جائز ہے، عورت ناخن پالش لگا کر وضو کر سکتی اور نماز پڑھ سکتی ہے۔ (فتاوی علماء حدیث ص ۶۹ ج ۱)

(۴۲)...... خنزیر کی کھال پر نماز جائز ہے۔ (محلی ص ۱۱۸ ج ۱)

(۴۳)...... اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جائیں تو اس دن غیر مقلدین کے لئے اختیار ہے کہ عید پڑھنے کے بعد خواہ جمعہ پڑھیں یا نہ پڑھیں اور جو شخص ایسے دنوں میں (جن دنوں عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں) جمعہ نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں، اس کا یہ کہنا اچھا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۵۹ ج ۴، و فتاویٰ نذیریہ ص ۵۷۳، جلد نمبر ۱)

(۴۴)...... غیر مقلدین صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سہولت نفس اور سہل انگاری کے داعیہ کے پیش نظر ایسے دن ظہر کی نماز کی معافی کا اعلان بھی فرما رہے ہیں چنانچہ مولوی عبدالجبار عمر پوری تحریر کرتے ہیں۔

''جمعہ تو رہا ایک طرف، اس دن (جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں) ظہر کی نماز پڑھنی بھی واجب اور ضروری نہیں کیونکہ جب جمعہ ساقط ہو گیا تو ظہر بھی واجب نہ رہا۔

(فتاویٰ علماء حدیث ص ۵۲ ج ۴)

(۴۵)...... مزید سہولت نفس ملاحظہ فرمایئے۔

جب گرمی کی شدت ہو تو زوال سے پہلے جمعہ پڑھنا محققین اہلحدیث کے نزدیک جائز ہے۔ (ملخص از فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۰۳ ج ۴)

(۴۶)...... حائضہ عورت قرآن کریم کی تلاوت کر سکتی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۱۹).

(۴۷)...... بسم اللہ پڑھ کر گولی چلائی اور ذبح سے پہلے جانور مر گیا تو جانور حلال ہوگا۔

(فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۳۲ ج ۲)

(۴۸)...... کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔ (فتاوی علماء حدیث ص ۱۰۳ ج ۱)

(۴۹)...... کاغذ سے استنجاء کرنا اور بول و براز کے محل کو صاف کرنا جائز اور درست ہے۔

(فتاویٰ علماء حدیث ص ۴۵ جلد۔۱)

(۵۰)...... عورتوں کو استرہ استعمال کرنا جائز ہے۔

۱...... عورتیں مردوں کی طرح استرہ استعمال کر سکتی ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ص ۷۰ ج۔۳)

۲...... عورتوں کے لئے موئے زیر ناف اکھاڑنے سے استرہ سے مونڈنا اچھا ہے کیوں کہ (بال) اکھاڑنے سے محل ڈھیلا ہو جاتا ہے (عجیب فلسفہ ہے) الحاصل عورتوں کو استرہ کا استعمال بلاشبہ جائز ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۳۵۲ ج۔۳)

ناظرین کرام! اب غیر مقلدین کے ماکولات اور مرغوب ولذیز اشیاء کی فہرست ملاحظہ فرمائیں، دیکھئے غیر مقلدین کے دسترخوان پر کیسے عجیب وغریب جانور ناپاک اور نجس اشیاء، غلیظ اور مکروہ چیزیں حتی کہ کتیا اور سورنی کا دودھ اور سانپ بچھو اور دوسرے حشرات الارض کے کباب رکھے ہوئے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدوں کے مجدد اور امام نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی معروف کتاب بدور الاہلہ میں لکھتے ہیں۔

(۵۱)...... تمام جانور (جو دریا میں رہتے ہیں) حلال ہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۳۴۹) وہ یہ جانور ہیں۔ دریائی کتا، خنزیر، انسان اور سانپ سب حلال ہیں۔

(کنز الحقائق ص ۱۸۵، از مولوی وحید الزمان)

(۵۲)...... چوہا کھانا حرام نہیں۔ (نزل الابرار ص ۸۲ ج۔۳)

(۵۳)...... حشرات الارض، سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑے وغیرہ سب حلال ہیں۔ (کنز الحقائق ص ۱۸۶)

(۵۴)...... گدھی، کتیا اور سورنی کا دودھ پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۸)

(۵۵)...... کتا پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۶)

(۵۶)...... بجو کھانا حلال ہے۔

جماعت غرباء اہل حدیث کے امام مولوی عبدالستار صاحب تحریر فرماتے ہیں، بجو کھانا حلال ہے، جو شخص کہتا ہے کہ بجو کھانا حلال نہیں اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں (گویا کہ امام مسجد کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ بجو کھانے والا ہو۔ (فتاویٰ ستاریہ ص۲۱ ج۲)

(۵۷)...... غیر مقلدین کے نزدیک نہ صرف بجو کھانا حلال ہے بلکہ اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ (ماشاء اللہ کیا عجیب مذہب ہے۔ محلی ص۳۹۸)

(۵۸)...... کچھوا خواہ خشکی کا رہنے والا ہو خواہ پانی کا، حلال ہے۔ (محلی ص۲۱۰ ج۷)

(۵۹)...... کچھوا نہ صرف حلال ہے بلکہ اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ (حوالہ مذکور)

(۶۰)...... گوہ حلال ہے۔ (محلی ص۴۳۱ ج۔۷)

(۶۱)...... گوہ نہ صرف حلال ہے بلکہ اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ (محلی ص۴۳۱ ج۔۷)

(۶۲)...... کتے کا گوشت، ہڈیاں، خون، بال اور اس کا پسینہ ناپاک نہیں۔ (بدور الاہلہ ص۱۶)

(۶۳)...... کتے کا پیشاب بھی پاک ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص۷۸ ج۔۳)

(۶۴)...... کتے کا لعاب اور اس کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص۳۷ ج۔۳)

(۶۵)...... خنزیر پاک ہے۔ (کنز الحقائق ص۱۳، از مولوی وحید الزمان)

(۶۶)...... منی پاک ہے۔ (عرف الجادی ص۱۰)

اہلحدیث کے نزدیک منی پاک ہے۔ (ترجمہ مسلم وحید الزمان ص۴۸۷ ج۔۱)

(۶۷)...... اونٹ کا پیشاب اور مینگنیاں پاک ہیں۔ ان کی بیع بلا کراہت درست ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص۴۰ ج۔۱)

(۶۸)...... شراب پاک ہے شراب کا حرام ہونا ثابت ہے، ناپاک ہونا ثابت نہیں (بدور الاہلہ ص۲۰)

(۶۹)...... خون پاک ہے، اس کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں۔ (بدور الاہلہ ص۱۸)

(۷۰)......کافر کے کتے کا شکار بھی حلال ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۳۸)

(۷۱)......سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۹)

(۷۲)......وضو میں پاؤں دھونے کی جگہ ان کا مسح بھی جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۲)

(۷۳)......نماز میں گوز مارنے سے نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں، نماز پوری ہوگئی۔

(عرف الجادی ص ۱۴)

(۷۴)......خنزیر کا خون پاک ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

(۷۵)......مردار پاک ہے۔ (حوالہ مذکور)

(۷۶)...... ہر شخص اپنی بہن، بیٹی اور بہو سے اپنی رانوں کی مالش کرواسکتا ہے اور بوقت ضرورت اپنے آلہ تناسل کو بھی ہاتھ لگواسکتا ہے۔

(مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتوٰی)

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی جو کہ غیر مقلدین کے شمس العلماء، شیخ الکل فی الکل مجدد وقت اور آیۃ من آیات اللہ ہیں وہ اس سوال کے جواب میں کہ کیا بوڑھا آدمی اپنی کمر اور رانوں پر مالش کرواسکتا ہے یا نہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ماسوائے عورت (شرمگاہ) کے باقی سارے بدن پر اپنی محرمات (ماں، بہن بیٹی وغیرہ) سے مالش کروانا جائز ہے۔

بوڑھے کو بھی اور جوان کو بھی ......ضرورت شدیدہ کے وقت محرمات کو عورت (شرمگاہ) کی طرف نظر کرنا اور اس کا مس کرانا (مالش کروانا) بھی جائز ہے جیسا کہ طبیب کو جائز ہے۔ (فتاوٰی نذیریہ ص ۱۷۶ ج ۳)

ناظرین کرام! اس فتوی کے مضمرات ونتائج پر غور فرمائیں۔ جوان بیٹی بہو اور بہن وغیرہا سے رانوں کی مالش کروانے کی اجازت دینا (بوڑھوں کو بھی اور جوانوں کو بھی) کس قدر بری بات ہے، میاں صاحب کا یہ فتوی کیا شرم وحیا کے تقاضوں کی پامالی کے مترادف نہیں ہے، کوئی بھی حیادار باغیرت اور شریف انسان اس فتوی پر عمل کرنے کی جسارت نہیں

کر سکتا، اس فتوی کو پڑھ کر ہر اس مسلمان کی روح یقیناً کانپ اٹھے گی جس کے دل میں شرم وحیا کی ادنی ترین رمق بھی ہو گی لیکن بابائے غیر مقلدین نے یہ فتوی تحریر فرماتے ہوئے ذرہ بھی جھجک محسوس نہ کی۔

غیر مقلدین کے اکابر واسلاف کے یہ چند فتوے بطور نمونہ مشتے از خروارے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں۔

غیر مقلدین کے یہ علماء ان کے نزدیک معمولی درجہ کے عالم نہ تھے بلکہ ان کو غیر مقلدین کے اکابر میں سب سے اونچا اور بلند و برتر مقام حاصل ہے اور ان کے نزدیک یہ مجددیت کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ یہ حضرات مجتہدانہ کمالات و خصائص سے عاری تھے لیکن بایں ہمہ یہ اس ظن فاسد اور زعم باطل میں مبتلا تھے کہ ان میں اجتہاد کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس غلط گمان کا شکار ہو کر جب ان حضرات نے اجتہاد کیا تو اس میں انہوں نے جو گل کھلائے، جو موتی بکھیرے اور اجتہاد کی جس طرح مٹی پلید کی اور اس کے نتیجہ میں جو طفلانہ اور بچگانہ فتاوی صادر کئے وہ آپ کے سامنے ہیں، اپنے اکابر کی تقلید میں غیر مقلدین کے اصاغر بھی دین اسلام کو اپنے اجتہاد خام کا تختہ مشق بنائے رکھتے ہیں اور آئے دن اس قسم کے عجیب وغریب فتاوی صادر کرتے رہتے ہیں جن کو دیکھ کر بچے بھی ہنس دیتے ہیں۔

ناظرین باتمکین! آپ ترک تقلید کے بھیانک نتائج اور اس کے روح فرسا اور جان گداز اثرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان خطرناک نتائج کے پیش نظر یہ ناچیز اپنے دینی بھائیوں سے درخواست کرتا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کو لازم قرار دیں، ان کی تقلید سے قدم باہر نکالنے کی جسارت نہ کریں۔

اے میرے دینی بھائیو! ائمہ اربعہ کی تقلید ہی میں دین کی حفاظت وصیانت ہے اور دونوں جہانوں کی فوز وفلاح اور نجاح مضمر ہے۔

ترک تقلید الحاد وارتداد کا پہلا زینہ ہے۔ ترک تقلید کے تلاطم خیز دریا میں کودنا بہت

سے خطرات ومفاسد کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اگر خواہی سلامت بہ کنار است

دعا ہے کہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ترک تقلید کی تپ دق سے بچائے رکھے، آمین یارب العالمین۔

غیر مقلدین سے چند سوالات

غیر مقلدین کے علماء کی خدمت میں درج ذیل سوالات پیش کئے جارہے ہیں غیر مقلدوں کے علماء میں سے اگر کوئی صاحب ان سب سوالات کے مکمل و مدلل اور معقول و تسلی بخش جوابات دے دیں تو فی جواب ایک سو روپیہ نقد رائج الوقت بطور انعام حاصل کریں۔ (ہل من مبارز، دیدہ باید)

سوال نمبرا...... یہ ناچیز غیر مقلدین کے علماء سے دریافت کرتا ہے کہ آپ حضرات جو اپنے آپ کو عامل بالحدیث، اہل حدیث اور مقلدین کو غیر عامل بالحدیث اور مشرک و بدعتی کہتے ہیں، اس کا سبب، منشاء اور مبنیٰ کیا ہے؟ مجھے آپ حضرات سے بجا طور پر یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے کہ آپ حضرات کل حدیثوں پر عمل کرتے ہیں یا بعض پر؟ اگر آپ کل احادیث پر عمل کرنے کے دعویدار ہیں تو ناراضگی معاف! آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور سو فیصد جھوٹا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ بہت سی احادیث اور آثار میں تعارض ہے۔ مثلاً رفع یدین اور ترک رفع یدین، جہر آمین اور اخفاء آمین میں دونوں طرف احادیث و آثار موجود ہیں، جن مسائل میں احادیث باہم متعارض ہوں وہاں لازماً بعض کو چھوڑا جاتا ہے اور بعض پر عمل کیا جاتا ہے، بیک وقت دونوں پر عمل کرنا ناممکن ہے لہذا ایسی صورتوں میں کل احادیث پر عمل کرنے کا دعویٰ مضحکہ خیز اور سولہ آنے دروغ بے فروغ ہے اور اگر غیر مقلد علماء ہمارے اس سوال کے جواب میں یوں گوہر فشاں ہوں کہ عمل بالحدیث سے ہماری مراد بعض حدیثوں پر عمل کرنا ہے تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ اس مفہوم و معنی کے اعتبار سے تو

مقلدین کے چاروں گروہ (احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ) بھی عامل بالحدیث ہیں۔ اس میں آپ حضرات کی کیا خصوصیت ہے؟ آپ کو کونسا سرخاب کا پر لگا ہے کہ بعض احادیث پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ حضرات تو عامل بالحدیث قرار پائیں اور مسلمانوں کے دوسرے طبقات (گروہ) مخالف حدیث ٹھہریں۔

اگر آپ لوگ بعض حدیثوں پر عمل کرنے کی بناء پر عامل بالحدیث ہیں تو بے چارے مقلدین نے کیا قصور کیا ہے؟ کہ وہ بعض احادیث پر عمل کرنے کے باوجود تارک حدیث، مخالفِ حدیث اور غیر عامل بالحدیث تصور کئے جائیں (حالانکہ یہ بعض احادیث جن پر مقلدین عمل پیرا ہیں دوسری ان احادیث کے لحاظ سے جن پر غیر مقلدین عامل ہیں، قوی ہیں اور ان کو دوسری حدیثوں پر تفوق و برتری حاصل ہے۔)

سوال نمبر ۲: حدیث کی صحیح ترین کتاب بخاری شریف کی احادیث و روایات کو اگر کوئی شخص دلیل کا مطالبہ کئے بغیر صحیح مان لے، کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین بیچ اس مسئلہ کے کہ کیا اس شخص کا بخاری شریف کی روایات کو دلیل طلب کئے بغیر محض حسن ظن کی بناء پر صحیح مان لینا تقلید کے قبیل سے ہے یا نہیں؟ اگر یہ تقلید ہے تو کیا یہ تقلید قابل مدح و ستائش ہے یا لائق مذمت و نفرت؟ اور کیا یہ تقلید موجب کفر و شرک اور باعث نکال و وبال ہے؟ یا یہ تقلید توحید خالص اور سنت محضہ ہے؟

سوال نمبر ۳: مسلمانوں میں بے شمار لوگ چٹے ان پڑھ اور جاہل محض ہیں، یہ لوگ مسلمان گھرانوں میں تولد ہوئے، اپنے گھروں میں نشو نما پا کر جوان ہوئے اور پروان چڑھے اور دلائل کو جانے بغیر محض تقلید آبائی کی وجہ سے مسلمان قرار پائے، یہ لوگ نہ دلائل و براہین کو جانتے ہیں اور نہ ہی احکام و مسائل کو اور یہ لوگ اپنی حیات مستعار کے دن گزار کر اسی حالت میں عالم فانی سے عالم جاودانی کو انتقال وارتحال کر جاتے ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کا اسلام مقبول و معتبر ہے؟ یا مردود و غیر معتبر اور

کیا تقلید آبائی کی بناء پر معاذ اللہ یہ سب لوگ کافر و مرتد، لعنتی و جہنمی اور مخذول و مطرود ہیں یا مسلمان؟ اگر ان حضرات کا ایمان و اسلام معتبر نہیں تو امت مسلمہ کا اکثر حصہ مشرک و کافر قرار پا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نار جحیم کا حق دار ٹھہرے گا۔ اسی طرح غیر مقلدین میں بھی جہال کی اکثریت ہے جو مسائل و دلائل کے علم سے بالکل عاری اور کورے ہیں اور یہ جاہل غیر مقلدین بھی صرف تقلیداً مسلمان ہیں چونکہ یہ جاہل غیر مقلدین دلائل سے جہالت کی بناء پر صرف تقلید آبائی کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ اے علماء غیر مقلدین فرمایئے اور بتلایئے کہ کیا یہ حضرات آپ کے نزدیک کافر و مشرک اور جہنمی و لعنتی ہیں یا نہیں؟ کیا آپ حضرات جرأت قلندرانہ کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ان ہم مسلک افراد پر جو محض تقلید آبائی کی وجہ سے مسلمان ہیں کفر و شرک کا فتوی جڑ دیں گے، اگر آپ میں اتنی جرأت ہے تو اس کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر کفر کا فتوی صادر فرما کر اپنے منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں۔

سوال نمبر ۴: اگر غیر مقلد علماء ان ان پڑھ مسلمانوں کے حال زار پر رحم کرتے ہوئے ان کے تقلیدی ایمان کو معتبر قرار دیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ جب ایمانیات (اسلام کے بنیادی، اساسی اور مرکزی مسائل) میں تقلید کا اعتبار ہے تو فروعی مسائل (فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر والسر وغیرہا) میں تقلید کیوں معتبر نہیں ہے؟ یہ عجیب انصاف ہے کہ ایک چیز ایمانیات و اصول میں تو توحید و سنت قرار پائے اور بعینہ وہی چیز فروع میں کفر و شرک ٹھہرے۔

سوال نمبر ۵: جاہل غیر مقلدین تو بنا بر جہالت مسائل و دلائل سے ناواقف ہیں ہی بہت سے غیر مقلد علماء بھی اکثر مسائل اور ان کے براہین و دلائل سے جاہل ہیں لیکن پھر بھی اپنے آپ کو پکے موحد بلکہ جنت کے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں، کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین کہ کیا انسان کی نجات کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیر مقلد کہتا رہے، رفع

یدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر کی چند ضعیف احادیث و روایات رٹ کر اپنے آپ کو محقق سمجھتا رہے، باقی تمام یا اکثر اصول و فروع سے ناواقف اور بے بہرہ ہوتے ہوئے ان میں اپنے اکابر کی تقلید کر کے نجات پا جائے۔

سوال نمبر ۶: اگر کوئی کافر دلائل معلوم کئے بغیر اسلام کا قلادہ گلے میں ڈال لے۔ دولت ایمان سے بہرہ ور ہو جائے اور ساری زندگی تمام احکام اسلام کو تقلیداً اپناتا رہے۔ اور پھر اسی عالم میں عالم آخرت کو کوچ کر جائے کیا علماء غیر مقلدین کے نزدیک یہ شخص مسلمان ہے یا کافر ہی رہا اور کفر کی حالت میں آنجہانی ہو گیا، کیا اس شخص کا تقلیدی ایمان معتبر ہے؟ اگر غیر مقلدین اس شخص کو مسلمان قرار دیتے ہیں اور اس کے تقلیدی ایمان کو معتبر گردانتے ہیں تو پھر جزئیات اور فروعی مسائل میں ہی تقلید کیوں غیر معتبر ہے؟۔

سوال نمبر ۷:۔ کیا تقلید صرف امام اعظم اور ابوحنیفہؒ کی ہی شرک ہے یا دوسرے ائمہ کرام کی بھی؟ اگر صرف امام اعظمؒ کی ہی تقلید شرک ہے اور دوسرے ائمہ کرام کی تقلید شرک نہیں تو وجہ فرق کیا ہے، چلیے اسی امام کی تقلید کر لیجئے جس کی تقلید آپ کے نزدیک شرک نہیں اور اگر دوسرے ائمہ کی تقلید بھی شرک ہے تو فرمایئے کیا مشرک کی اقتداء میں نماز درست ہے جبکہ حرمین شریفین میں ائمہ و خطباء کی اقتداء میں آپ حضرات خود بھی نمازیں پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کی ترغیب دیتے اور اس فعل کو موجب اجر و ثواب بتلاتے ہیں۔

سعودی حکومت کے سلاطین، وزراء اور حرمین شریفین کے علماء و خطباء اور ائمہ کرام سب کے سب امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔ اور اس تقلید کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے ہیں۔ جبکہ تقلید آپ حضرات کے نزدیک کفر و شرک ہے اور سعودی عرب کے علماء و خطباء امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہونے کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافر و مشرک ہیں تو ان کی اقتداء میں آپ کی نماز کے جواز کی کیا دلیل ہے؟ کیا آپ حضرات جلب زر اور دنیاوی

مفاد و مراعات کی تحصیل کے لئے تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو سلفی اور حنبلی ظاہر کر کے ارا کین سعودی عرب اور علماء حرمین شریفین کو دھوکہ نہیں دیتے؟ کیا دنیاوی اغراض و مقاصد کی تحصیل کیلئے تقیہ جائز ہے؟ اگر تقیہ جائز ہے تو اس کے جواز کی کیا دلیل ہے؟ اور اگر ناجائز اور حرام ہے تو ایک فعل حرام کا حرمین شریفین میں ارتکاب کرتے ہوئے بھی آپ حضرات خوف خدا محسوس نہیں کرتے۔ تو دوسرے مقامات پر آپ کے افعال واعمال کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے۔ جو لوگ ایسے مقدس متبرک مقامات کے تقدس کو ملحوظ نہیں رکھتے کیا ان سے خیر کی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں، دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کو قبولیت عامہ کا خلعت عطا فرما دے۔ اور اہل زیغ کیلئے اس کو وسیلۂ ہدایت بنا دے۔ (آمین)

”وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين
وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين“